اردو کا کلاسیکی ادب

نتائج المعانی

از

محمود بیگ راحت

مرتبہ

گوہر نوشاہی

مجلس ترقی ادب ۔ لاہور

فہرست

اُردو ڈراما

دورِ چہارم

۵

دورِ چہارم ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک

آرزو بدایونی۔

(۱) کلجگ کی ستی

(۲) آزادی یا موت

(۳) آنکھوں کا گناہ

(۴) ستی سارندھا

(۵) ہندو للنا

(۶) اجامل اوبار

(۷) مدیرا دیوی

(۸) ہری اوم تت ست

(۹) خوشامدی ٹٹو

(۱۰) گھٹالے پر گھٹالا

ان ڈراموں کے علاوہ جو آرزو نے مختلف اوقات میں لکھے کسی نے احسن لکھنوی کا "چلتا پرزہ عجیان کے نام سے شائع کر دیا۔

ارشاد - ارشاد احمد

ارشاد احمد نام - ارشاد تخلص - ۲۷ جنوری ۱۸۸۹ء کو بمقام احمد آباد پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ احمد فوج میں ملازم تھے - ان کی ابتدائی تعلیم امبیکا اینگلو ورناکیولر اور انجمن اسلام اسکول (احمد آباد) میں ہوئی - ان کے پھوپھی زاد بھائی شمشاد احمد آبادی نے جو بیاور میں پوسٹ ماسٹر تھے۔ بچپن ہی سے ان کو شعر و شاعری کا چسکا ڈال دیا تھا - اس لئے سات آٹھ برس کی عمر ہی میں گنگنانے لگے تھے -

اسی زمانہ میں سندر سیٹھ کی کمپنی بھارت ناٹک سماج میں جسکا ہیڈ کوارٹر احمد آباد تھا تماشے دیکھتے دیکھتے ڈرامے لکھنے کا شوق ہوا اور ۱۹۰۴ء میں بمبئی چلے آئے اور ڈرامانویسوں کی صحبت میں رہنے لگے وہ پہلے مس گلنار و مس منی بائی کی امپروڈیہ پارسی تھیٹریکل کمپنی اور مابعد بمبئی تھیٹریکل کمپنی میں جسکے مالک (۱) چھوٹو سیٹھ دودھ والا - (۲) محمد علی بوہرہ مٹھائی والا - (۳) امیر پیٹی والا (ایکٹر) اور (۴) علی بھائی (ایکٹر) تھے ملازم ہوکر پرانے ڈراموں میں تبدیلیاں کرنے لگے -

ان کے ڈراموں میں (۱) نور جہاں عرف دہلی کی ملکہ قابل ذکر ہے -

بروز پنجشنبہ - گیارہ بجے شب بتاریخ ۵ مارچ ۱۹۵۱ء بمقام بمبئی انتقال کیا ایک بیوہ - ایک بیٹی اور تین صاحبزادے (۱) عبدالغنی (۲) عبدالسعید اور (۳) عبدالرشید چھوڑے

آصف مدراسی - سید سلیمان

سید سلیمان نام - آصف تخلص ۱۸۶۸ء میں بمقام مدراس تولد ہوئے - انکے والد سید ابراہیم مدراس کے اچھے تاجروں میں سے تھے - ابراہیم کے چھوٹے بھائی سید اسمٰعیل صاحب اب تک مخمل وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں اور ماونٹ بارکس لائن میں رہتے ہیں جہاں ان کی خاصی جائداد ہے -

آصف نسلاً ہاشمی تھے - عربی مادری زبان تھی - پہلے فارسی اور پھر اردو میں کافی

دستگاہ حاصل کی۔ انگریزی۔ ٹامل۔ تلگو بھی جانتے تھے۔

جس زمانہ میں خورشید جی بالیوالا کی کمپنی مدراس میں تھی تو وہ اس میں ملازم ہو گئے اور کمپنی کے ساتھ سفر کرتے رہے تا آنکہ کمپنی رنگون گئی اور وہاں ملازمت ترک کر دی۔ اور اس وقت تک وہاں مقیم رہے جب تک کہ آرڈیشر دا بھائی ٹھوٹھی کی بمبئی پارسی ناٹک منڈلی وہاں نہ پہنچی اور وہ اس میں ملازم نہ ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ انھوں نے اسی زمانہ میں سنہری مچھلی نامی ڈراما لکھا جو پسند عام و خاص ہوا۔

(۱) سنہری مچھلی

(۲) بگلا بھگت

(۳) انتقام عرف عرض معروض

(۴) غافل مسافر ۴ الف - ترکی طیچہ

(۵) قومی آئینہ عرف سچا رہبر

(۶) دھرم کا چاند

(۷) قدرت کا فیصلہ

(۸) شہنشاہ عالمگیر عرف دہلی ور یا ر یادانا دشمن

(۹) بیوفا چور

(۱۰) سلطانہ چاند بی بی

(۱۱) شہنشاہ جہانگیر

(۱۲) بہادر بیگم

(۱۳) خسرو پرویز

(۱۴) مہتاب جہاں عرف شاہجہاں

ایک سال آرڈیشر کی کمپنی میں ملازمت کرنے کے بعد وہ مہرجی سرد یر کے یہاں

ڈائرکٹر بن گئے۔ کمپنی اس وقت سنگاپور میں تھی۔ انھوں نے اس کمپنی کیلئے لبگلا بھگت لکھا اور اسے خود ہی ڈائرکٹ کیا۔ کمپنی کے ساتھ ہندوستان واپس آئے۔

اس کے بعد الفرنڈ تھیٹریکل کمپنی میں ملازم ہوگئے۔ یہ کمپنی اگرچہ پارسی کی تھی لیکن اس کا منیجر ایک مسلمان محمد علی بھائی تھا۔ انھوں نے اس کمپنی کے لئے "انتقام" لکھا جو بمبئی میں بہت مقبول ہوا۔

پھر امپیریل کمپنی کے لئے "غافل مسافر" لکھا۔ تماشا کامیاب رہا۔ کمپنی کے مالک رام داس تھے۔ بعدہٗ جودھپور بیکانیر تھیٹریکل کمپنی کے لئے "قومی آئینہ" لکھا اور بلونت سنگھ ناٹک منڈلی کے لئے "دھرم کا چاند" قلمبند کیا۔ یونائیٹڈ ناٹک منڈلی کے لئے "قدرت کا عطیہ" لکھا اور اسے خود ڈائرکٹ کیا۔

آصف صاحب نے اپنی کمپنی بنائی — دی نیو رائل تھیٹریکل کمپنی — اس کے لئے انھوں نے "عالمگیر عرف دہلی دربار" اور "بیوفا حور" لکھے۔ کمپنی ایک سال تک چلتی رہی۔ پھر نیو پارسی امپائر میں ملازم ہوگئے۔ اس کے مالک جیواجی اور ڈائرکٹر مہرجی سروریہ تھے۔ انھوں نے اس کے لئے "سلطانہ چاند بی بی" لکھا۔

آخری زمانۂ عمر میں میڈن تھیٹرز میں ملازم ہوگئے اور "شہنشاہ جہانگیر" "بہادر بیگم" اور "خسرو پرویز" لکھے جو کلکتہ میں چلے۔ پھر لکشمی کانت ناٹک منڈلی بمبئی کے لئے "مہتاب جہاں" لکھا۔

۱۹۴۰ء میں بمبئی میں انتقال کیا۔

انتقام عرف عرض معروض

یہ ڈراما نیرنگیٔ فلک۔ توبہ شکن۔ خون کا خون کے نام سے بھی ہوا ہے۔

پلاٹ:۔ طاہر ایک کسان، اپنی بیوی عقیلہ سے کہتا ہے کہ اس کی طبیعت گھبراتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے اسی وقت وزیر سلطنت (مریخ) کا

پروانہ آتا ہے۔ جس میں تحریر ہوتا ہے کہ اگر اس نے حکم برداروں کے ساتھ عقیلہ کو نہ بھیجا تو اس کو فنا کی آغوش میں سلادیا جائے گا۔

مرزیخ ایک عیاش اور اوباش انسان ہے اور اپنے بھائی کو جو برسر حکومت ہے قتل کرنے کے بعد سریر آرائے حکومت ہونا چاہتا ہے وہ شاہی چوکیداروں کو انعام واکرام کا لالچ دیتا ہے۔ مرزیخ کی بیوی (اعجوبہ) اپنے شوہر کے مصاحبوں ___ بانکے مرزا اور ٹیڑھے مرزا پر لعنت وملامت کرتی ہے اور ان کو بادشاہ کے قتل سے باز رکھنے کی کوشش کرتی ہے وہ انکار کرتے ہیں۔

بادشاہ اپنی ملکہ کو الوداع کہکر اپنے آرام کدہ میں جانا چاہتا ہے کہ اسکو ایک خط ملتا ہے ___ "اے محلوں کی بارہ دری میں بے خبر سونے والے بادشاہ اُٹھ اور بیدار ہوجا اگر آج رات سوئے گا تو قیامت کے دن اُٹھیگا" بادشاہ مرزیخ کو بلا کر اپنے بستر پر سلاتا ہے۔ چوکیدار ٹھیک وقت پر آتے اور گرفتار کرلے جاتے ہیں بادشاہ ان کو مرزیخ کے سپرد کرتا ہے جو ان کو جلادوں کے حوالے کردیتا ہے۔ اعجوبہ مرزیخ کو گولی ماردیتی ہے بانکے مرزا اور ٹیڑھے مرزا توپ سے اڑادئے جاتے ہیں۔

آصف نے یہ ڈراما الفریڈ ناٹک منڈلی کے لئے ۱۹۱۱ء میں لکھا تھا اور ۱۲ر اگست کو پہلی بار یہ اسٹیج ہوا۔ ۳۱ر مارچ ۱۹۱۵ء کو کاؤس جی پالن جی کھٹاؤ نے "خلاصہ اور گگنے" کی جو کتاب شائع کی اس کے گانوں میں معمولی تبدیلیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک صاحب کا بیان ہے کہ آصف نے یہ ڈراما اکبر علی عبدالعلی والا مالک الکزنڈر تھیٹریکل کمپنی کے لئے ۱۹۰۶ء میں لکھا تھا۔

غافل مسافر آصف نے یہ ڈراما پارسی امپریل تھیٹریکل کمپنی کے لئے لکھا اور اسے ۱۹۰۹ء میں جوسف ڈیوڈ نے ڈائرکٹ کیا۔

پلاٹ:- شاہ تاتار (ناظم) شراب وکباب میں مصروف ہے۔ ناظم کا خسر

(طاہر) اس کو بُرے کاموں سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس کا جواب سختی سے دیتا ہے۔ ناظم کا بیٹا اور ولی عہد (محسن) بھی اپنے باپ کو سمجھاتا ہے۔ لیکن سمجھنے کی بجائے وہ اس کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔

ملکہ زرنگار جو ریاست کی حقیقی مالک ہے ملکی خزانہ خالی ہونے کے باعث اپنے زیورات رہن رکھکر پانچ لاکھ روپے حاصل کرتی ہے۔ ناظم ملکہ سے ایک لاکھ روپے طلب کرتا ہے۔ وہ اس کو دینا چاہتی ہے لیکن طاہر کے منع کرنے سے باز رہتی ہے ناظم طاہر کو قتل کرا دیتا ہے۔ زرنگار ناظم کے خون کی پیاسی بن جاتی ہے۔ وہ طلاق چاہتی ہے لیکن ناظم طلاق دینے سے انکار کرتا ہے۔ زرنگار ناظم کو قتل کردیتی ہے

شیخ المذہب ایک لشکر جرار کے ساتھ ملک پر حملہ کرتا ہے۔ ملکہ کی فوج شکست کھاتی ہے۔ وہ گرفتار ہوتی اور جیل خانہ میں ڈال دی جاتی ہے۔ اسی درمیان میں زرنگار کا پرانا عاشق تیز تیز آتا اور ملکہ کو اپنے ہمراہ خراسان لے جاتا ہے جہاں اس کی پھوپھی زاد بہن حکمراں ہے۔ زینت محل (ملکہ خراسان) زرنگار کو گرفتار کرتی اور قتل کرا دیتی ہے۔

شیخ المذہب تاتار کا تاج محسن کے سر پر رکھتا ہے۔

ترکی طپنچہ

پلاٹ:- سلطان مصر کی پینسٹھویں سالگرہ کے موقع پر سالومن یہودی اپنی دونوں بیٹیوں —— دُردانہ اور گل اندام —— کے ساتھ نذرانہ اور مبارکباد پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتا ہے۔ سلطان دُردانہ پر عاشق ہو جاتا ہے۔ ولی عہد سلطنت (جلیل پاشا)۔ اس کا چچا زاد بھائی (صلاح الدین) اور سلطان کا نسبتی بھائی (شوکت پاشا) سلطان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ انکار کرتا اور جلیل پاشا کو جیل خانہ بھیج دیتا ہے

دُردانہ کی بہن گل اندام صلاح الدین پر عاشق ہو جاتی ہے۔ صلاح الدین

اس سے ملنے اور بات چیت کرنے سے احتراز کرتا ہے۔ سالومن اپنی بیٹی کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ صلاح الدین کے عربی خون میں خرابی پیدا کر دے تاکہ اس کا غرور ٹوٹ جائے اور وہ حلقہ سلطانی میں بدنام ہو جائے۔

دردانہ سلطان سے ولی عہد سلطنت کی موت کا پروانہ حاصل کرتی اور خود قید خانہ میں اس سے ملنے کے لئے جاتی ہے۔ دوسری طرف سلطان اپنی انگوٹھی دیکر شوکت پاشا کو اس کے بچانے کے لئے روانہ کرتا ہے۔ شوکت قید خانہ کے ایک کونہ میں کھڑا ہو جاتا ہے سپہ سالار ناصر سالومن سے وعدہ کرتا ہے کہ اگر وہ ایک بار ملکہ سے اس کی ملاقات کرا دے گا تو وہ اس کے دشمن شوکت کو قتل کر دے گا۔

ناصر موت کے پروانہ کے ساتھ جیل خانہ جاتا ہے۔ شوکت بھی وقت پر پہنچ جاتا ہے جلاد جلیل کو قتل کرنا چاہتا ہے کہ صلاح الدین کی گولی اس کو موت کی آغوش میں سلا دیتی ہے۔ ناصر اور سالومن گرفتار کر لئے جاتے ہیں۔ سالومن ملکہ کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ کسی طریقہ سے صلاح الدین کو موت کے گھاٹ اتار دے اور سلطان کو شراب کا چسکا لگا دے چنانچہ سلطان ملکہ دردانہ کے حکم سے شراب پینے لگتا ہے۔

اسی وقت سلطانہ (شوکت پاشا کی بیوی) بھیک مانگتی ہوئی آتی ہے دردانہ اسے کوڑوں سے پٹواتی ہے۔ خون جوش مارتا ہے۔ سلطان کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے اور وہ ملکہ دردانہ سے کہتا ہے کہ اگر اس نے سلطانہ سے معافی نہ مانگی تو وہ بھی اسے کوڑوں سے پٹوائے گا۔ دردانہ معافی مانگتی اور اپنا ہار سلطانہ کو دیتی ہے۔ سلطانہ کہتی ہے کہ یہ اسی کا ہار ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے تعویذ میں اس کی بیٹی دردانہ کا نام درج ہے۔ تعویذ کھولا جاتا ہے۔ بادشاہ اپنی نسبتی بہن۔ دردانہ اپنی ماں اور شوکت اپنی بیوی پاکر خوش ہوتے ہیں۔

سلطانہ اس راز کا پردہ اس طرح چاک کرتی ہے کہ بیس سال قبل اس کے شوہر

کے یکا یک گم ہو جانے کے بعد ایک یہودی اس کو یونان لے گیا اور وہاں اس کی بیٹی کو اس سے جدا کر کے اس طرح غائب ہوا کہ پھر نہ ملا۔ گل اندام کے گلے سے بھی ایک تعویذ برآمد ہوا جس سے معلوم ہوا کہ وہ والی مصر کی بیٹی اور صلاح الدین کی منگیتر ہے۔ سب خوشی سے گلے ملتے ہیں۔

اسی وقت سالومن یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ حملہ کرتا اور مختصر جنگ کے بعد شکست کھاتا ہے۔ سلطان سب کو معاف کر دیتا ہے۔ شاہزادہ جلیل کی شادی شہزادی لطیفہ بیگم اور صلاح الدین کی شہزادی گل اندام سے ہو جاتی ہے۔

شہنشاہ جہانگیر عرف دانا دشمن یا دہلی دربار

یہ ڈراما پارسی الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ (ہدایات:۔ میڈن تھیٹرز لمیٹڈ) کے لیے ۱۹۲۷ء میں لکھا گیا۔ اس کے سرورق پر درج ہے ؎

بزم دنیا میں نیا ہو کہ پرانا دشمن صلح جو نام ہے جس کا وہ ہے دانا دشمن

اس کے بعد تحریر ہے: "منشی سید سلیمان آصف۔ غلامان غلام حضرت منشی غلام احمد آزاد کشمیری مدظلہٗ"

پلاٹ:۔ شہنشاہ جہانگیر اور ملکہ نور جہاں ایک باغ میں محو گفتگو ہیں کہ جہانگیر شاہجہاں کو زینت محل سے محو اختلاط دیکھ کر نور جہاں کو مشورہ دیتا ہے کہ ان کی شادی جلد سے جلد کر دی جائے۔ نور جہاں اس زریں موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے چچا زاد بھائی مرزا عاقل بیگ کی طرف اشارہ کرتی اور چاہتی ہے کہ اسے اودے پور کی مہم پر بحیثیت سپہ سالار روانہ کیا جائے۔ جہانگیر کہتا ہے کہ وہ شرابی ہے۔ نور جہاں ایک لطیف پیرایہ میں اسکو بھی شغل مے نوشی کا طعنہ دیتی ہے۔ جہانگیر اس شرط پر اس کو عہدہ سپہ سالاری بخشتا ہے کہ وہ دوران جنگ میں شراب سے اجتناب کرے گا۔

محل شاہی کا محافظ دلیر سنگھ اپنی بیٹی پدمنی کے ساتھ دہلی فرار ہو جاتا ہے۔ شاہی

دستہ اس کے پیچھے روانہ ہوتا اور اسکو گرفتار کیا چاہتا ہے کہ اودے پور کا ولی عہد (کنور کرن سنگھ) آڑے آتا ہے۔

دلیر سنگھ میدان جنگ میں مرزا عاقل بیگ کی امداد کرتا ہے۔ مرزا اس احسانمندی کے جواب میں پدمنی پر نظر بد ڈالتا ہے۔ محافظ نوری بے مرزا کو اس ناسپاسی کی سزا دیتا ہے دلیر سنگھ اس کی بیٹی کو لے کر فرار ہونا چاہتا ہے کہ سفیر رستم جنگ جو راجہ امر سنگھ والی اودے پور سے ملنے گیا تھا نوری بے کو گرفتار کر کے اسے اپنے ہمراہ دہلی لیجاتا ہے۔

شہنشاہ جہانگیر مرزا عاقل بیگ کو اس کی عہد شکنی کی سزا بصورت موت دیتا اور اسکی جگہ نوری بے کو اودے پور روانہ کرتا ہے۔

پدمنی کی منگنی کرن سنگھ سے ہو جاتی ہے لیکن وہ عہد کرتی ہے کہ جب تک وہ میدانِ جنگ میں اپنی شمشیر کے جوہر نہ دکھلائے گا وہ اس کے پاس نہ جائے گی۔ راجہ امر سنگھ کرن کو اپنی مسند حکومت پر بٹھلاتا ہے۔ کرن سنگھ دل توڑ کر شاہی فوجوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ اسی درمیان میں ایک متعصب راجپوت (شام سنگھ) نوری بے کو زہر دیکر مار ڈالتا ہے۔ دلیر سنگھ یہ سنکر شرم سے خودکشی کر لیتا ہے۔ کرن سنگھ ہتھیار ڈالدیتا اور صلح کا طالب ہوتا ہے۔ جہانگیر اس کی بہادری سے خوش ہو کر اپنے ہاتھ سے اس کی تاج پوشی کرتا اور اس کا خراج معاف کر دیتا ہے۔

مہتاب جہاں عرف شاہجہاں یہ ڈرامہ شری لکشمی کانت ناٹک منڈلی کے لئے ۱۹۲۳ء میں لکھا گیا۔

طولچند و لبھ ناٹک "مختصر عرض" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"پرتھوی پتر اور اردل روے —— دو گجراتی تماشے نکلنے کے بعد پبلک کی مقبولیت نے میری جرأت کو ترقی دی اور میں نے یہ اردو تماشہ مہتاب جہاں"

نکالا۔ گجراتی کمپنی اور گجراتی زبان والوں کے لئے یہ کچھ کم فخر اور عزت نہیں ہے کہ قدر دانوں نے اس کو وقعت کی نظر سے دیکھا جس کے لئے میں مشکور ہوں۔ ڈرامہ کی خوبی۔ مالکوں کی دریا دلی کو ظاہر کرتی ہے۔ بہر حال ہندستانی زبان کی ترقی گویا قومی فرض ہے"

اس وقت لکشمی کانت کے مالک چند ولال ہرگوند داس شاہ تھے اور کمپنی کے تماشے وکٹوریہ تھیٹر (پلے ہاؤس۔ بمبئی) میں ہوتے تھے۔

پلاٹ:۔ پٹنہ کا عیاش نواب قتلو خاں شراب وکباب میں مصروف ہے کہ اس کا ایک مصاحب اس کے سپہ سالار صادق کی بیوی صفیہ کے حسن وجمال کی تعریف کرتا ہے قتلو صفیہ کے حسن کا نادیدہ عاشق بن کر صادق کو میدان جنگ میں بھیجتا اور صفیہ کو اپنے دام عشق میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔

صفیہ کوئی راہ فرار نہ دیکھکر وزیر سلطنت مان سنگھ کے ہاں چلی جاتی ہے مان سنگھ اور اس کی بیوی منگل دیوی اس کی مدد کا وعدہ کرتے ہیں۔ مان سنگھ حالات حاضرہ سے شاہ دہلی کو آگاہ کرتا ہے۔ نواب قتلو کی نظر منگل دیوی پر بھی پڑتی ہے اور وہ اس کو بھی اپنی بوالہوسی کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ لیکن منگل دیوی کے ہاتھ میں پستول دیکھکر راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

شاہجہاں خود اس معاملہ کی چھان بین کرتا۔ قتلو خاں کو اپنی گولی کا نشانہ بناتا اور نواب دلہن (محبت آرا) کو تخت حکومت پر بٹھلاتا ہے۔

قومی آئینہ

عرف سچا رہبر

پلاٹ:۔ ایک عالم باعمل شہر خموشاں میں بیٹھا ہوا اپنے قابل قدر مخبروں (عمل وشوق) سے اہل عالم کے حالات دریافت کرتا ہے۔ ہر دو مخبر دنیائے دورنگی کے حالات نہایت موثر الفاظ میں بیان کرتے ہیں

ان کے جانے کے بعد سراغ رساں دیوانہ بھی آتا اور بیان کرتا ہے کہ آج کل کے

بڑے بڑے فلسفی، ادیب۔ شاعر اور ماہر فن جو بظاہر قوم و ملت کے بہی خواہ اور ہمدرد ہیں درحقیقت جہالت کے شکار اور پکے دنیادار ہیں۔

علم (سائنس کا بادشاہ) اپنے ماتحت عدل سے شکایت کرتا ہے کہ فی زمانہ جاہلوں کی نظروں میں لیڈروں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ عدل جواب دیتا ہے۔ وہ صرف نام کے رہبر ہیں ورنہ پکے دنیادار ہیں۔ دیوانہ (جہل) بھی آتا ہے۔ وہ عدل کی تصدیق کرتا اور علم کو قائل کرتا ہے۔ ایک بزرگ قوم (شیخ جی) جن کے زہد و تقوی کی بڑی دھوم تھی اور شاہ وقت بھی جس کی قدر کرتا تھا کی بیٹی ایک گبڑے سائیس کے ساتھ بھاگ جاتی ہے اور وہ اپنے ملازم (ظہور) کی خوشامد کرتے ہیں اور گڑگڑا کر اس کی منتیں کرتے ہیں کہ وہ اس کو بلا لائے۔

شیر ملت (فاضل) اور رفیق (جاہل) شکار کے لئے باہر جاتے ہیں۔ دونوں کو ایک خزانہ ملتا ہے۔ شیر ملت سارا خزانہ خود ہضم کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر کامل خاں جنکو شیخ جی نے پچاس ہزار کا فریب دیا تھا شیر ملت کے خزانہ کو پار کر دیتے ہیں۔

جاہلوں کے عقیدہ کا امتحان لینے کے لئے علم انگریزی اور عدل ہندوانہ لباس میں آتے ہیں دیوانہ جہل (حسن) کو محبت آرا (ڈاکوؤں کی افسر) کی خوش اعتقادی اور منصف مزاجی پسند آتی ہے اور اسے دعا دیتے ہیں کہ وہ اس شہر کی ملکہ بن جائے۔ چنانچہ شاہ وقت اس پر عاشق ہو جاتا اور اس سے شادی کرتا ہے۔ محبت آرا شیر ملت کو جس نے رفیق سلطنت کو دھوکا دیا تھا ہوشیاری کے ساتھ قتل کرا دیتی ہے۔ شیخ یہ حالت دیکھکر کہ ڈاکٹر نے اس کا خزانہ صاف کر دیا ہے بادشاہ کو زہر دیدیتا ہے پتا چل جاتا ہے۔ شیخ جی کو موت کا حکم سنایا جاتا ہے۔

آصف نے یہ ڈرامانیو جودھپور بیکانیر تھیٹریکل کمپنی آف راجپوتانہ کے لئے لکھا۔

اعجاز جبلپوری۔ مفتی محمد عبد الحئی

(۱) طلسمات الفت

(۲) لعبت فرنگ عرف طلسم نیرنگ

اعظم حیدرآبادی۔ سید یاور علی

(۱) ایشیائی ستارہ

(۲) شریف دوست عرف آفتاب شرافت یا آنکھ کی خطا

(۳) دکھیا دلہن

(۴) حور بانو

(۵) آج کل

(۶) سخی لٹیرا

ایشیائی ستارہ

اعظم نے یہ ڈراما پارسی امپیریل ناٹک منڈلی آف بمبئی کے لئے ۱۹۱۹ء میں لکھا اسے جوسف ڈیوڈ نے ڈائرکٹ کیا۔

پلاٹ: نواب ہمایوں انگلستان سے واپسی پر اپنی ریاست میں فوری انقلاب پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کو ہر مغربی چیز پسند اور دیسی چیز سے نفرت ہے۔ چنانچہ اسی نظریہ کے تحت وہ اپنی بیوی لیلیٰ کو بھی اعلیٰ مغربی تعلیم دلانا اور ولایتی کپڑے پہنانا چاہتا ہے نواب کی بہنیں اس کی مخالفت کرتی ہیں لیکن نواب مصر ہوتا اور لیلیٰ کی تعلیم کے لئے ایک گورنرنس مقرر کرتا ہے۔ اس پر بھی جب لیلیٰ انگریزی پڑھنے اور غیر ملکی طریقے سیکھنے سے انکار کرتی ہے تو وہ اسے اپنے گھر سے نکال دیتا ہے اور ایک تعلقدار صلابت جنگ کی بیٹی رضیہ (مس روزی) سے شادی کرتا ہے۔

رضیہ نواب کی دولت کو جونک کی طرح چمٹ جاتی ہے اور جب نواب بیمار پڑتا ہے تو وہ اس کی تیمارداری کی بجائے سیر و تفریح میں اپنا وقت صرف کرتی ہے

لیلیٰ ملازمہ کی حیثیت سے نواب کی خدمت کرتی ہے۔ نواب صحت پاتا ہے اس کی آنکھیں کھلتی ہیں اور وہ گھر کی مالکہ کو خادمہ کے لباس میں دیکھکر بے حد شرمندہ ہوتا اور ولایتی رنگ ڈھنگ پر لعنت بھیجکر لیلیٰ سے اپنا قصور معاف کراتا ہے۔

شریف دوست

عرف آفتاب شرافت یا آنکھ کی خطا

پلاٹ: شیخ خراسانی فرزند ہمدانی اپنے دوست صباح کے ساتھ عسرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ دونوں دوست یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ جو شخص صاحب مال ہو وہ دوسرے کی امداد کرے۔ شیخ کے حقیقی چچا ابو مسلم خراسانی کا انتقال ہوتا ہے اس کا ملک و مال شیخ کے حصہ میں آتا ہے۔ وزیر سلطنت حاضر ہو کر اس کو دارالسلطنت لیجاتا اس کی تاجپوشی کرتا اور شادی کی رسوم ادا کرتا ہے۔

شیخ اپنے دوست صباح کو یاد کرتا اور تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی یہ حکم صادر کرتا ہے کہ عامرہ کو دو ہزار اشرفیاں اور ایک گاؤں انعام دیا جائے۔ صباح شیخ کی کامیابی سن کر اس کو مبارکباد دینے اور اس کا اپنا وعدہ یاد دلانے کے لئے آتا ہے شیخ وزیر اعظم کو حکم دیتا ہے کہ صباح کا شاندار خیر مقدم کیا جائے چنانچہ جب صباح دربار میں داخل ہوتا ہے تو اراکین دربار اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

شاہی باغ کی سیر کرتا ہوا صباح ایک حسین دوشیزہ سے دوچار ہوتا اور دل و جان سے اس پر عاشق ہو جاتا ہے۔ شیخ اس کی دلدہی کرتا اور اس کی شادی اسی حسینہ سے کر دیتا ہے۔ شادی کے بعد صباح کو پتہ چلتا ہے کہ وہ تمام عالم ماہ منیر ملکۂ سلطنت تھی وہ بے حد افسوس کرتا اور جن ہاتھوں سے اس نے ماہ منیر کے رخساروں کو چھوا تھا کٹوا ڈالتا اور شیخ سے معافی مانگتا ہے۔

شاہ ایران خراسان پر حملہ کرتا اور شیخ کو قید کر لیتا ہے۔ صباح بھی اس کے ساتھ ہے ایک دن وہ اپنی حکمت عملی سے شیخ کو فرار کرا دیتا ہے۔ شیخ تازہ دم فوج جمع کر کے حملہ آور

ہوتا۔ ایرانی فوجوں کو ملک سے باہر نکالتا اور اپنے ملک پر قبضہ کرتا ہے۔ صباح اس کو مجبور کر کے اس کی شادی ماہ منیر سے کرا دیتا ہے۔

افسوںؔ شاہجہاں پوری۔ اکبر علی خاں

اکبر علی خاں نام[1] افسوںؔ تخلص۔ شاہجہاں پور میں پیدا ہوئے لیکن عمر کا بڑا حصہ بھوپال میں گذارا۔ نواب فصیح الملک حضرت داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔

آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے۔

(۱) دلفروش عرف یہودی سوداگر

(۲) اسیر حرص عرف اول جلول

(۳) فردوس بریں عرف کاٹ چھانٹ

(۴) ربط ضبط عرف بھول بھلیاں

(۵) پاک بیباک عرف کینہ کردار۔

دِل فروش عرف یہودی سوداگر

یہ ڈراما شیکسپیئر کے مرچنٹ آف وینس[2] کا خاکہ ہے جس پر افسوںؔ نے بڑی خوبی سے ایک شاندار عمارت قائم کی ہے افسوںؔ اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔

"اس سے پہلے چند ناٹک لکھکر پیش کر چکا ہوں۔ اب جس ڈرامہ کو آپ کی نظر فیض اثر سے گذارنا چاہتا ہوں وہ شیکسپیئر کا مشہور ناٹک مرچنٹ آف وینس ہے

ابو الاعجاز افسوںؔ شاہجہاں پوری"

---

[1] خمخانۂ جاوید مرتبہ لالہ سری رام۔ جلد اوّل۔ صفحہ ۲۵۹۔ بار اوّل۔ سنہ ۱۹۰۸ء

2. THE MERCHANT OF VENICE.

عرف اول جلول

اسیر حرص یہ آغا حشر کے ڈرامہ اسیر حرص کا مکمل چربہ ہے۔ افسوں نے پورے ڈرامہ کو اپنے الفاظ میں از سر نو لکھا ہے۔ نام بجنسہ قائم رکھے ہیں۔ سرورق پر لکھتے ہیں۔

جہاں میں اہل غرض ہیں تمام اول جلول   اسیر حرص نہ کیوں پائے نام اول جلول

"ڈرامہ اول جلول عرف اسیر حرص مصنفہ جناب ابوالاعجاز منشی اکبر علی خاں صاحب افسوں شاہجہاں پوری۔

"یہ وہ لاجواب ڈرامہ ہے جس کا پلاٹ شکسپیر کے مشہور پلے پزارو (؟)[1] سے لیا گیا ہے اور بعد ترمیم و اضافہ ضروری کے ...... پرلطف گانوں کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔

"بعد از جملہ حقوق دائمی خواجہ بخش محسن، منیجر مطبع نے اپنے ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھپوا کر شائع کیا۔

عرف کاٹ چھانٹ

فردوس بریں اس ڈرامہ کا پلاٹ مولانا عبدالحلیم شرر کے فردوس بریں سے ماخوذ ہے۔ مؤلف لکھتا ہے۔

"میں نے اس ڈرامہ کا پلاٹ صاحب موصوف (عبدالحلیم شرر) کے مشہور ناول (فردوس بریں) سے لیا ہے۔ بعض مقامات پر اختصار مد نظر رکھا ہے ــــ نظر اصلاح سے ملاحظہ فرمائیے اور راقم کی پندرہ روزہ جانکاہی کی داد دیجیے"۔

سرورق پر تحریر ہے۔

باتوں میں کر رہے ہیں وہ آفت کی کانٹ چھانٹ
آتی ہے اب تو ان کو قیامت کی کانٹ چھانٹ

---

1. PIZZARO

تائب بیدا و دی ۔ محمد عبدالغفار خاں

۱۔ جوشِ اسلام عرف شہید قوم

جوشِ اسلام
عرف شہید قوم

پلاٹ: سلطان قلندر ابن سلطان محمد عثمان اہل دربار کے ہمراہ قلعہ محمودہ میں مسند نشین ہے کہ آسٹریا کا قاصد حاضر خدمت ہو کر کورنشات بجالاتا ہے ۔ ولی عہد سلطنت خط پڑھکر سناتا ہے کہ شاہ آسٹریا سلطان کی اطاعت کا خواستگار ہے سلطان خط پھاڑ کر پھینک دیتا اور جنگ کا اعلان کرتا ہے ۔ ایک خونریز لڑائی کے بعد سلطان کی فوجیں شکست کھاتی ہیں ۔ سلطان کا خاص درباری دغا دیتا ہے ۔

ہمدردان سلطنت دوبارہ فوجیں جمع کرتے اور ایک خونریز جنگ کے بعد اپنا ملک واپس لے لیتے ہیں ۔ راز ظاہر ہوتا ہے ۔ حجاج سلطان سراج الدولہ کا وزیر ثابت ہوتا ہے ۔ غنچہ اور اقبال سلطان کی بیٹیاں اور عزیز (اسرار) سلطان کا فرزند ۔ حجاج سابق سلطان کو قتل کر کے ملک پر قابض ہو گیا تھا ۔ اسرار حجاج کا مرا ہوا بیٹا ہے سلطان اسرار کو آسٹریا کے تخت پر بٹھلاتا ہے ۔

دلؔ لکھنوی ۔ محمد عزیز احمد خاں

محمد عزیز احمد خاں نام ۔ دلؔ تخلص ۔ ۱۱؍ اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز چہارشنبہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے ان کے والد محمد مختار احمد خاں شہر کے شرفاء میں شمار ہوتے تھے اور غزل گوئی میں کافی شہرت رکھتے تھے ۔

دلؔ نے ابتدائی تعلیم مقامی اساتذہ سے حاصل کی ۔ انٹرمیڈیٹ تک پڑھا لیکن آگے نہ پڑھ سکے کچھ اس لئے بھی کہ زمانہ طالب علمی ہی میں شادی ہو گئی تھی اور اپنے خسر پروفیسر طاہر علی کے ہمراہ بنارس چلے گئے تھے ۔ لیکن بنارس کی آب و ہوا راس نہ آئی اور لکھنؤ چلے آئے دوران قیام بنارس میں ہندی اور سنسکرت پڑھنے کی کوشش کی تھی

لکھنؤ پہنچکر حضرت عزیز لکھنوی کے زمرۂ تلامذہ میں شامل ہوئے۔

اسٹیج ڈرامے دیکھتے دیکھتے لکھنے اور پھر تھئیٹریکل کمپنی میں ملازمت کا شوق ہوا بارہا کوشش کی لیکن ہر بار ناکامیابی ہوئی بالآخر آرڈیشیر دادا بھائی ٹھونٹھی کی کمپنی میں جو اس وقت آگرہ میں تھی ملازم ہو گئے لیکن راس نہ آئی اور ترک کر دینی پڑی۔

دل نے ۱۹۲۵ء میں لیلیٰ مجنوں لکھا اور اٹاوہ میں حبیب بھائی مالک الکزنڈر تھئیٹریکل کمپنی کو سنایا۔ انھوں نے اپنے بھائی (محمد بھائی) سے سفارش کی۔ محمد بھائی نے دہلی میں ڈراما سنا اور اسے خرید لیا۔

(۱) لیلیٰ مجنوں	۱۹۲۶ء
(۲) غازی مصطفےٰ کمال پاشا	۱۹۲۷-۲۸ء
(۳) تاج محل	۱۹۲۸-۲۹ء
(۴) شیدائے وطن عرف بچہ سقہ	۱۹۲۸-۲۹ء
(۵) زہر عشق عرف شہید حسرت	۱۹۲۹ء
(۶) گھر کی لکشمی عرف شریف دلہن	۱۹۳۰ء
(۷) غریب پردہ	۱۹۳۰ء
(۸) ستی وپشیا	۱۹۳۰ء
(۹) سوہنی مہیوال	۱۹۳۱ء
(۱۰) قتل بھنبزن عرف دہلی بازار کی ونادن	۱۹۳۲-۳۳ء
(۱۱) نادر شاہ درانی	۱۹۳۳-۳۴ء
(۱۲) اچھوت کی لڑکی	۱۹۳۵ء
(۱۳) پریت کی جیت	۱۹۳۵ء
(۱۴) نئی دلہن	۱۹۳۶ء

(۱۵) دودھیا رتی بالک ۱۹۳۸ء

(۱۶) سماج کا راج ۱۹۴۱ء

(۱۷) غازی محمد بن قاسم ۱۹۴۸ء

(۱۸) محبوب بار ایٹ لا ۱۹۵۰ء

(۱۹) پاسبان [1] ۱۹۵۰ء

لیلیٰ مجنوں دل نے یہ ڈراما ۱۹۲۵ء میں لکھا۔ پارسی منروا تھیٹریکل کمپنی نے اسے ۲۰ فروری ۱۹۲۶ء کو سہارنپور کی نمائش میں پہلی بار اسٹیج کیا۔ اسکے ڈائرکٹر ماسٹر قمر تھے۔ اداکاروں میں خادم حسین۔ بندو خاں۔ علی بخش۔ بشیر۔ چنی۔ عائشہ وغیرہ نے اس میں کام کیا۔ اس میں مشہور لیلیٰ مجنوں کا قصہ درج ہے۔ مصنف "نذر" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

"میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو عالی جناب معلی القاب شیکسپیر ثانی جناب آغا محمد شاہ صاحب حشر کاشمیری کی خدمت میں نذر کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔"

غازی مصطفیٰ کمال پاشا دل نے یہ ڈراما پارسی صوان الکزینڈر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی اور پارسی منروا تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کے لئے ۲۷-۱۹۲۶ء میں لکھا۔ اور اسے بندو خاں نے ڈائرکٹ کیا۔

پلاٹ: زار روس کو پتہ چلتا ہے کہ ترکی سرحد پر بغاوت کا اندیشہ ہے۔ وہ اپنے فوجی افسروں کو طلب کرتا ہے۔ ان میں ایک ترکی افسر شوکت بے بھی ہے۔ زار روس ترکوں کی برائی کرتے ہوئے اسلام پر بھی ناپاک حملے کرتا ہے۔ شوکت بے اس پر معترض ہوتا ہے

---

[1] بعض فہرستوں میں مندرجہ ذیل ڈرامے بھی انکے نام سے منسوب کئے گئے ہیں۔ ۱۔ شیر عرب ۲۔ خونی شیرنی ۳۔ آسمانی صنم ۴۔ سلطانہ ڈاکو ۵۔ زر۔ زمین۔ زن ۶۔ حاتم طائی۔ ۷۔ سہاگ کا دان۔

زار اس کو سائبیریا کے سنگین جیل خانہ میں بھیج دیتا ہے۔ زار یہ بھی حکم دیتا ہے کہ اس کے مکان کو ڈائنامٹ سے اڑا دیا جائے۔

روسی سپاہ شوکت بے کی فیملی کے ساتھ انتہائی ناروا سلوک کرتی ہے۔ شوکت کی بیوی جمیلہ۔ بیٹی حبیبہ اور بیٹا قدرت ناسازگار حالات کا مقابلہ کرتے اور دو بدو کی جنگ میں بھی شرکت کرتے ہیں۔ زار اس سے اور بھی جھنجلا جاتا اور شوکت بے کو پابہ زنجیر پھرانے کا حکم دیتا ہے۔ زار مملکت روس پر افغان پہ پابندی عائد کرتا ہے۔

ایک روسی سردار مصطفیٰ نام جلال بے کی معرفت مصطفیٰ کمال پاشاہ کو مسلمانان روس کی ناگفتہ بہ حالت سے مطلع کرتا ہے۔ مصطفیٰ کمال — محمود جمال کی ماتحتی میں ایک لاکھ سپاہ باطوم کے مورچہ پر روانہ کرتا ہے۔ وہ احمد کمال کو اپنا سفیر بنا کر زار کے پاس بھیجتا ہے لیکن زار سفیر کے ساتھ ناروا سلوک کرتا ہے۔ وزیر جنگ کی بیٹی مینا۔ احمد کمال پر عاشق ہو جاتی اور اسے دعوت محبت دیتی ہے لیکن وہ اس سے انکار کرتا ہے۔

قلعہ باطوم پر سخت جنگ ہوتی ہے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد روسی فوجیں پسپا ہوتی ہیں مصطفیٰ کمال۔ احمد کمال اور مینا کی امداد و اعانت اور خلیفۃ المسلمین کے حکم سے سائبیریا پر حملہ کرتا ہے وہ انور بے کو بھی فلسطین پر حملہ کرنے کے لئے بھیجتا ہے۔

ہر دو ممالک پر اسلامی جھنڈا لہراتا ہے۔ خلیفۃ المسلمین مصطفیٰ کمال پاشا کو فلسطین اور سائبیریا کا گورنر مقرر کرتا ہے۔ احمد کمال اور مینا کی شادی ہو جاتی ہے خلیفہ اپنے تخت پر شوکت بے کو بٹھلاتا ہے۔

اس کے بعد دل لکھنوی سیٹھ ہری کرشن پلے کی گریٹ ایسٹرن تھیٹریکل کمپنی میں ملازم ہو کر رنگون چلے گئے اور وہاں لیلیٰ مجنوں اور مصطفیٰ کمال پاشا میں ضروری تبدیلیاں کیں یہ دونوں ڈرامے رنگون میں بے حد پسند کئے گئے ان کے بعد زہر عشق اور تاج محل لکھے۔

اپریل سنہ ۱۹۲۹ء میں کمپنی بند ہو جانے کے باعث کلکتہ ہوتے ہوئے دہلی گئے اور وہاں

سے پشاور پہنچے اور محمد سیٹھ سے ملے جو کمپنی کے ساتھ وہاں مقیم تھے انھوں نے تاج محل سنا اور اسے خرید لیا۔

تاج محل

یہ ڈراما پارسی الگزنڈر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی نے پشاور میں اسٹیج کیا۔ سرورق پر تحریر ہے "تاریخ ہندوستان کا زرین ورق اور ہندو مسلم اتحاد کا بہترین سین"

مصنف "نذر عقیدت"، کے عنوان سے لکھتا ہے: "میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو عالی جناب معلی القاب انڈین شیکسپیر ادب جلیل حضرت آغا محمد شاہ حشر کاشمیری کے نام نامی کو دسے) معنون کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف۔"

پلاٹ:۔ مغلیہ فوج کا سردار نواز خاں —— ملکہ نور جہاں کے حکم سے شاہزادہ خرم (لعبدہ شاہجہاں) کی گرفتاری کے لئے روانہ ہوتا ہے۔ شاہزادہ خرم۔ نواز خاں کی بیٹی زرینہ بیگم کے ساتھ جنگلوں کی خاک چھانتا پھر رہا ہے۔ مہاراجہ جگت سنگھ والی اودے پور شاہزادہ کی مدد پر آمادگی ظاہر کرتا ہے۔ نور جہاں یہ سن کر بہت برافروختہ ہوتی اور بذریعہ فرمان مہابت خاں کو مہاراجہ کی سرکوبی کے لئے اودے پور روانہ کرتی ہے مہاراجہ شہزادہ خرم کی شاہجہاں کے خطاب سے تاجپوشی کرتا اور حلف وفاداری اٹھاتا ہے مہاراجہ مہابت خاں کو بھی حلف اٹھانے پر مجبور کرتا ہے اور سب ایک فوج جرار کے ساتھ دہلی کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں۔ ایک خونریز جنگ کے بعد شہریار مارا جاتا ہے۔ شاہجہاں تخت پر بیٹھتا ہے جب اس کی محبوب بیوی "ممتاز محل"، کا انتقال ہوتا ہے تو وہ اس کی قبر پر ایک ایسا روضہ بنواتا ہے جو آج بھی قائم ہے اور تاج محل کے نام سے دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

شیدائے وطن
عرف بچہ سقہ

دل نے یہ ڈراما اپنے دوران قیام کلکتہ میں تحریر کیا تھا جبکہ وہ دہلی ہوتے ہوئے پشاور جا رہے تھے۔ محمد سیٹھ نے اس ڈرامہ کو پسند تو کیا لیکن حکومت

سرحد نے اسے اسٹیج کرنے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ جب کمپنی راولپنڈی پہنچی تو اسے اسٹیج کیا گیا اور بہت مقبول ہوا۔

لاہور میں مقامی پولس نے پہلے اسے اسٹیج کرنے کی اجازت نہیں دی لیکن جب محمد سیٹھ نے حکومت پر دباؤ ڈالا تو اجازت مل گئی اور یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو پہلی بار دکھلایا گیا۔ "بچہ سقو" بہت مقبول ہوا اور دن میں تین تین کھیل دکھلائے جانے لگے۔ یہ ڈراما سیالکوٹ میں بھی مقبول ہوا۔

اس کے بعد دل نے "سوہنی مہوال" لکھا جو بعض اسباب و علل کے باعث اسٹیج نہ ہو سکا۔ آپ نے کمپنی کی ملازمت ترک کر دی اور بمبئی ہوتے ہوئے حیدرآباد پہنچے اور موتی لال سیٹھ کی مہاویر فوٹو پلیز اینڈ تھیٹرز لمیٹیڈ میں جس میں عباس علی ملازم تھے نوکر ہو گئے۔ آپ نے وہاں "بچہ سقو" کو "شیدائے وطن" کے نام سے پیش کیا۔ ڈراما مقبول ہوا۔ پھر کمپنی کے لئے "شریف دُلہن" لکھا۔ کمپنی بند ہو گئی اور بمبئی چلے آئے۔

بمبئی میں ایسٹرن پکچرز میں ملازم ہو کر حیدرآباد گئے اور "شکاری" کے گانے اور مکالمے لکھے۔ مہاویر فوٹو پلیز کے لئے "غریب پرور" اور "نادر شاہ درانی" لکھے۔ نادر شاہ درانی ایک دو گھنٹے کا تماشا تھا اور صرف دو ایکٹ پر مشتمل تھا۔

حیدرآباد سے بمبئی ہوتے ہوئے احمدآباد گئے اور مانک شاہ بلسارا کی نیو الفریڈ کے لئے "ستی ولیشیا" لکھا جو ایکٹروں کے اسٹرائک کے باعث اسٹیج نہ ہو سکا۔ احمدآباد سے لاہور اور لکھنؤ پہنچے۔ وہاں ان کو بلسارا کا خط ملا آپ نے نادر شاہ درانی میں بعض تبدیلیاں کیں اور بذریعہ ڈاک بھیج دیا۔ میرٹھ کی نمائش کے موقع پر جب نیو الفریڈ وہاں پہنچی تو آپ بلسارا سے ملے۔ اس وقت نیو الفریڈ کے علاوہ میرٹھ میں میڈن کی الفنسٹن اور محمد سیٹھ کی الکزنڈر بھی موجود تھیں۔ حبیب سیٹھ کا انتقال ہو چکا تھا۔

نادر شاہ درانی :- دی پارسی الفنسٹن ڈرامیٹک کمپنی کا ادبی۔ معاشرتی

تو ارنجی کھیل"

پلاٹ: نادر شاہ درانی ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے اور ساحل اٹک پر خیمہ زن ہے۔ دوسری طرف ہندوستان کا رنگیلا راجا — محمد شاہ — اپنے محل میں داد عیش دے رہا ہے۔ شہزادی جہاں آرا اپنے باپ کو آنے والے خطرات سے آگاہ کرتی اور بضد ہوتی ہے کہ وہ شراب و کباب سے باز آئے۔ بادشاہ اس کو قید کر دیتا ہے۔ امیر الامراء اس کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ بادشاہ اس کو بھی عہدہ سے معزول کر دیتا ہے۔ نمک حرام وزیر (مرزا خاں) جہاں آرا سے اظہار عشق کرتا ہے۔ لیکن وہ اسکو ٹھکرا دیتی ہے۔ مرزا — نادر شاہ کے سفیر کو قتل کر کے اس کا الزام امیر الامراء پر عائد کرتا اور صوبہ دار اودھ نواب سعادت علی خاں برہان الملک کے ذریعہ جو بادشاہ کی مدد کے لئے آیا تھا نادر شاہ کے پاس صلح کا پیغام لے کر بھیجتا اور اس کے بعد خود جاتا ہے۔ وہ اسکو ہندوستان کی بے شمار دولت، تخت طاؤس اور کوہ نور کے سبز باغ دکھلاتا اور ملک پر حملہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

نادر شاہ حملہ کرتا ہے دہلی میں قتل و خون کا بازار گرم ہوتا ہے۔ آخر میں عام معافی دی جاتی ہے۔ نادر شاہ سلطنت مغلیہ کی جمع کی ہوئی بے شمار دولت لے کر اپنے وطن واپس جاتا ہے۔

اس ڈرامہ کے میوزک ڈائرکٹر ماسٹر برج لال تھے اور دسمبر ۱۹۳۳ء میں اسٹیج ہوا۔

قتل تمیزن

عرف دہلی بازار کی دنادن

دل نے یہ ڈراما پارسی الگزنڈر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کے لئے ایک شب میں قلمبند کیا اور میرٹھ کی نمائش منعقدہ ۱۹۳۴ء میں اسٹیج ہوا۔

پلاٹ: نواب اختر مرزا ابن نواب غفار بیگ والی ریاست ہانسی ایک مقامی طوائف "آبادی" سے ناراض ہو کر میرٹھ کی نوچندی دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ وہ تمیزن کا مجرا

بھی دیکھتے اور بہت محظوظ ہوتے ہیں۔ تمیزن ان کو اپنے جال میں پھانستی اور بے حد و حساب محبت کا اظہار کرتی ہے۔ نواب صاحب دو بیویوں کے باوجود اس سے شادی کر لیتے ہیں۔

نواب اختر مرزا کی دولت چاٹنے کے بعد وہ ان سے طلاق لیتی اور پھر اپنا اڈہ قائم کرتی ہے یہ سن کر اختر مرزا کی حالت اور غیر ہو جاتی ہے۔ نواب غفار بیگ اپنے بیٹے کی خاطر تمیزن کے مکان پر جاتے اور اس سے واپس چلنے کی استدعا کرتے ہیں لیکن وہ نواب صاحب کو بے عزت کر کے اپنے گھر سے نکال دیتی ہے۔ اختر مرزا یہ سنکر تمیزن کے مکان پر جاتا اور اس کو واصل جہنم کرتا ہے۔ اختر مرزا کا نوکر بندو ہر دو طوائفوں کے باپ خادم حسین کو اپنی گولی سے ہلاک کرتا ہے۔ مقدمہ چلتا ہے۔ اختر کو پھانسی اور بندو کو عبور دریائے شور کی سزا ملتی ہے۔

اس ڈرامہ میں دو پنجابی غزلیں۔ چار ایسی غزلیں جن میں امرت تخلص آیا ہے اور ایک غزل جس میں ریاض تخلص آیا ہے درج ہیں۔ کسی غزل میں دل تخلص نہیں آیا ہے۔

دلؔ دوبارہ محمد سیٹھ کی کمپنی میں ملازم ہو گئے اور دہلی۔ آگرہ ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے اور میڈن کی الفنسٹن کے لئے جس کے مالک کرنانی سیٹھ تھے۔ ...... "اچھوت کی لڑکی" لکھا جو دس روز تک مسلسل چلتا رہا۔ اس کے بعد اسی کمپنی کے لئے ایک دھارمک ڈراما بنام "پریت کی جیت" لکھا۔ پھر سنہ ۱۹۳۶ء میں "نئی دلہن" لکھا۔

کچھ عرصہ بعد گریٹ کورنتھین تھیٹریکل کمپنی کے لئے "دو عیار تی بالک" مارچ سنہ ۱۹۳۸ء میں لکھا۔ لیکن کمپنی زیادہ عرصہ زندہ نہ رہی۔ دو تین سالہ دیگر مصروفیات کے بعد فریدیں ایرانی کی کھٹاؤ الفریڈ کے لئے "سماج کا راج" لکھا۔

غازی محمد بن قاسم۔ محبوب بارایٹ لا اور پاسبان وغیرہ کراچی میں لکھے۔ غازی محمد بن قاسم کے متعلق مصنف کا بیان ہے کہ یہ ڈراما اسٹار ڈرامیٹک یونین نے بمقام کراچی سنہ ۱۹۴۸ء میں اسٹیج کیا تھا۔ اسے خود مصنف نے ڈائرکٹ کیا اور اس میں عطا محمد

بندو خاں۔ محمد عثمان۔ خادم حسین۔ مستحسن۔ انوری بیگم اور شمیم آرا بیگم نے کام کیا۔ سلطان ابن سعود نے مصنّف کو خلعت عطا فرمائی۔

راحت مراد آبادی ۔ احمد حسین خاں

(۱) خون وفا

(۲) آسمانی بلا

راحت صاحب اپنے "دیباچہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

خون وفا "یہ نامی گرامی تماشا فتح اندلس (مصنفہ عبدالحلیم شرر) سے اخذ کیا گیا ہے اس کے اندر جو رد و بدل کیا گیا ہے وہ صرف ناٹک کے لحاظ سے (بدرجہ) مجبوری کرنا پڑا ہے"

• کتاب کے آخر میں تحریر ہے "مصنفہ منشی راحت حسین خاں راحت مرادآبادی ڈرامٹسٹ حال وارد بمبئی۔ بھنڈی بازار ۲۷۳ قلمی والا کا (مکان) دوسرا مالا"

پلاٹ: شاہ جولین والی سبطہ عیش و مسرت کی زندگی بسر کرتا ہے کہ روم کا سپہ سالار رونق جنگ اس کی بیٹی دلارام کا خواہاں ہوتا۔ اور بصورت انکار حملہ کی دھمکی دیتا ہے جولین رشتہ نامنظور کرتا اور دلارام کو اس کے چچازاد بھائی ستم انگیز والی اسپین کے پاس بھیج دیتا ہے۔ ستم انگیز دلارام کو دیکھتے ہی عاشق ہو جاتا اور زبردستی اس کی عصمت بگاڑنا چاہتا ہے جولین رونق جنگ سے صلح کر لیتا اور اس کو اپنے عیش محل میں مدعو کرتا ہے۔ رونق مریم کو دلارام سمجھ کر اظہار عشق کرتا ہے۔ دلارام اپنے باپ کو کل حال سے مطلع کرتی ہے جولین رونق کو بتلاتا ہے۔ رونق فوراً تیار ہو جاتا ہے۔ ستم انگیز شکست کھاتا ہے۔ رونق کی شادی مریم سے ہو جاتی ہے۔

مصنف اپنے "دیباچہ" میں لکھتا ہے

آسمانی بلا "آسمانی بلا کا پلاٹ ایک انگریزی کتاب سے لیا گیا ہے جس کا مصنف سر والٹر اسکاٹ ہے اور اسکاٹ لینڈ کا رہنے والا ہے"

مصنف "ڈیڈیکیشن" کے عنوان سے لکھتا ہے۔

"میں اپنے اس حقیر اور ناچیز تحفہ کو جناب منشی آغا حشر کشمیری و مسٹر سہراب مالک نیو الفریڈ پارسی تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں جس کو میں نے تین سال کے عرصہ میں نہایت جانفشانی اور سختیاں اٹھا کر تیار کیا ہے اور جو بوجہ علالت طبع کے ایک مدت تک نا مکمل پڑا رہا اور آخر دوستوں کی فہائش سے اس کو نظر ثانی کر کے درست کیا۔"

پلاٹ: روس کا ایک فوجی دستہ عالمگیر کو گرفتار کرنے کے لئے جاتا ہے۔ وہ اپنی بیٹی حسن افروز کے ساتھ راہ فرار اختیار کرتا اور شاہ آسٹریا کی قدم بوسی حاصل کرتا ہے جو اس سے ایک دوست کی طرح ملتا ہے۔ ایک دن جبکہ حسن افروز شاہی باغ کی سیر میں مصروف تھی ایک ترکی شہزادہ (سلیمان) اس کو دیکھتا اور اس پر عاشق ہو جاتا ہے۔ حسن افروز کی سہیلی فرزانہ وزیرزادہ کریم سے محبت کرتی ہے۔ فرزانہ بادشاہ کو اطلاع دیتی ہے کہ سلیمان اور اس کا باپ دونوں ترکی جاسوس معلوم ہوتے ہیں۔ سلیمان اور حسن افروز۔ اور۔ کریم اور فرزانہ کارتھین پہاڑ پر جاتے ہیں۔ کریم کے ہاتھ سے سلیمان اور حسن افروز کے ہاتھ سے فرزانہ ماری جاتی ہے۔ روسی سپہ سالار شیر دل حسن افروز کو گرفتار کرنا چاہتا ہے کہ وہ سلیمان کی کمر سے طپنچہ کھینچکر پہلے شیر دل کو مارتی اور پھر خود اپنے مار لیتی ہے۔

کتاب کے آخری صفحہ پر رحمت کے تیسرے ڈرامہ "خون بسمل" کا اشتہار ہے کہ "عنقریب شائع ہو گا۔"

رادھے شیام دہلوی۔ پنڈت

پنڈت رادھے شیام کتھا واچک بمقام بریلی بتاریخ ۲۵ نومبر ۱۸۹۰ء رات کو آٹھ بجے گلی کا مارتھیاں میں پیدا ہوئے[1] آپ کے مورث اعلیٰ ریاست الور کے باشندے تھے

---

[1] بتوسط جناب چندر نارائن صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ وکیل۔ بریلی۔ (بزبان اردو)

جو اپنی سسرال ہی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ آپ کا پیشہ ہر دوار سے گنگا جل لاکر گو لا گو کرن ناتھ میں مہا دیو جی پر چڑھانا تھا۔ اسی لئے وہ کامارتھی کہلاتے تھے اور جس گلی میں وہ رہتے تھے وہ گلی کامارتھیاں کہی جانے لگی۔

آپ کے والد بزرگوار پنڈت بانکے لال جی نہایت متقی۔ پرہیز گار اور عبادت گذار تھے اور تلسی راماین اور رکمنی منگل کی کتھائیں بڑی خوش الحانی پورے وثوق اور جوش مذہبی کے ساتھ گاتے تھے اور بڑی بڑی دور تک جاتے تھے۔ انھوں نے رادھے شیام کو بھی اپنے روزگار کی تعلیم دی۔ لڑکے نے بمصداق ؎ اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند۔ اس پیشہ میں وہ چاند لگائے کہ جہاں کہیں کتھا کا ذکر آتا پنڈت رادھے شیام کا نام سب سے پہلے لیا جاتا پنڈت جی نے بھی اپنے فن میں نت نئی ایجادیں کیں اور اپنے لئے ایک طرز مخصوص کرلی جو "رادھے شیام" کے نام سے مشہور ہے۔

آپ نے اپنے طرز پر ایک راماین لکھی جس کی کم وبیش ایک کروڑ کاپیاں اب تک فروخت ہو چکی ہیں۔ آپ نے بڑے بڑے راجاؤں۔ مہاراجاؤں اور سیاسی لیڈروں — پوجیہ پنڈت مدن موہن مالوی اور فخر قوم محب وطن پنڈت موتی لال آنجہانی وغیرہ کے سامنے کتھائیں پڑھی ہیں اور خراج عقیدت وصول کیا ہے۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں نیو البرٹ تھیٹریکل کمپنی نے اپنا ڈرامہ "راماین" مہاراجہ جے پور کے حضور میں پیش کیا۔ مہاراجہ موصوف نے مشورہ دیا کہ وہ پنڈت رادھے شیام سے اصلاح لیں۔ پنڈت جی نے حسب ذیل ڈرامے لکھے۔

(۱) راماین — سنہ ۱۹۱۳ء

(۲) ویر ابھیمنو — سنہ ۱۹۱۴ء

(۳) شرون کمار — سنہ ۱۹۱۶ء

(۴) مہابھارت ماتا — سنہ ۱۹۱۸ء

(۵) بال کرشن	سنہ ۱۹۱۸ء
(۶) اوشا انرودھ	سنہ ۱۹۲۰ء
(۷) پریم بھگت پرہلاد	سنہ ۱۹۲۰ء
(۸) پرورتن	سنہ ۱۹۲۵ء
(۹) مشرقی حور	سنہ ۱۹۲۵ء
(۱۰) رکمنی منگل	سنہ ۱۹۲۷ء
(۱۱) ایشور بھگتی	سنہ ۱۹۲۸ء
(۱۲) درو پدی	سنہ ۱۹۲۹ء
(۱۳) شکنتلا	سنہ ۱۹۳۲ء
(۱۴) مہر رشی والمیکی	سنہ ۱۹۳۲ء
(۱۵) ستی پاروتی	سنہ ۱۹۴۲ء

رامائن پنڈت رادھے شیام نے سنہ ۱۹۱۲ء میں نیو البرٹ کے ڈرامہ کو از سر نو قلمبند کیا جو پہلی بار بریلی میں اسٹیج ہوا۔ اس ڈرامہ کی زبان ہندوستانی (ہندی۔ اردو) ہے۔ اس میں ماسٹر رحمت اور ماسٹر نثار وغیرہ نے کام کیا۔

ویر ابھیمنو رادھے شیام نے یہ ڈراما سنہ ۱۹۱۴ء میں لکھا لیکن نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی نے سنہ ۱۹۱۶ء میں پہلی بار دہلی میں اسٹیج کیا[1]۔ اس کی زبان ہندوستانی ہے اس میں سہراب جی اوگرا اور بھوگی لال نانگ نے کام کیا۔

---

[1] چندر نارائن صاحب لکھتے ہیں۔ "جب یہ خبر (رامائن کی کامیابی کی) نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی کے مشہور و معروف ڈائرکٹر سیٹھ سہراب جی اوگرا المعروف بہ کوبک کنگ کو پہنچی تو فوراً پنڈت جی سے ویر ابھیمنو لکھنے کی فرمائش کی جو سنہ ۱۹۱۵ء میں اسٹیج ہوا۔"

یہ ڈراما پنجاب یونیورسٹی کے الیف اے کے نصاب میں داخل تھا۔

شرون کمار یہ ڈراما ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا اور ۱۹۱۷ء میں سور وجے ناٹک منڈلی اور مابعد ۱۹۲۸ء میں نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی نے دہلی میں اسٹیج کیا۔ اس کی زبان ہندستانی ہے اور پنجاب یونیورسٹی کے "ہندی رتن" کورس میں شامل رہا ہے۔

۱۹۲۸ء میں اس کا افتتاح مہامانیہ پنڈت مدن موہن مالویہ نے کیا۔

بھارت ماتا یہ ڈراما ۱۹۱۸ء میں کنیا مہا ودیالہ جالندھر کے لئے تصنیف کیا گیا۔ یہ ہندی زبان میں ہے اور اس میں رادھا وغیرہ نے کام کیا۔

بال کرشن پنڈت جی نے یہ ڈراما ۱۹۱۸ء میں سور وجے ناٹک منڈلی کے لئے ہندی زبان میں لکھا تھا اور دہلی میں پہلی بار کھیلا گیا تھا۔ اس میں لوچی وغیرہ نے کام کیا۔ ضروری تبدیلیوں کے بعد پنڈت جی نے اس کا نام "شری کرشن اوتار" رکھا اور نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یہ ڈراما پہلی بار دہلی میں اسٹیج ہوا اس میں چوبے رام اور کرشن وغیرہ نے کام کیا۔

اوشا انرودھ یہ ڈراما ۱۹۲۰ء میں سور وجے ناٹک منڈلی کے لئے لکھا گیا اور پہلی بار بریلی میں کھیلا گیا۔ اس کی زبان ہندی ہے۔ اس میں لوچی اور بھگوان وغیرہ نے کام کیا۔

پریم بھگت پرہلاد یہ ڈراما ۱۹۲۰ء میں تصنیف ہوا اور نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی نے اسے ۱۹۲۱ء میں پہلی بار احمد آباد میں اسٹیج کیا۔ اس کی زبان ہندوستانی ہے۔ اس میں سہراب جی اوگرا اور پھول چند مارواڑی نے کام کیا۔

پنڈت جی ۱۵ نومبر ۱۹۲۳ء سے نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی میں باقاعدہ ملازم

ہو گئے۔ شرط یہ تھی کہ وہ سال بھر میں ایک ڈراما لکھیں گے۔ سوائے ریہرسل کے زمانہ کے باقی اوقات جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ کمپنی جب کبھی ان کو بلائے گی سیکنڈ کلاس اور ایک ملازم کا کرایہ اور سفرخرچ دے گی۔ دوران قیام بمبئی میں ایک آرائشی کرہ کے علاوہ پانچ روپیہ یومیہ برائے خوراک دیگی۔ تنخواہ ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار اس کے علاوہ ہوگی۔ کمپنی پنڈت جی کے چھوٹے بھائی مدن موہن لال کو سو روپیہ ماہوار بحیثیت اسسٹنٹ ڈراما نویس دے گی۔

پرورتن یہ ڈراما ۱۹۱۷ء میں لکھا گیا اور ۱۹۲۵ء میں نیو الفریڈ تھیٹر یکل کمپنی آف بمبئی نے دہلی میں پہلی بار اسٹیج کیا۔ اس کی زبان ہندوستانی ہے اس میں محمد شاکر۔ زبدا شنکر وغیرہ نے کام کیا۔

مشرقی حور یہ ڈراما ۱۹۲۵ء میں تصنیف ہوا اور نیو الفریڈ نے ۱۹۲۶ء میں پہلی بار دہلی میں اسٹیج کیا۔ اس کی زبان اردو ہے اس میں زبدا شنکر اور فدا حسین وغیرہ نے کام کیا۔

شری کرشن اوتار عرف بال کرشن
ملاحظہ ہو بال کرشن

رکمنی منگل یہ ڈراما نیو الفریڈ تھیٹر یکل کمپنی کے لئے ۱۹۲۷ء میں لکھا گیا اور پہلی بار بنارس میں اسٹیج ہوا۔ اس کی زبان ہندی ہے۔ اس میں زبدا شنکر وغیرہ نے کام کیا۔

بھیشم پتامہ یہ ڈراما ۱۹۲۸ء میں تصنیف ہوا اور نیو الفریڈ تھیٹر یکل کمپنی آف بمبئی نے اسے ۱۹۲۹ء میں پہلی بار دہلی میں اسٹیج کیا۔ اسکی زبان ہندوستانی ہے۔ اس میں چھوٹے رام کرشن، زبدا شنکر وغیرہ نے کام کیا۔

اس ڈرامہ کا افتتاح پنڈت موتی لال نہرو نے جو اسوقت آل انڈیا کانگریس کمیٹی

کے صدر تھے اپنے دست خاص سے کیا تھا۔

دروپدی سوئمبر یہ ڈراما ۱۹۲۹ء میں نیو الفریڈ کے لئے لکھا گیا اور کمپنی نے اسے پہلی بار امرتسر میں اسٹیج کیا۔ اس کی زبان ہندی ہے اس میں گنگا پرشاد اور نربدا شنکر نے کام کیا۔

اس کے بعد پنڈت جی بہ سبب خرابی صحت ۲۱ر فروری ۱۹۳۰ء کو ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔

شکنتلا پنڈت جی نے یہ ڈراما ۱۹۳۲ء میں میڈن تھیٹرز لمیٹیڈ کے لئے لکھا اور کلکتہ میں پہلی بار اسٹیج ہوا۔ اس کی زبان ہندوستانی ہے۔ اس میں نثار۔ کجن۔ شریف وغیرہ نے کام کیا۔

مہرشی والمیکی پنڈت جی نے یہ ڈراما ۱۹۳۲ء میں لکھا اور ۱۹۳۳ء میں میڈن تھیٹرز لمیٹیڈ نے اسے کلکتہ میں پہلی بار اسٹیج کیا۔ اس کی زبان ہندی ہے اس میں عبدالرحمن کابلی۔ دادا بھائی سرکاری وغیرہ نے کام کیا۔

ستی پاروتی پنڈت جی نے یہ ڈرامہ ۱۹۱۶ء میں لکھنا شروع کیا تھا لیکن چند در چند وجوہات کی بنا پر مکمل نہ کر سکے۔ یہ ڈراما ۱۹۴۴ء میں دی گریٹ شاہجہاں تھیٹریکل کمپنی دہلی میں پہلی بار اسٹیج ہوا اس کی زبان ہندی ہے۔ اس میں مانک لال چوبے رام کرشن۔ سلطانہ وغیرہ نے کام کیا۔

رضی بنارسی۔ رضی الدین

(۱) ہیر رانجھا

(۲) ٹیپو سلطان

(۳) جے چتوڑ

ہیر رانجھا رضی بنارسی اور فدا حسین نے جو ہندوستان تھیٹرز کلکتہ کے ایکٹر تھے

مشترکہ طور پر یہ کھیل ۱۹۴۸ء میں کمپنی کے لئے لکھا تھا۔

ٹیپو سلطان رضی بنارسی نے یہ ڈراما ہندستان تھیٹرز کلکتہ کے لئے ۱۹۴۸ء میں لکھا تھا۔

جے چتوڑ رضی بنارسی نے یہ تماشا لکشمی تھیٹریکل کمپنی کے مالک چھیلا ماسٹر کی فرمائش پر ۱۹۵۲ء میں لکھا تھا۔ کمپنی نے اسے کلکتہ میں پہلی بار اسٹیج کیا۔ کمپنی کا ہیڈ کوارٹر بھی کلکتہ تھا اس میں مندرجہ ذیل اداکاروں نے پارٹ کیا۔

منگل راج کا پارٹ گنپت لال نے کیا۔ بھیکاجی کا رضی الدین نے۔ جے راج کا ترلوچن نے۔ رندھیر کا این اے پریم نے۔ ہمایوں کا شکھر نے۔ دھرم راج کا نینو رام جی نے۔ دیمل دیوی کا سرسوتی بائی نے۔ ضیاء کا عقیلہ بائی نے اور راج متی کا وزیر بائی نے پارٹ کیا۔

رندھیر

(۱) پھانسی کی رانی

(۲) سردار بھگت سنگھ

رندھیر نے یہ دونوں تماشے ۱۹۴۸ء میں ہندستان تھیٹرز کے لئے لکھے تھے۔

ریاض دہلوی۔ منشی ریاض الدین

ریاض الدین نام۔ ریاض تخلص۔ دہلی کے رہنے والے۔ ۱۹۱۷ء میں وہ نیو الفریڈ میں بحیثیت منشی ملازم تھے۔ اوسط درجے کے پڑھے لکھے۔ خاصہ مطالعہ۔ ذہین اور طباع۔ سینکڑوں ڈرامے زبانی یاد تھے۔ جو ڈراما دو چار بار سن لیا زبانی یاد ہو گیا بھاری بھر کم جسم۔ لمبا قد۔ خوبصورت اور وجیہہ۔ پرانے اور منجھے ہوئے ایکٹر تھے اور اپنا پارٹ خوب کرتے تھے۔

ریاض دہلوی مشرقی حور میں سلطان غزنوی۔ فسانۂ عجائب میں شہپال جادوگر الہ دین چراغ میں ابن زاد اور چلتا پرزہ میں آزاد کا پارٹ کرتے تھے۔ اگرچہ یہ علیزر دادا

کا مخصوص پارٹ تھا اور اس میں انھوں نے کافی شہرت حاصل کی تھی لیکن جب یہ پارٹ ریاض کو ملا تو حق یہ ہے کہ انھوں نے حق ادا کر دیا اور آزاد کا پارٹ خوب کیا۔

ان کی آواز صاف اور بلند تھی۔ تھرڈ کلاس سے بھی آگے تک جاتی تھی۔ آدمی با اخلاق اور با مروت تھے جس نے جو کچھ جہاں سے پوچھا بے تکلف بتلا دیا۔ بلکہ اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کر دیا۔ جہاں بیٹھتے چہچہاتے تھے وہ وہ لطیفے بیان کرتے کہ لوگ ہنستے ہنستے لوٹ جاتے۔

وہ عام طور پر چوڑی دار پاجامہ۔ چکن کا کرتہ اور شیروانی پہنتے تھے۔ دہلی ٹائپ کی کڑھی ہوئی ٹوپی۔ ان کا شمار دہلی کے شرفاء میں ہوتا تھا۔ محلہ سوئی والان میں ان کا ذاتی مکان تھا۔ اجمیری گیٹ سے فتح پوری کو جو راستہ جاتا ہے اس میں ایک گلی سوئی والان کہلاتی ہے۔

منشی ریاض الدین کا لڑکا غیاث الدین اب تک دہلی میں موجود ہے۔

(۱) چلتا پرزہ عرف مہذب ڈاکو

(۲) شریف بدمعاش عرف زاہد عیاش

(۳) اسیر حرص عرف ظلم چنگیز

(۴) سلور کنگ عرف اچھوتا دامن

(۵) خون جگر عرف نیلوفر

(۶) آہ مظلوم عرف فریاد معصوم

(۷) تاجدار جوگن

(۸) مہاراجہ بکرماجیت عرف تین اندھے

(۹) لیڈی لاجونتی عرف مکار جاسوس

(۱۰) اڈر نگ چین عرف علاء الدین چراغ

(۱۱) جانباز وطن

(۱۲) اسلامی جھنڈا

(۱۳) لیلیٰ مجنوں

(۱۴) فتح جنگ عرف حسن کش۔ کور نمک

(۱۵) حسن کا ڈاکو

(۱۶) نورانی موتی

(۱۷) کایا پلٹ

(۱۸) مالن کی بیٹی

(۱۹) مسلم پجاری عرف گائے کی فریاد

(۲۰) گگر وزر بینہ

چلتا پرزہ عرف مہذب ڈاکو

یہ احسن لکھنوی کا ڈراما ہے جسے ریاض دہلوی نے چار جگہ اپنے تخلص کے اضافہ۔ دو غزلوں اور چند سطور کے ہیر پھیر کے بعد اپنے نام سے شائع کیا لیکن اس احتیاط کے باوجود باب اول منظر چہارم کے ایک گانے میں احسن تخلص آ ہی گیا۔

اس ڈرامہ کے سرورق پر تحریر ہے:

"جملہ حقوق محفوظ ہیں — مکمل ڈراما چلتا پرزہ عرف مہذب ڈاکو۔ شاعر نازک خیال ناظم و ناثر بے مثال منشی ریاض الدین احمد المتخلص بہ ریاض دہلوی ڈراماٹسٹ اینڈ ناولسٹ سابق ملازم دی نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی حال ملازم دی پارسی الکزنڈر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی"

یہ ڈراما جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا۔

اسی ڈرامہ کی نقل ڈیکل بک ڈپو احمد آباد نے گجراتی زبان میں شائع کی۔ جس کے صفحہ

اٹھارہ پر " احسن" تخلص درج ہے۔

شریف بدمعاش عرف زاہد عیاش

یہ ڈراما بھی احسن لکھنوی کا ہے۔ جسے ریاض دہلوی نے چند الفاظ کے ردوبدل کے بعد اپنے نام سے شائع کیا۔ اس کے ناشر جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور ہیں۔ اس پر " جملہ حقوق محفوظ ہیں "، تحریر ہے۔

اسیر حرص عرف ظلم چنگیز

یہ ڈراما آغا حشر کاشمیری کا ہے۔ کتاب کے سرورق پر تحریر ہے۔

" ظلم چنگیز عرف اسیر حرص۔ مولفہ۔ منشی ریاض الدین صاحب ریاض دہلوی ۔۔۔ حسب فرمائش جے۔ ایس سنت سنگھ اینڈ سنز۔ تاجران کتب۔ چوک متی۔ لاہور "

اس میں ریاض دہلوی نے بہت اطمینان سے حشر کی غلطیاں نکالی ہیں اور جا بجا نثر و نظم میں اصلاح کی ہے۔ کہیں بڑھایا اور کہیں گھٹایا ہے اور کہیں بے جا اور غیر مربوط عبارت سمجھ کر قلم زد کر دیا ہے۔

سلور کنگ عرف اچھوتا دامن

یہ ڈراما بھی آغا حشر کاشمیری کا ہے کتاب کے سرورق پر تحریر ہے:

" ڈراما اچھوتا دامن المعروف بہ سلور کنگ مولفہ جناب منشی ریاض الدین صاحب ریاض دہلوی ڈراماٹسٹ جو بعد تجدید و اضافہ سین ضروری ابوالعلائی اسٹیم پریس آگرہ میں چھاپا گیا۔"

اس میں بھی ریاض نے حسب ضرورت کتر بیونت کی ہے اور آخری غزل میں حشر کی جگہ اپنا تخلص ریاض لکھدیا ہے

خونِ جگر عرف نیلوفر

یہ ڈراما خلیل الدین خلیل کا ہے۔

سرورق پر تحریر ہے:" نیا ڈراما مکمل مع نظم و نثر خونِ جگر المعروف بہ نیلو فر مصنفہ منشی ریاض الدین احمد ریاض دہلوی ڈراماٹسٹ۔ باہتمام جمنا داس بھگوانداس۔ تاجر کتب بمبئی و کراچی مطبع علوی بمبئی میں چھپا۔"

ایک شعر بھی درج ہے۔

ریاض ہم کو میسّر ہوئی بقائے دوام ‏ ‏ ‏ فنا کے بعد ہمارا کلام باقی ہے

ڈرامہ کے باب اول منظر دہم (ص۱۴) میں ریاض تخلص درج ہے۔

آہ مظلوم عرف فریاد معصوم

یہ ڈراما عبد اللطیف شاد کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے باب اول۔ پردہ اول میں ریاض نے شاد کی بجائے اپنا تخلص درج کیا ہے۔ کتاب کے سرورق پر تحریر ہے

ظالم تجھے بہت سے کنوئیں یہ جھکائے گی ‏ ‏ ‏ مظلوم کی یہ آہ ہے خالی نہ جائے گی

"مصنفہ سردار الشعراء منشی ریاض الدین احمد ریاض دہلوی۔ ڈراماٹسٹ دی نیو البرٹ کمپنی وغیرہ ـــ پارسی الکزنڈر کمپنی کا مشہور و معروف کھیل۔

"یہ ناٹک ۱۸۶۷ء کے پچیسویں قاعدے کے مطابق داخل رجسٹری ہوا ہے اور ہر زبان میں ترجمہ کرنے کا حق مشتہر نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے ـــ المشتہر جمنا داس بھگوانداس تاجر کتب۔ بمبئی و کراچی۔

"۱۳۲۹ھ ہجری (۱۹۱۱ء) در مطبع علوی (بمبئی) طبع شد"

تاجدار جوگن

یہ ڈراما بھی عبد اللطیف شاد (بمبئی) کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں ریاض دہلوی نے باب اول منظر دوم۔ باب دوم۔ منظر دوم اور باب سوم۔ منظر پنجم میں شاد کی بجائے اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ کتاب کے سرورق پر درج ہے "جملہ حقوق تصنیف خرید لیا ہے۔" اور

ریاض ہم کو میسّر ہوئی بقائے دوام ‏ ‏ ‏ فنا کے بعد ہمارا کلام باقی ہے

"مکمل ڈراما تاجدار جوگن۔ مصنفہ شاعر نازک خیال ناظم شمائل منشی ریاض الدین احمد ریاض دہلوی ڈراماٹسٹ اینڈ ناولسٹ آتھر آف نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی۔ دی بمبئی پارسی کھٹاؤ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی مشہور و معروف کھیل ...... حسب فرمائش جے۔ ایس سنت سنگھ اینڈ سنز۔ لاہور۔"

عرف تین اندھے

مہاراجہ بکرماجیت یہ طالب بنارسی کا ڈراما ہے۔ اس کا اصل نام "بکرم بلاس یعنی سات اندھے" ہے۔ اصل ڈراما خورشید جی مہروان جی بالیوالا مالک کمپنی (وکٹوریہ ناٹک منڈلی) نے خاص و عام کے لئے ۱۹۱۱ء میں شائع کیا تھا۔

ریاض دہلوی نے کتاب کے آخر میں ایک گانا مع تخلص اضافہ کیا ہے۔ سرورق پر تحریر ہے:۔

"اصلی ڈراما تین اندھے عرف مہاراجہ بکرماجیت ـــــ منشی ریاض الدین صاحب (ریاض) دہلوی کے جادو نگار قلم سے ـــــ بعد اخذ جملہ حقوق دائمی ـــــ جے۔ ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور"

عرف سرکاری جاسوس۔

لیڈی لاجونتی یہ ڈراما عباس علی کا ہے۔ ریاض نے اسے "سرکاری جاسوس" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اسے جے ایس۔ سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا ہے کتاب کے آخری گانے میں "ریاض" تخلص درج ہے۔

عرف علاء الدین چراغ

ارژنگ چین یہ ڈراما مراد لکھنوی کا ہے۔ اس کا اصل نام "تماشا علاء الدین عرف ارژنگ چین" ہے۔ ریاض دہلوی نے اسے اپنے نام سے شائع کیا اور غالباً جے ایس۔ سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے چھپوایا۔ سرورق پر ایک رنگین تصویر ہے اور

کتاب کا نام درج ہے۔ اندرون کتاب پر "جملہ حقوق محفوظ ہیں" تحریر ہے۔ مجموعی عبارت یہ ہے۔

مکمل ڈراما ارژنگ چین عرف علاالدین چراغ ــــ مصنفہ منشی ریاض الدین ریاض دہلوی" کتاب کی پوٹ میں تحریر ہے "ہندوستان پریس۔ ہسپتال روڈ۔ لاہور میں باہتمام لالہ دولت رام پرنٹر و پبلشر چھپا"

جانباز وطن یہ ڈراما راحت مرادآبادی کا ہے اور اس کا اصل نام "خون وفا" ہے۔ ریاض دہلوی نے اصل عبارت میں معمولی تبدیلیاں کی ہیں اور نام بدل دیے ہیں۔ مثلاً جیولین کا نام جولیس سیزر۔ ولی آرام کا نام مہ لقا۔ مریم کا بیمبر۔ ستم انگیز کا شاہ ستمگر۔ رونق جنگ کا جنگ بہادر اور نقل دکومک، میں اگلشن کا گلرخسار محسن کا حسین۔ رحیم کا علیم۔ کریم کا سلیم اور راحت کی جگہ ریاض لکھ دیا گیا ہے۔

سرورق پر درج ہے:-

"جانباز وطن مصنفہ شاعر شیریں مقال ناظم بے مثال شاعر باکمال جناب منشی ریاض الدین احمد صاحب المتخلص بہ ریاض ڈراماٹسٹ و ناولسٹ ملازم حال دی پارسی الگزنڈر تھیٹریکل کمپنی مصنف کتب متعدد۔ تلمیذ رشید جناب بلبل ہندوستان حضرت مرزا داغ دہلوی مرحوم۔

"حسب فرمائش جے۔ ایس۔ سنت سنگھ اینڈ سنز۔ لاہور"

اصل کتاب میں جانباز وطن کی بجائے "جانباز" لکھا ہے

مزید لطف یہ ہے کہ ریاض نے یہ کتاب اپنے "مکرم ماموں جناب شیخ محمد تقی صاحب رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ لاہور" کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ منسوب کی ہے۔

اسلامی جھنڈا یہ ڈراما آغا سید اصغر علی اصغر نظامی کا ہے جو "شان اسلام

عرف ترکی تلوار" کے نام سے جے ایس۔ سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا ہے ریاض نے اسی ڈرامہ کو اپنے الفاظ میں از سرِ نو لکھ کر اور دو مناظر کا اضافہ کر کے "اسلامی جھنڈا" کے نام سے شائع کیا ہے۔

کتاب کے سرورق پر تحریر ہے "جملہ حقوق مصنف صاحب سے خرید لئے گئے ہیں۔۔ مکمل ڈراما اسلامی جھنڈا مصنفہ منشی ریاض الدین صاحب ریاض کے جادو نگار قلم سے۔ حسب فرمائش جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور"

لیلیٰ مجنوں اس کا پلاٹ سوائے باب اول کے منشی دل کے ڈرامہ لیلیٰ مجنوں کا چربہ ہے۔ ابواب کی تقسیم۔ کرداروں کی نقل و حرکت اور مکالمہ میں تسلسل سو فیصدی اصل مصنف کا ہے۔ ریاض نے صرف از سرِ نو لکھا ہے۔

سرورق پر تحریر ہے۔ "جملہ حقوق محفوظ ہیں"

بوئے الفت تمام پھیلی ہے باقی اب قیس ہے نہ لیلیٰ ہے

"مکمل ڈراما لیلیٰ مجنوں۔ مولفہ۔ مرتبہ۔ مصنفہ۔ مقبول الزماں خلاق المعانی منشی ریاض الدین احمد صاحب ریاضؔ دہلوی ڈراماسٹ اینڈ ناولسٹ۔

"حسب فرمائش جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور"

پورے ڈرامہ میں صرف ایک بار۔۔۔ سہیلیوں کے سین میں۔۔۔ ریاض تخلص آیا ہے۔

فتح جنگ عرف محسن کش۔ کور نمک

اس ڈرامہ کا پلاٹ کسی نامعلوم مصنف کے کسی قدیم ڈرامے سے ماخوذ ہے جو ۱۸۹۵ء اور ۱۹۰۰ء کے درمیان شائع ہوا تھا۔ ریاض نے جو نظمیں اور غزلیں اس میں درج کی ہیں وہ ان کی اپنی معلوم ہوتی ہیں کیونکہ "نیو جود ھپور ہیکا نیر تھیٹریکل کمپنی آف راجپوتانہ" نے خلاصہ اور گانے کی جو کتاب مطبع گلزار احمدی

واقع کھانڈیہ محلہ بمبئی ۳ سے شائع کرائی ہے اس میں اصل گانے درج ہیں اصل گانے کی کتاب میں جو تقریبا ساٹھ سالہ پرانی ہے کہیں کا تخلص درج نہیں ہے۔

ریاض کی اس تصنیف (یا تالیف) میں ایک جگہ بھی ان کا تخلص نہیں آیا ہے کتاب کے صفحہ اول پر تحریر ہے "جملہ حقوق خرید لئے گئے ہیں"۔

"ریاض ہم کو میسر ہوئی بقائے دوام فنا کے بعد ہمارا کلام باقی ہے

"مکمل معہ نظم و نثر وغیرہ موسومہ کورنمک عرف فتح جنگ محسن کش مولفہ مرتبہ شاعر نازک خیال ناظم بے مثال منشی ریاض الدین احمد ریاض دہلوی ڈراماٹسٹ اینڈ ناولسٹ مصنف کتب ہائے متعدد۔

"حسب فرمائش جے۔ ایس۔ سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور۔

پلاٹ:۔ ملکہ عادل اپنے سپہ سالار فتح جنگ سے خوش ہو کر اسے اصفہان کا علاقہ بخش دیتی ہے۔ فتح جنگ اپنی پوزیشن مضبوط کرنے کے بعد اپنے مالک ملک عادل سے خراج طلب کرتا ہے۔ بصورت دیگر اس کو قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے۔ ایکدن اچانک وہ اس کی خوابگاہ میں پہنچ جاتا ہے لیکن ملک عادل اپنے مسخرہ گڑبڑ جنگ کی وقتی امداد سے بچ جاتا ہے۔

فتح جنگ باقاعدہ فوج کشی کرتا اور دھوکے سے ملک عادل کو گرفتار کرنے کے بعد اس سے خراج کا مطالبہ کرتا ہے لیکن وہ انکار کرتا ہے۔ فتح جنگ اس کے قتل کا حکم صادر کرتا ہے لیکن سپہ سالار اور تلوجنگ ملک عادل کو چھڑا لیجاتے ہیں۔ لیکن وہ زہر پی کر مرجاتا ہے۔

لیکن ملک عادل کا فرزند دلاور جنگ اپنے باپ کے دشمنوں سے بدلہ لینے کا عہد کرتا ہے۔ دلاور جنگ کی معشوقہ نازک اندام (مرحوم سپہ سالار کی دختر) میدان کارزار میں خیمہ کے اندر گھس کر فتح جنگ پر وار کرتی ہے۔ دو پہرہ دار مدد پر آتے

ہیں لیکن نازک اندام ان کو گولیوں کا نشانہ بنا کر فرار ہو جاتی ہے۔ وہ بد و لڑائی میں دلاور جنگ فتح جنگ کو قتل کر دیتا ہے۔ دلاور جنگ کی شادی نازک اندام سے ہو جاتی ہے۔

حسن کا ڈاکو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اصل ڈراما کس کا ہے اور ریاض نے اس میں کیا کیا تبدیلیاں کیں۔ اس ڈرامہ میں ایک جگہ بھی ریاض تخلص نہیں آیا ہے۔ کتاب کے سرورق پر تحریر ہے:-

ریاضؔ ہمکو میسّر ہوئی بقائے دوام فنا کے بعد ہمارا کلام باقی ہے

"مکمل ڈراما حسن کا ڈاکو

بمبئی کی مایہ ناز مشہور و معروف دی پارسی رپن تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کا نیا تماشا جس کی شہرت (کی دھوم) ہندوستان سے برما۔ رنگون۔ سنگاپور۔ کولمبو تک پھیلی ہوئی ہے۔

مولفہ و مرتبہ شاعر نازک خیال ناظم و ناثر بے مثال فصیح الزماں منشی ریاض الدین احمد ریاضؔ دہلوی ڈراماٹسٹ اینڈ ناولسٹ تلمیذ حضرت داغؔ دہلوی

"حسب فرمائش جے۔ ایس۔ سنت سنگھ اینڈ سنز۔ لاہور"

پلاٹ: وزیر سلطنت مرزا شرارت بیگ جو ولی عہد سلطنت کا اتالیق بھی ہے اس کو عیاشی کا سبق پڑھاتا اور ایک بزرگ انسان مرزا اشرف بیگ کو اپنی لڑکی — تسنیم — دینے پر مجبور کرتا ہے۔ اشراف بیگ اس کو بد دعا دیتا ہے کہ وہ بھی اپنی بیٹی اپنے کاندھے پر شاہزادہ کی خوابگاہ تک پہنچائے۔

نورانی موتی یہ نہ معلوم ہو سکا کہ اصل ڈراما کس کا لکھا ہوا ہے اور ریاض نے اصل ڈرامہ میں کہاں اور کس قدر تبدیلیاں کیں۔ اس ڈرامہ کے باب اول۔ منظر اول۔ دوم۔ سوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ہفتم میں (دو بار) باب سوم منظر دوم میں (تین بار) اور چہارم میں گیارہ بار ریاض تخلص آیا ہے۔

اس کے سرورق پر تحریر ہے ۔

" مشہور تھیٹریکل کمپنیوں کا کھیلا ہوا مشہور اور مکمل ڈراما نورانی موتی ۔

" منشی ریاض الدین صاحب ریاض دہلوی کے قلم سے

" حسب فرمائش جے ۔ ایس ۔ سنت سنگھ اینڈ سنز ۔ لاہور "

ماہر کانپوری نے اسی پلاٹ پر ایک سنگیت لکھا اور " غریب کی دنیا " نام رکھا۔ اس میں شیام داس کا نام شیام لال اور نینی سین کا نام رام لال رکھا ہے ۔ اس سنگیت میں تین جگہ " ماہر " تخلص آیا ہے اور بڑے سائز کے اڑتالیس صفحات پر مشتمل ہے ۔ سرورق پر مصنفہ " ہری کرشن کھتری " تحریر ہے ۔ آخری سطر میں " شری کرشن " تخلص کے طور پر آیا ہے ۔

کایا پلٹ

صفحہ آخر پر ریاض تخلص درج ہے ۔

سرورق پر تحریر ہے " جملہ حقوق محفوظ ہیں "

ریاض ہم کو میسر ہوئی بقائے دوام   فنا کے بعد ہمارا کلام باقی ہے

" نیا تماشہ مکمل مع نظم و نثر و بزنس وغیرہ ۔

" دی نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کا کھیلا ہوا مکمل ڈراما ـــ کایا پلٹ ـــ مصنفہ شاعر نازک خیال ناظم بے مثال منشی ریاض الدین احمد ریاض دہلوی ڈراماٹسٹ اینڈ ناولسٹ مصنف کتب ہائے متعدد ۔ "

ملنے کا پتہ ۔ جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور

مالن کی بیٹی

اس پورے ڈرامہ میں ایک جگہ بھی ریاض تخلص استعمال نہیں ہوا ہے ۔

سرورق پر تحریر ہے ۔ " جملہ حقوق محفوظ ہیں " ـــ مالن کی بیٹی مصنفہ ریاض الدین ریاض دہلوی ۔ حسب فرمائش جے ۔ ایس ۔ سنت سنگھ اینڈ سنز ۔ لاہور ۱۹۲۲ء "

مسلم پجاری

عرف گائے کی فریاد

اس ڈرامہ میں پانچ جگہ ریاض تخلص آیا ہے۔

سرورق پر تحریر ہے "جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

زمرد دہلوی

۱۔ جے ہند

جے ہند منشی زمرد دہلوی نے یہ ڈراما کارونیشن تھیٹریکل کمپنی آف جودھپور کے لئے لکھا تھا۔ اس کمپنی کے مالک بابو مانک لال تھے اور انھوں نے اسے ۱۹۴۷ء میں لکھنؤ میں اسٹیج کیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ڈراما پہلے دہلی میں اسٹیج ہوا تھا لیکن ایک شب سے زیادہ نہ چل سکا کیونکہ اس کے متعلق یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ اس میں مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا گیا ہے۔ لکھنؤ میں جب چلا تو کمپنی بیٹھ گئی۔ مالک کے پاس جو روپیہ تھا اس سے اس نے تنخواہیں بانٹ دیں۔ اور اداکار تنخواہیں لے کر اپنے گھر چلے گئے۔

سیماب اکبرآبادی۔ شیخ عاشق حسین

عاشق حسین نام۔ سیماب تخلص [1] تلمیذ حضرت داغ دہلوی۔ آگرہ کے رہنے والے ۱۸۸۰ء (مطابق ۱۲۹۹ھ) بروز دوشنبہ بوقت صبح اکبرآباد (آگرہ) محلہ نائی منڈی۔ گگو گلی۔ املی والے مکان میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد کا نام مولوی محمد حسین صدیقی تھا۔ وہ ٹائمس آف انڈیا آفس اجمیر میں ملازم تھے۔ بمقام آگرہ ۱۸۹۷ء میں انکا انتقال ہوا۔

ابتدائی عربی و فارسی تعلیم کے بعد برانچ اسکول اجمیر میں

---

[1] اردو شاعروں کا البم مرتبہ سید زوار حسین [2] کلیم مجم۔ مولانا نے اس میں اپنی سرگذشت لکھی ہے اور اپنے نظریات شعری کی وضاحت فرمائی ہے۔

تعلیم پائی[1] تدریجی منازل طے کرنے کے بعد کالج میں داخل ہوئے۔ مولوی سید بدرالدین قریشی اکبرآبادی۔ مولوی تحسین علی اجمیری اور مولوی عابد حسین کی صحبت میں شعروشاعری سیکھی۔ ۱۸۹۹ء میں داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ ابھی ان کی عمر صرف انیس سال تھی اور کالج میں قدم رکھا تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا اور ان کو مجبوراً تعلیم چھوڑنی پڑی۔ اسی زمانہ میں انکی شادی ہو گئی۔

چونکہ خاندان کا بوجھ انکے کاندھوں پر پڑا تھا اس لئے کانپور میں ملازمت اختیار کر لی اور حکیم ازلی لکھنوی۔ جناب محب لکھنوی اور کانپور کے اکثر شعراء سے مجالست رہی اگرچہ اس زمانہ میں سید ضامن علی جلال لکھنوی کا طوطی بول رہا تھا لیکن وہ فصیح الملک حضرت داغ دہلوی کے شاگرد ہوئے (۱۸۹۸ء) کچھ عرصہ بعد حافظ سید شاہ وارث علی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

کانپور میں بیمار پڑے۔ علالت نے طول کھینچا۔ آگرہ گئے۔ وہاں سے بسلسلہ ملازمت اجمیر پہنچے۔ وہاں پانچ سال ملازمت کی۔ مستعفی ہوئے۔ آگرہ میں مستقل قیام اختیار کیا۔ پہلے رسالہ "مرصع" جاری کیا اس کے بعد ٹونڈلہ گئے اور پھر ملازم ہو گئے وہیں سے "آگرہ" اخبار کی ادارت کرتے رہے۔ ۱۹۲۹ء میں ملازمت کا سلسلہ یک قلم منسوخ کر کے اپنے وطن — آگرہ — میں قصرالادب کی بنیاد ڈالی اور علم و ادب کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آگرہ اسکول آپ کا ہی قائم کردہ ہے۔ آپ کے متعدد شاگرد ہیں جو اب اساتذہ کی حیثیت رکھتے ہیں نظم و نثر دونوں میں طبع آزمائی فرماتے ہیں۔

مولینا اپنے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

"میں شاعری میں فلسفہ، حقائق اور معارف کے نکات پسند کرتا ہوں۔ میں اس

---

[1] نگار۔ لکھنؤ۔ جنوری و فروری ۱۹۴۱ء

شاعری کا منکر ہوں جس کا موضوع صرف عورت اور اسکے متعلقات ہوں۔ میری شاعری کا موضوع حسن محض اور عشق محض ہے۔" گویا اس مجازی دنیا سے آپ کو بہت کم تعلق ہے آپ کو صرف گوشت وپوست سے دلچسپی نہیں۔ آپ اپنے کو جلوہ ہائے خداوندی میں گم کر چکے ہیں۔ آپ کا ملک سماوی ہے اور آپ کی نظریں ستاروں اور آسمانوں سے بلند دنیا کا طواف کرتی رہتی ہیں۔

آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے :۔

(۱) ہریشچندر جدید

(۲)

(۳) فریب دنیا

(۴) آسمانی تلوار

(۵) پیچ در پیچ

(۶) کافر دنیا

(۷) کلجگ

(۸) سرفروش

(۹) داؤ پیچ

تصنیف وتالیف کے متعلق آپ خود ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

"تصنیف وتالیف کا شوق مجھے عہد طفولیت سے ہے۔ اس وقت تک ۱۹۳۵ء ۲۸۴ کتابیں مختلف موضوعات پر میرے قلم کی رہین کشش ہیں ان میں سے اہم کتابیں فٹ نوٹ میں درج ہیں۔

۳۰ جنوری ۱۹۵۱ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

ھ آپ کے مندرجہ ذیل مجموعہ کلام شائع ہو چکے ہیں

۱۔ کلیم عجم (دیوان) (بقیہ ۶۷ پر)

یہ ڈراما حافظ محمد عبداللہ کے "فریب فتنہ" سخا دہلوی کے "فیضِ صحبت" اور آغا حشر کے "خواب ہستی" ؟

(بسلسلہ صفحہ ۴۶)

(۲) کارِ امروز

(۳) سازو آہنگ

آپ کی دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بہشتی جوہر
(۲) حیاتِ داغ
(۳) دستور الاصلاح
(۴) زنانہ بستہ
(۵) سوانح نورجہاں
(۶) سرود غم
(۷) سگھڑ سہیلی
(۸) سوانح غریب نواز
(۹) سیرۃ الکبریٰ
(۱۰) کرشن گپتا
(۱۱) نیستاں
(۱۲) اللہ والوں کی محفل
(۱۳) امام حسین
(۱۴) بنت الرسول
(۱۵) بہشت شداد
(۱۶) ترجمہ خطبات عزیزیہ
(۱۷) جام کوثر
(۱۸) حالات حالی
(۱۹) ناز عروض
(۲۰) زنانہ آداب
(۲۱) زنانہ خط و کتابت
(۲۲) زیب النسا
(۲۳) سیرۃ الحسنین
(۲۴) صبر کا پھل
(۲۵) عاشقانہ خطوط
(۲۶) گل کا پھول
(۲۷) لاڈلا بیٹا
(۲۸) لوری نامہ
(۲۹) رفتارِ دہلوی
(۳۰) کلام انتخاب۔ نگار جنوری و فروری ۱۹۶۱ء

سے ماخوذ ہے۔

ڈرامہ کا صفحۂ اول غائب ہے۔ سیماب صاحب اپنے "ڈیڈیکیشن" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں اس ہدیہ ناچیز کو ان عنایتوں کے صلہ میں جو مجھ پر فرماتے ہیں جناب مستطاب ابوالاعجاز منشی محمد اکبر علیخاں صاحب افسوںؔ مدظلہ شاہجہاں پوری کے نام نامی و اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ ابوالفخر شیخ عاشق حسین سیمابؔ اکبر آبادی"

اس ڈرامہ کا پلاٹ اوپر درج کیا جا چکا ہے۔

ہرلش چندر جدید عرف ست کا مرید

سیمابؔ صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔

"راجہ ہریش چندر کے ڈرامہ میں بعض مصنفین نے ایسے ایسے ہندی اور سنسکرت بھاشا کے الفاظ بھر دیئے ہیں کہ ان کی وجہ سے اصل واقعات کا سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ مجھے اس ڈرامہ کی تجدید ضروری معلوم ہوئی اور میرا ارادہ ہوا کہ جس طرح ممکن ہو خالص اردو زبان میں اسے تدوین کر لیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج میری آواز کو عملی جامہ پہننے کا موقع ملا۔ سیمابؔ وارثی ڈرامائسٹ اکبر آبادی۔ آگرہ۔ دسمبر ۱۹۱۶ء"

سرورق پر "مولفہ اے۔ ایچ۔ سیمابؔ وارثی۔ ڈرامائسٹ وجرنلسٹ" درج ہے۔ اس میں ہریشچندر کا مشہور قصہ درج ہے اور طالبؔ بنارسی کے ہریشچندر سے ماخوذ ہے۔

سیماب دہلوی۔ پنڈت مکند لال

مکند لال نام۔ سیماب تخلص۔ قوم برہمن بھٹ۔ ۱۸۹۵ء مطابق سمت ۱۹۵۱ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن اورنگ آباد ضلع بلند شہر ہے اور آپ پنڈت

نارائن پرشاد بیتاب دہلوی، مشہور و معروف ڈراماٹسٹ کے صاحبزادہ ہیں۔

آپ بچپن ہی میں اپنے والد کے پاس بمبئی چلے گئے اور وہیں اردو فارسی کی تعلیم جناب حکیم مرزا منیرالدین احمد نظامی جبلپوری اور جناب مولوی نظیر حسن سخا دہلوی سے حاصل کی۔

اسٹیج کے لئے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے:۔

(۱) بھتیجے کا خون

(۲) بال شہید

(۳) ویرابھیمنو

(۴) لاچیین

(۵) کلنکی اوتار عرف بھگت کبیر

آپ ۱۹۳۲ء میں فلمی لائن میں داخل ہوئے اور اب جبکہ ۱۹۴۲ء ہے منروا مووی ٹون میں ملازم ہیں۔

شرر لکھنوی۔ مولانا محمد عبدالحلیم

محمد عبدالحلیم نام[۱]۔ شرر تخلص[۱]۔ لکھنؤ کے رہنے والے۔ ۱۸۵۹ء مطابق ۲۰ رجمادی الثانی ۱۲۷۶ء بروز جمعہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حکیم تفضل حسین ایک پختہ مغز طبیب تھے اور عربی و فارسی میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ واجد علی شاہ کی سرکار میں ملازم تھے۔

---

[۱] سیرالمصنفین۔ جلد دوم۔ صفحہ ۶۲۸ - ۶۷۹

حافظہ ہو مختصر تاریخ ادب اردو صفحہ ۴۰۶ ۱۹۵۳ء اڈیشن

عبدالحلیم شرر کے خطوط از عابد رضا بیدار۔ آجکل دہلی۔ خطوط نمبر۔ اپریل ۱۹۵۴ء

۱۸۶۸ء میں مٹیا برج (کلکتہ) گئے۔ کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ ۱۸۷۸ء میں واپس آئے اور ۱۸۷۹ء میں جبکہ آپ کی عمر صرف بیس سال تھی شادی کی۔ اسی سال دہلی گئے اور مولوی نذیر حسین محدث دہلوی کے مدرسہ میں حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

۱۸۸۰ء میں تیس روپیہ ماہوار پر "اودھ اخبار" میں ملازم ہو گئے۔ ۱۸۸۲ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر لکھنؤ واپس آئے اور "دلچسپ" ناول لکھا۔ دو سال بعد ۱۸۸۴ء میں بنکم چندر چٹرجی کے ناول "درگیش نندنی" کو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ جنوری ۱۸۸۷ء میں "دلگداز" نکالا اور ۱۸۸۸ء میں ملک العزیز ورجنا۔ حسن انجلینا۔ دلکش۔ منصور موہنا وغیرہ اس میں شائع کئے۔

ڈراما "شہید وفا" اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

اس کے بعد تاریخی ناول فلورا فلورنڈا۔ تاریخ اندلس اور فردوس بریں شائع کئے۔ ۱۸۹۰ء میں دلگداز کے ساتھ ایک ہفت روزہ بنام "مہذب" جاری کیا اس میں علماء اسلام کی سوانح عمریاں شائع کیں۔ ۱۸۹۱ء کے اوائل میں مالی پریشانیوں کے باعث دونوں اخبار بند کر دیئے اور حیدرآباد چلے گئے اور ۱۸۹۵ء میں وقار الامراء کے صاحبزادہ ولی الدین کے ٹیوٹر مقرر ہو کر ولایت گئے اور چودہ مہینہ قیام فرمایا۔

دوران قیام لندن میں وہ شیکسپیئر کا ڈراما "مڈسمر نائٹس ڈریم" دیکھنے "الحمرا میوزک ہال" گئے اس تماشہ کے تاثرات کے متعلق وہ اپنے خط مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۸۹۵ء میں سید محمد شفیع خاں۔ محلہ گھسیاری منڈی۔ لکھنؤ۔ مخاطب بہ نواب بڈھن صاحب مرحوم کو لکھتے ہیں۔

"شیکسپیئر کا ڈراما مڈسمر نائٹس ڈریم خالی اشاروں اور ناچ کے ذریعے دکھلایا گیا۔ اس قصہ میں پریوں کا بہت ذکر ہے۔ بس جناب وہاں تھیٹر میں پریاں نکل پڑیں اور کم سے کم پچاس پریاں۔ یوں عورتیں اور ایکٹرسیں تو دو سو سے زیادہ تھیں مگر ان میں

پچاس اڑتی تھیں اور اس صفائی سے کہ حیرت ہوتی تھی۔ اِدھر سے اڑیں ادھر جا بیٹھیں ادھر سے اڑیں ادھر آئیں اور پھر دس دس کے غول اُڑتے تھے۔ معشوق صاحب بیٹھی تھیں کہ عاشق نے بڑھ کے بوسہ لینے کا ارادہ کیا اور معشوق صاحبہ پھدک وہ جا بیٹھیں وہاں گئے تو اور جگہ اڑ گئیں اور سین ایسا تھا کہ پہاڑ کی چوٹیاں۔ گھاٹیاں درختوں کے جھنڈ سب ہی تھے اور اس طرح کہ پریاں جا کے برابر پہاڑ کی چوٹیوں پر بیٹھی تھیں غلا یہ ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا طلسم تھا۔"

سنہ ۱۸۹۸ء میں حیدر آباد سے "دلگداز" جاری کیا مگر چند ماہ بعد بند کر دیا لکھنؤ گئے وہاں سے دلگداز نکالا۔ پھر حیدر آباد گئے۔ پھر لکھنؤ آئے اور سنہ ۱۹۰۴ء میں دلگداز کا اجرا کیا اور ساتھ ہی پندرہ روزہ "اتحاد" نکالا۔ سنہ ۱۹۰۴ء سے سنہ ۱۹۲۶ء تک دلگداز کئی بار نکلا اور بند ہوا اسکے بعد ماہوار "العرفان" اور ہفتہ وار "دل افروز" اور "ظریف" نکالے۔

سنہ ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ میں انتقال کیا آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے اور ترجمہ کئے۔

(۱) شہید وفا

(۲) میوۂ تلخ

(۳) شکنتلا

(۴) نیکی کا پھل

(۵) اسیری بابل (منظوم) سنہ ۱۸۹۰ء

آپ نے سو سے زیادہ کتابیں تصنیف و تالیف کیں جنہیں اکیس[۲۱] سوانح عمریاں اٹھائیس[۲۸] خیالی ناول۔ سولہ[۱۶] تاریخی۔ پندرہ[۱۵] نظم ڈرامے۔ چھ[۶] متفرق۔ اور دوسری کتابیں۔ جملہ ایک سو دو۔ ان میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آغا صادق کی شادی
۲۔ ابو الحسنین
۳۔ ابو بکر شبلی
۴۔ افسانہ قیس
۵۔ الفانسو
۶۔ ایام عرب
۷۔ بابک خرمی
۸۔ بدر النساء کی مصیبت
۹۔ بیگمات خاندان تیموریہ
۱۰۔ تاریخ یہود
۱۱۔ ثانی اثنین
۱۲۔ جویائے حق
۱۳۔ حالات اقوام کرد
۱۴۔ حسن بن صباح
۱۵۔ حسن کا ڈاکو
۱۶۔ خلافت
۱۷۔ خواجہ معین الدین
۱۸۔ خوفناک محبت
۱۹۔ دربار رام پور
۲۰۔ درگیش نندنی
۲۱۔ دلچسپ
۲۲۔ دلکش
۲۳۔ ڈاکو کی دلہن
۲۴۔ سر سید کی دینی برکتیں
۲۵۔ ذی النورین
۲۶۔ رومۃ الکبریٰ
۲۷۔ سفرنامہ ہستی
۲۸۔ سکینہ بنت حسین
۲۹۔ شوقین ملکہ
۳۰۔ شہید وفا
۳۱۔ صد پارہ دل
۳۲۔ صقلیہ میں اسلام
۳۳۔ طاہرہ
۳۴۔ عزیزہ مصر
۳۵۔ مصر قدیم
۳۶۔ غیب دال دلہن
۳۷۔ فتح اندلس
۳۸۔ فردوس بریں
۳۹۔ فلپانا
۴۰۔ فلورا فلورنڈا
۴۱۔ قیس لبنیٰ
۴۲۔ لعبت چین
۴۳۔ ماہ ملک
۴۴۔ محذرات
۴۵۔ محذرات تیموریہ
۴۶۔ مسیح و مسیحیت
۴۷۔ مشرق کے چاند
۴۸۔ معتزلہ
۴۹۔ مفتوح فاتح
۵۰۔ منصور موہنا
۵۱۔ مینا بازار
۵۲۔ میوہ تلخ
۵۳۔ نیرنگیِ دنیا یا سفرنامہ ہستی
۵۴۔ نیکی کا پھل
۵۵۔ ولادت سرور دو عالم
۵۶۔ ہندوستان کی موسیقی
۵۷۔ ہندوستان میں مشرقی تمدن
۵۸۔ یوسف نجمہ
۵۹۔ زمانہ اور اسلام
۶۰۔ سفرنامہ امام شافعی
۶۱۔ سیرۃ علماء
۶۲۔ شب غم
۶۳۔ شب وصل
۶۴۔ شیریں ملکہ عجم
۶۵۔ گروہ مشاہیر
۶۶۔ معیار زندگی (۶۷) ملک العزیز ورجنا

شکنتلا یہ کالیداس کے مشہور ڈرامہ شکنتلا کا اردو ترجمہ ہے جو بڑی تقطیع کے ایک سو ستر صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے ایک سو ساٹھ صفحہ پر جو نوٹ ہے اس میں تحریر ہے "یہاں سے ترجمہ میرا کیا ہوا ہے۔ محمد صدیق حسن" مولانا شرر کے صاحبزادہ نے بقیہ دس صفحات (۱۶۰ تا ۱۷۰) ترجمہ کئے ہیں۔ مولانا کے ترجمہ کے متعلق صرف اس قدر لکھدینا کافی ہے کہ پڑھنے والے کو ایک لمحہ کے لئے یہ خیال نہیں گذرتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے۔

میوہ تلخ یہ ڈراما دو ایکٹ اور اٹھارہ سین پر مشتمل ہے

پلاٹ: نو عمر تعلیم یافتہ حسینہ جاہل عسکری مرزا کے ساتھ شادی کیخلاف ہے اس کا بڑا بھائی اس کا ہم خیال ہے لیکن ان کے والدین (فدا حسین اور بڑی بیگم) چاہتے ہیں کہ یہ شادی ہو جائے۔ رضا حسین نے عسکری کی پست اخلاقی کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ انھوں نے ایک دن ایک تھانیدار کو اسے پیٹتے اور طوائف کے بالاخانے سے اتارتے ہوئے دیکھا اور اسی وقت ایک ضعیفہ نے اس کا دامن پکڑ کر کہا کہ اس کی بیوی عباسی اس کا انتظار کر رہی ہے۔

رضا حسین نے یہ دیکھکر کہ حسینہ اس شادی کے خلاف ہے پرائیویٹ طریقے سے اس کی شادی اصغر حسین آئی سی ایس خلف سید حیدر حسین سے کر دی۔ فدا حسین کو مجبوراً اپنی بڑی لڑکی کی شادی عسکری مرزا سے کرنی پڑی۔ جو غنڈہ گردی میں مارا جاتا ہے فدا حسین "حسینہ" کی شادی اصغر حسین سے باضابطہ کرتا ہے۔ رضا حسین صغریٰ (حسینہ کی بڑی بہن) کی دوسری شادی کرنا چاہتا ہے لیکن وہ انکار کرتی ہے وہ اسکو ممالک اسلامیہ کی سیر کے لئے لیجاتا ہے۔ صغریٰ کو یقین ہو جاتا ہے کہ دوسری شادی شرعاً جائز ہے وہ دوسری شادی پر رضامندی ظاہر کرتی ہے۔

شہید وفا یہ ڈراما تین ایکٹ اور بائیس سین پر مشتمل ہے۔

سرورق پر تحریر ہے "شہید وفا — یعنی — وہ دلچسپ ڈراما جو اسپین کے زمانہ زوال کی ایک سچی جگر خراش داستان سے لیا گیا ہے۔ مصنفہ خادم قوم محمد عبدالحلیم شرر۔ مہتمم دلگداز۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں — دلگداز پریس لکھنؤ سے چھپکر شائع ہوا۔"

مولانا "ڈیڈیکیشن" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:-

"دنیا تو کس قدر بیوفا ہوگئی ہے۔ تجھ میں نہ محبت پائی جاتی ہے اور نہ محبت کی قدردانی آج دولت سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں خیال کی جاتی۔ اور دل کو الزام دنیا بیکار ہے۔ خود ہمارے ہی قدم میں ہمیشہ لغزش پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس میں اپنے دوستوں کی خالص اور پرجوش محبت کا کوئی معاوضہ نہیں ادا کر سکا۔ یہ ڈراما میں نے ایک پرجوش دل سے لکھا ہے کہ اسکی کیفیتیں صرف میرے خیال میں ہیں اور خیال کرنے سے میری ہی آنکھوں کے سامنے ان کی تصویریں پھر سکتی ہیں۔ یہ جوش سچ پوچھئے تو ایک سچی محبت کا نتیجہ تھا۔ مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ اس قیمتی جوش کو یوں ہی دل میں بند رکھوں لہٰذا اپنے اس جوش کو اس سچی اور خالص محبت کی نذر کرتا ہوں جو میرے لائق اور ہونہار دوست مولوی عبدالستار صاحب فرنگی محلی کو میرے ساتھ ہے۔ فرنگی محل کے نام سے احباب دھوکا نہ کھائیں۔ میرے دوست انگریزی کے ایک محنتی طالب علم ہیں اور یقیناً اس ڈرامہ کے شائع ہونے تک ایف اے کے امتحان میں پاس ہو چکے ہوں گے۔ یہ ڈراما انکے نام ڈیڈیکیٹ نہیں کیا جاتا ہے بلکہ ایک سچے دل کی طرف سے یادگار محبت بن کے جاتا ہے۔ خدا کرے میرے دوست قبول فرمائیں۔ خادم قوم محمد عبدالحلیم شرر۔ ۱۰ر مارچ سنہ ۱۸۹۰ء۔

یہ دیباچہ سنہ ۱۹۰۰ء کے اڈیشن میں شامل نہیں ہے۔

پلاٹ: قاضی ابوالحجیٰ کی دختر صفیہ پر یوسف عاشق ہو جاتا ہے۔ صفیہ کو ایک سہیلی کے ذریعہ پتا چلتا ہے کہ اگر یوسف ملکی لڑائی میں شامل ہوا اور نام پیدا کیا تو وہ اس کے ساتھ شادی کرے گی چنانچہ یوسف امیر عبداللہ کی فوج میں بھرتی ہو جاتا

ہے اور عیسائی فوجوں سے زبردست مقابلہ کرکے افسران اعلیٰ کی خوشنودی. حکومت سے انعامات اور خلیفہ سے زرین تلوار حاصل کرتا ہے۔ اس کی واپسی پر صفیہ بے حد مسرت کا اظہار کرتی ہے۔ قاضی ابویحییٰ بھی شادی کے لئے راضی ہو جاتا ہے۔ یوسف کو شادی کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ اس کی تلاش میں نکلتا ہے۔ راستہ میں عیسائی دستہ کے ہاتھ پڑ جاتا اور پھانسی پاتا ہے۔ صفیہ یہ سن کر بیہوش ہو جاتی اور خودکشی کرکے اپنی غیر فانی محبت کا ثبوت دیتی ہے۔

اسیر بابل

یہ گولڈ اسمتھ کے ایک ڈرامہ کا منظوم ترجمہ ہے

شمس گیاوی۔ سید ظفرالدین

(۱) ترکی خون

(۲) کلجگ

(۳) سلطانہ ڈاکو

(۴) آنکھ کی خطا

(۵) کایاپلٹ عرف شمس وقمر

(۶) ڈاکو کی دلہن

ترکی خون

شمس نے یہ ڈرا مایونائٹیڈ ناٹک منڈلی کے لئے لکھا تھا اور شیخ حسین فریاد نے اسے ڈائرکٹ کیا۔

پلاٹ :۔ بوڑھا ترک احمد آفندی اپنے بیٹے مجید اور بیٹی حمیدیہ کو جو سرکس میں کام کرتے ہیں اسپین کے ولی عہد جیمس کی پست فطرتی سے آگاہ کرتا ہے۔ جیمس۔ فرنی مین اور بار لے اس بات پر متفق ہیں کہ حمیدیہ کو قید کر دیا جائے۔ پیٹر اس کی مخالفت کرتا ہے جیمس اس کو برا بھلا کہتا ہے۔ پیٹر ناراض ہو کر چلا جاتا ہے۔

فرنی ہین حمیدیہ کو محل میں طلب کرتا ہے۔ مجید بھی اس کے ہمراہ ہے۔ جمیس دست درازی کرنا چاہتا ہے کہ اس کی بیوی برٹرز آجاتی اور حمیدیہ کو اپنے ہمراہ لے جاتی ہے۔ شاہزادہ دونوں کی گرفتاری کا حکم دیتا ہے۔ برٹرز کو نظربند اور حمیدیہ کو شیر کے پنجرے میں ڈالدیا جاتا ہے

جمیس کے اشارہ سے بدمعاش سرکس میں آگ لگا دیتے ہیں۔ سرکس کا مالک اور مجید شاہ اسپین سے شکایت کرتے ہیں جو شہزادہ کو عین اس کی سالگرہ کے دن گرفتار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ شاہزادہ فساد پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ شاہ اسکو دربار سے نکال دیتا ہے وہ اپنے چھوٹے بیٹے فرجس کو اپنی جگہ تخت حکومت پر بٹھلا کر وزیر زادہ براؤن کو قلمدان وزارت سپرد کرتا ہے۔

جمیس بادشاہ کو زخمی کرنے کے بعد فرجس کو بھی زخمی کرتا اور دریا میں پھینکدیتا ہے لیکن وہ بچ جاتا اور صحتیاب ہوکر وزیر کے پاس جاتا اور اس سے کل حال بیان کرتا ہے وزیر اس کو پیٹر کی نگرانی میں جنگل بھیجدیتا ہے جمیس گرفتار ہوکر مارا جاتا ہے۔ فرجس کی شادی حمیدیہ سے اور مجید کی برٹرز سے ہو جاتی ہے فرجس مجید کو اپنا وزیر اور پیٹر کو سپہ سالار مقرر کرتا ہے۔ سب اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

یہ پتہ نہ چل سکا کہ مذکورہ بالا ڈراموں میں (۱) شمس الدین شمس اور (۲) ظفرالدین شمس کے کون کون سے ڈرامے ہیں کل ڈرامے سید ظفرالدین کے نام پر لکھدیئے گئے ہیں۔

شمس لکھنوی مرزا شاہجہاں عالم خاں

مرزا شاہجہاں عالم خاں نام۔ شمس تخلص[۱] لکھنؤ کے رہنے والے ۱۹۰۴ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مرزا نواب علی محمد خان تھا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مقامی استادوں کے ذریعے ہوئی۔ اس کے بعد جوبلی کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے لیکن

---

[۱] جن الفاظ میں شمس صاحب نے اپنے حالات بیان فرمائے ویسے ہی لکھدیئے گئے

ناٹک دیکھنے کے شوق نے آگے بڑھنے نہ دیا۔ اور تماشے دیکھتے دیکھتے ڈرامے لکھنے لگے ۱۹۱۶ء میں بھارت بیاکل تھیٹرز لمیٹیڈ (دہلی و میرٹھ) میں شامل ہوئے لیکن کمپنی ٹوٹ جانے کے بعد ایکٹنگ کرنے لگے اور دو سال مختلف کمپنیوں کے ساتھ برما۔ نپانگ اور رنگون وغیرہ کی سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔

آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے۔

(۱) تلوار کا دھنی

(۲) مادر وطن

(۳) غیبی ستارہ

(۴) حب الوطن

(۵) عرب کا ستارہ

(۶) شراب کا جام

(۷) آئینہ ایمان

(۸) وفا کا پتلہ

(۹) غریبوں کی عید

(۱۰) نئی روشنی

(۱۱) شہری زندگی

(۱۲) سٹی لائٹ

(۱۳) پرتھوی راج چوہان

(۱۴) زندگی اور موت

(۱۵) ہری اوم

(۱۶) کرشن بھگوان

(۱۷) طارق اعظم

(۱۸) حسرت

(۱۹) مس ۱۹۴۰ء

(۲۰) جج کی بیوی

(۲۱) بھگوان کرشن

(۲۲) چندر گپت

(۲۳) انور بے

(۲۴) بات کا دھنی

(۲۵) شاہ ایران

تلوار کا دھنی شمس نے یہ ڈراما امپیریل ناٹک منڈلی۔ کلکتہ (زیر نگرانی میڈن تھیٹرز لمٹیڈ) کے لئے لکھا۔ رتن شاہ سینوز نے ڈائرکٹ کیا۔ اداکاروں میں محمد نواب کاشمیری۔ ہرمزجی۔ رتی لال پٹیل۔ بابوجی پونکر وغیرہ تھے۔

مادر وطن شمس نے یہ ڈراما امپیریل ناٹک منڈلی کلکتہ (زیر نگرانی میڈن تھیٹرز لمٹیڈ) کے لئے لکھا۔ رتن شاہ سینوز نے اسے ڈائرکٹ کیا۔

غیبی ستارہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

حب الوطن 〃 〃 〃 〃 〃 〃

عرب کا ستارہ شمس نے یہ ڈراما شری لکشمی کانٹ (آف بمبئی) کے لئے لکھا تھا۔ اس کے ڈائرکٹر ٹریکم لال تھے اس میں غلام محمد اشرف خان۔ رتن شاہ سینوز وغیرہ نے کام کیا۔

شمس نے "شراب کا جام" بھی شری لکشمی کانت کے لئے لکھا۔ ٹریکم لال نے اسے ڈائرکٹ کیا۔ غلام محمد۔ اشرف خاں۔ اور رتن شاہ سینوز وغیرہ نے اس میں کام کیا

آئینہ ایمان اور وفا کا پتلا

شمس نے یہ دونوں ڈرامے (۱) آئینہ ایمان اور (۲) وفا کا پتلا اکسلشیر تھیٹریکل کمپنی آف حیدرآباد دکن کے لئے لکھا۔ رتن شاہ سینوز نے اسے ڈائرکٹ کیا۔ ایکٹروں میں سید احمد اور ایکٹرسوں میں منی بائی قابل ذکر ہیں۔

غریبوں کی عید۔ نئی روشنی اور شہر کی زندگی

شمس نے یہ تینوں ڈرامے (۱) غریبوں کی عید (۲) نئی روشنی اور (۳) شہر کی زندگی کیسری فلمس لمیٹڈ کلکتہ کیلئے لکھے خود ہی ڈائرکٹ کئے۔ ایکٹروں میں مانک لال اور ایکٹرسوں میں انوری قابل ذکر ہیں۔ "شہر کی زندگی" کے ایکٹروں میں مصطفےٰ۔ گاما اور ایکٹرسوں میں نور جہاں عیدن اور پریم لتا نے کافی شہرت پائی۔

سٹی لائٹ

شمس نے یہ ڈراما کورنتھین تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ (زیر نگرانی میڈن تھیٹرز لمٹیڈ) کے لئے لکھا اور خود ہی ڈائرکٹ کیا۔

پرتھوی راج چوہان

شمس نے یہ ڈراما آریہ سبودھ ناٹک منڈلی (بمبئی) کے لئے لکھا۔ سہراب مودی نے اسے ڈائرکٹ کیا ایکٹروں میں بھیوا۔ غلام محمد اور سعادت وغیرہ نے کام کیا۔ وہ سنہ ۱۹۳۲ء میں اس ڈرامہ کو لے کر کلکتہ گئے اور جمشید جی میڈن کے صاحبزادہ جہانگیر جی میڈن سے ملے اور "پرتھوی راج چوہان" معمولی تبدیلیوں کے بعد "پرتھوی راج سنجوگتا" کے نام سے فروخت کر دیا۔ اس وقت جہانگیر جی نے کیسری تھیٹریکل کمپنی کے نام سے ایک کمپنی بنائی تھی۔ مانک لال اس کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے تھے۔ ایکٹروں میں شمس نے پرتھوی راج کا

پارٹ کیا۔ سیتارام نے جے چند کا۔ اختر نے شہاب الدین غوری کا۔ سورج رام نے چانگ کا۔ ایکٹرسوں میں انوری دیپورن بھگت (دالی) نے ہیروئن کا پارٹ ادا کیا سورج بائی اور راج منی بائی جو مشہور طوائفیں تھیں دوسرے پارٹ کئے۔ کومک میں مانک رام۔ افضل اور پرل نے کام کیا۔ تماشا فیل ہو گیا۔ کمپنی بند ہو گئی۔ شمس صاحب بیکار ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد سوراب جی کیراوالا کی اسٹار تھیٹریکل کمپنی میں جو کورنتھین اسٹیج پر تماشے دکھلاتی تھی شمس صاحب بحیثیت منشی اور ایکٹر ملازم ہو گئے اور کمپنی کے لئے **زندگی اور موت** نامی ڈراما لکھا جس دن یہ ڈراما ہونے والا تھا منشی جی نے بورڈ پر "شیکسپیر ثانی منشی شمس لکھنوی" لکھوا دیا یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور مرحوم حشر کے ایک شاگرد سید محمود طرزی نے گوہر شادانی کے ذریعہ منشی شمس کو یہ پیغام بھجوایا کہ اگر وہ "آغا حشر" کا "عشق و فرض" صحیح پڑھکر سنا دیں گے تو پانچ سو روپیہ انعام کے مستحق ٹھہریں گے اور آغا حشر کے صحیح جانشین تصور کئے جائیں گے۔ سید محمود طرزی شام کو ڈراما لیکر پہنچ گئے۔

جب سوراب جی کیراوالا کو معلوم ہوا تو وہ شمس پر بہت بگڑے۔ تحریری معافی منگوائی بورڈ پر سے نام ہٹوایا اور اسی وقت کمپنی سے باہر کر دیا۔ ان کا یہ معافی نامہ کلکتہ کے اخبارات میں شائع ہوا۔

اس بے عزتی نے انکے ہاتھ پیر پھلا دیئے اور وہ لکھنؤ چلے گئے اور اسوقت تک وہاں رہے جب تک کہ سنت لال ورما نے اپنے کارنیوال میں تھیٹریکل کمپنی نہیں کھولی منشی جی کلکتہ گئے اور اس میں ملازم ہو گئے۔

کارنیوال کا پرمٹ ختم ہونے کے بعد ورما صاحب رائے بہادر سیٹھ سکھ لال کرنانی سے ملے اور ان کا کورنتھین تھیٹر کرایہ پر لیا۔ "ہالی وڈ تھیٹریکل کمپنی" کے نام سے ایک کمپنی بنائی۔ ڈائرکشن کے لئے آغا محمود شاہ سے بات چیت کی لیکن تنخواہ کا فیصلہ

نہ ہو سکا اس لئے ڈائرکشن محمد اسحاق کے سپرد کی۔

منشی جی بھی اسی کمپنی میں بحیثیت ایکٹر ملازم ہو گئے۔ محمد اسحاق کی ڈائرکشن میں ایک کھیل نکلا۔ لیکن فیل ہو گیا۔ ان کے بعد منشی نظر محمد دہلوی، ڈائرکٹر مقرر ہوئے اور ایک کھیل نکالا لیکن وہ بھی فیل ہو گیا۔ وہ بھی مستعفی ہو گئے۔

اسی زمانہ میں مختار بیگم کلکتہ آگئیں۔ ورما صاحب نے ان کو اپنی کمپنی میں شامل کر لیا ورما صاحب کی بیوی زہرہ ایک پیشہ ور طوائف تھی اور اندر سبھا میں گلفام کا پارٹ بڑی خوبی سے کرتی تھی۔ منشی جی نے کمپنی کے لئے ایک ڈراما بنام

ہری اوم لکھا۔ اس میں مختار بیگم "بھیشم پرتگیہ" کا ایک گیت جو آغا حشر نے اپنے فلم کے لئے لکھا تھا۔

پرشوں کا کبھی وشواش نہ کر ان پھولوں میں کبھی بو باس نہیں

اس خوبی سے گاتی تھیں کہ صرف اسی گانے پر کھیل پاس ہو گیا۔ ورما صاحب نے سین سینریوں پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا تھا۔ منشی شمس اس کے ڈائرکٹر تھے۔ اسکے بعد منشی جی نے

کرشن بھگوان لکھا۔ اس میں ورما صاحب کی بیوی زہرہ بائی لیڈنگ پارٹ کرتی تھی۔ یہ تماشا اوسط درجہ کا رہا۔ اس کے بعد کئی تماشے فیل ہوئے۔

(۱۷) طارق اعظم

(۱۸) حسرت

(۱۹) مس ۱۹۴۰ء

(۲۰) جج کی بیوی

(۲۱) بھگوان کرشن

(۲۲) چندر گپت

(۲۳) انور بے

(۲۴) بات کا دھنی

(۲۵) شاہ ایران

اتفاقاً منشی جی کو دیس میں سترہ ہزار روپے مل گئے۔ ان کی توجہ ڈراما نویسی کی طرف سے ہٹ گئی در ماجی نے بدرجہ مجبوری بخش الٰہی صاحب کے صاحبزادہ عبدالرحیم صاحب تاج سے ایک تماشا بنام "پریم ساگر" لکھوا کر اسٹیج کیا لیکن یہ اس قدر منحوس ثابت ہوا کہ کمپنی ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔

منشی جی بھی لکھنؤ چلے گئے اور دو تین سال کے قیام کے بعد کلکتہ آئے۔ اسوقت "مون لائٹ تھیٹریکل کمپنی" تارا چند اسٹریٹ میں تماشے دکھلا رہی تھی منشی جی آغا سراج اور ماسٹر چھپیلا سے ملے اور ان کی سفارش سے ایک ڈراما بنام "بیکاری" ڈیڑھ سو روپے میں گوردھن داس کے ہاتھ فروخت کیا جس میں اگنس لے (فلمی دنیا کی مشہور للیتا دیوی) آغا سراج۔ نرمدا شنکر۔ سیتارام۔ آغا پیرجان۔ خادم حسین منیر پیا ایکٹرسوں میں رنجیت کماری۔ مس موتی۔ مس مجھبی وغیرہ نے کام کیا۔

بیکاری

بیکاری کی ناکامیابی کے بعد منشی جی بمبئی چلے آئے اور نور جہاں کو جو انکے ساتھ اسٹیج پر کام کر چکی تھی اور اب شوکت حسین رضوی کے "دوست" نامی فلم کی ہیروئن تھی۔ بیٹی بنا کر شوکت سے تعلقات پیدا کئے اس کے بعد فلموں کے لئے اسٹوریاں لکھیں۔ خود ایک پکچر حیدرآباد کی نازنین بنائی جو فیل ہو گئی۔

اب "تلوار کا دھنی" اور "آئینہ ایمان" کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

تلوار کا دھنی

شمس لکھنوی نے یہ ڈراما ۱۹۲۸ء میں پارسی امپیریل تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی (زیر نگرانی میڈن تھیٹرز لمیٹڈ) کے لئے لکھا اور رتن شاہ سینور نے اسے ڈائرکٹ کیا۔

"عرض مصنف" کے عنوان سے شمس صاحب لکھتے ہیں:-

تعلی میں نہیں کرتا کہ مجھ میں بھی بلاغت ہے ۔۔۔ زبان ہے مادری اردو یہ ظاہر ہے فصاحت ہے
نگاہ غور سے دیکھیں گذارش شمس کرتا ہے ۔۔۔ مری تصنیف کا ہر لفظ تصویر نصیحت ہے

"میری گذارش ہے کہ غفلت کے پردوں کو آنکھوں سے اٹھا دیجئے اور دیکھئے کہ میں نے اس ڈرامہ کے ٹریجک اور کومک دونوں میں نصیحت کی زندہ تصویریں پیش کر دی ہیں۔ اور یہ بھی دکھلایا ہے کہ ہم کیا ہیں۔ ہم میں کتنی وفاداری ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ حق پرست کی ہمیشہ فتح اور شیطان پرست کی شکست لازمی طور پر ہونا ہی چاہیئے۔

اے شمس کچھ تو کہدے اب تو زباں کھلی ہے ۔۔۔ سارے جسد کی کاٹھی فولاد کی بنی ہے
ہندوستان کا پانی اس شیر نے پیا ہے ۔۔۔ جوہر ہیں بانکپن کے تلوار کا دھنی ہے

پلاٹ:- شوکت پر رشوت ستانی کا جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے۔ اس کی بیوی ثریا زیورات فروخت کرکے روپیہ ادا کرتی ہے۔ شوکت ثریا اور ان کا لڑکا نصرت افریقہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ راستہ میں جہاز غرق آب ہو جاتا ہے۔ تینوں تتر بتر ہو جاتے ہیں۔ ایک ڈاکو بنام "قہر" نصرت کو بچاتا ہے۔ زار روس کا بھتیجا "ولیم" جو ڈاکوؤں کی تلاش میں سرگرداں ہے شوکت اور ثریا کو بحفاظت تمام اپنے وطن لیجاتا ہے لیکن غیر ملکیوں کو بلا اجازت حدود ملکی میں لانے کے باعث گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

زار روس دونوں کو آزاد کر دیتا اور شوکت کو اپنا باڈی گارڈ مقرر کرتا ہے اس طرح دس سال گذر جاتے ہیں۔ ایک شب جبکہ زار روس اور شہزادی برنس شکارگاہ میں سوئے ہوئے تھے۔ قہر آگ لگا دیتا ہے۔ ثریا دونوں کو بچا لیتی ہے۔

منہ بولے بیٹے (الور درصل نصرت) سے کہتا ہے کہ وہ ثریا سے بدلہ لے۔ چنانچہ وہ شاہی قلعہ میں داخل ہو کر شوکت پر وار کرتا ہے۔ شوکت بھی گولی کا جواب گولی سے دیتا ہے۔ نصرت فرار ہو جاتا ہے۔

شوکت زار روس کو اطلاع دیتا ہے کہ ایک جماعت اس کی زندگی کے درپے ہے لیکن وہ پروا نہیں کرتا۔ ایک باغی سپاہی کی مدد سے نصرت --- زار روس۔ ولیم۔ برنس اور شوکت کو گرفتار کر لیتا ہے۔ لڑائی میں ثریا ماری جاتی ہے۔

شوکت اور نصرت میں گفتگو ہوتی ہے۔ شوکت کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نصرت اسکا بیٹا ہے۔ برنس کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر باغی روسی جنرل اس سے اظہار عشق کرتا ہے نصرت جنرل کے علاوہ سب کو آزاد کر دیتا ہے۔

زار روس بطور احسان مندی اپنا تخت و تاج شوکت کے سپرد کر دیتا ہے۔ لیکن وہ انکار کرتا ہے۔ ولیم کی شادی برنس سے ہو جاتی ہے۔ شوکت ثریا کے مزار پر پھول چڑھاتا اور واپسی پر نصرت کو سپہ سالار مقرر کرتا ہے۔

آئینہ ایمان

شمس نے یہ ڈرامہ الکسائیر تھیٹریکل کمپنی (زیر نگرانی مہاویر فوٹو پلیز اینڈ تھیٹرز لمیٹڈ حیدر آباد دکن) کے لئے تحریر کیا۔

منشی جی کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں:-

اے جہاں والو کرو کچھ فکر عقبیٰ کے لئے — چار دن دنیا کا عیش اور یہ ہمیشہ کے لئے
پیش خدمت وہ ہے جو تھا شمس کے امکان میں — کل نتیجے دیکھ لو آئینہ ایمان میں

پلاٹ:- ہلاکو بغداد کو تباہ کرنے کے بعد اپنے تاتاری جاسوسوں کے ذریعہ سلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے۔ صداقت۔ صابرہ۔ سعیدہ اور ریحانہ جو اس وقت پہاڑی دروں سے گذر رہے ہیں۔ فاقوں سے تنگ اور جاں بلب ہیں۔ صداقت

سعیدہ کے ہمراہ پانی کی تلاش میں جاتا ہے۔ تاتاری سپاہ صابرہ اور ریحانہ کو گرفتار کر کے ہلاکو کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ہلاکو ریحانہ کی پرورش کیلئے صابرہ کو مقرر کرتا ہے

صداقت اور سعیدہ تاتاری لباس میں بغداد جاتے اور ایک مدرسہ قائم کرتے ہیں۔ رانیل جو سرکاری طور پر ریحانہ کا نگراں ہے صابرہ اور ریحانہ کا حال صداقت اور سعیدہ سے بیان کرتا ہے۔ سب مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

سعید اور جابر میں نوک جھونک ہوتی ہے۔ جابر ــــ صداقت اور سعیدہ کی شکایت ہلاکو سے کرتا ہے۔ وہ دونوں کو شکنجہ میں کسنے کی سزا دیتا ہے ولی عہد سلطنت ان کی سفارش کرتا ہے۔ وہ اس کی بھی گرفتاری کا حکم دیتا ہے۔

سلجوقہ ریحانہ سے بدلہ لینے کے لئے صابرہ کی شکایت کرتی ہے۔ ہلاکو ریحانہ کو تلوار دے کر صابرہ کے قتل کا حکم دیتا ہے۔ اسی وقت رانیل آتا اور صابرہ کو بھگا لیجاتا ہے۔ ہلاکو ریحانہ کو قید کر دیتا ہے اور رانیل کی لڑکی زاہدہ کو اس کا نگراں مقرر کرتا ہے رانیل اس کو بھی اڑا لیجاتا ہے۔

صداقت کے مدرسہ کے طلب اور مجمع مسلمانان قصبہ ہلاکو کا مقابلہ کرتے ہیں ہلاکو گرفتار ہو جاتا ہے۔ صداقت اس کو آزاد کر دیتا ہے۔ ہلاکو صداقت اور راحیل دونوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بناتا ہے۔ الغ بیگ ہلاکو کو ہلاک کر دیتا ہے۔ الغ بیگ کی شادی ریحانہ سے اور سعید کی زاہدہ سے ہو جاتی ہے۔

شیدا۔ تلسی داس

ا۔ جوانی کی بھول

شوق قدوائی۔ احمد علی

احمد علی شوق قدوائی قصبہ جگور ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے۔ پہلے شاعری کے میدان میں قدم رکھا۔ اس کے بعد ریاست رامپور میں "حامد اللغات" کی تالیف

کا کام ایک عرصہ تک کرتے رہے۔ ڈراموں کے علاوہ جو حسب ذیل ہیں ان کی دیگر تصانیف بھی ہیں جن میں "مثنوی ترانہ شوق" قابل ذکر ہے۔

(۱) میگفرن اور لوسی عرف ابراہیم اور زبیدہ

(۲) جمیل

(۳) قاسم وزہرہ

میگفرن اور لوسی عرف ابراہیم اور زبیدہ

لوسی اپنے والدین کے ساتھ گلتاز (رومانیہ) میں رہتی ہے۔ اس کا عاشق میگفرن اس سے کہتا ہے کہ وہ دونوں ترکی خیمہ میں چلیں اور مشرف بہ اسلام ہو کر شادی کرلیں۔ لوسی یہ تجویز منظور کرتی ہے۔ دونوں روانہ ہوتے ہیں۔ ترکی حدود میں لوسی کا گھوڑا بدکتا اور اس کو اپنے گھر پر پہنچا دیتا ہے۔

میگفرن اسلام قبول کرلیتا ہے اور ترکی فوج میں کپتان بن جاتا ہے وہ کمانڈر جلیل کی نگرانی میں گلتاز کا قلعہ فتح کرتا ہے۔ میگفرن جس کا اب اسلامی نام ابراہیم ہے میجر جنرل کے عہدہ پر مامور کیا جاتا ہے۔ وہ فاتحانہ شہر میں داخل ہوتا ہے۔ لوسی سے ملتا۔ اسکو مسلمان کرتا اور زبیدہ نام رکھکر اس سے شادی کرتا ہے۔

قاسم وزہرہ

ابتدائے ڈرامہ میں تین صفحات کا ایک "صحت نامہ" ہے جس میں ۶۳ غلطیوں کی تصحیح کی گئی ہے۔ اگر کتاب سے "ایکٹ" اور "سین" جیسے الفاظ نکالدئے جائیں تو وہ مثنوی سے زیادہ قریب ہوجائے گا۔ صفحہ آخر پر مصنف کی تاریخ درج ہے۔

۱۳۳۸

کھلی اس کی تاریخ پر یوں زباں   لڑی موتیوں کی ہے یہ داستاں

پلاٹ:۔ صفیہ کی بیٹی — زہرہ — غسل سے فارغ ہوکر جھروکے سے باہر دیکھتی ہے۔ قاسم نامی ایک شخص بھی اس کو دیکھتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہوجاتے

ہیں۔ قاسم دھوبی، مگر اس کے گھر کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ زہرہ کا باپ قادری۔ ماں صفیہ اور بھائی حلیم اس پر چوری کا الزام لگاتے ہیں لیکن تھانیدار سیف اللہ اس کو بچا لیتا اور اپنے کمرہ میں زہرہ کو بلا کر اس سے ملاقات کراتا ہے۔ قادری۔ صفیہ اور حلیم ایک مصنوعی جنازہ نکالتے اور اس کو اطلاع دیتے ہیں کہ زہرہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ قاسم خودکشی کر لیتا ہے زہرہ چھری مار کر مر جاتی ہے۔

صولت لکھنوی۔ سید نواب علی نقوی

سید نواب علی نقوی نام۔ صولت تخلص۔ ۱۱ر جون ۱۸۸۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مدرسہ ناظمیہ میں حاصل کی۔ فارسی شیخ محمد علی حدیث خواں سے پڑھی۔ منشی شمس الدین سے کتابت سیکھی۔ شعر و شاعری میں پہلے سید عباس حسن فصاحت لکھنوی پھر اچھے صاحب شہرت لکھنوی خلف سید حسن صاحب لطافت لکھنوی خلف اکبر امانت لکھنوی، بعدہٗ پیارے صاحب رشید لکھنوی سے تلمذ حاصل کیا۔

بابو محبوب حسین کی کارونیشن تھیٹریکل کمپنی لکھنؤ میں آئی ہوئی تھی۔ تماشے دیکھتے دیکھتے ڈرامے لکھنے کا شوق چرایا اور ملازم ہو گئے۔ "ناکام عاشق" لکھا جو پہلی مرتبہ مراد آباد میں اسٹیج ہوا۔ کمپنی ٹوٹ گئی۔ وہ دہلی ہوتے ہوئے انبالہ پہنچے اور سردار گیان سنگھ سے ملے جن کی کمپنی اسوقت بڑے زور شور سے تماشے دکھلا رہی تھی۔ منشیوں میں آغا حشر کاشمیری حکیم فرخ دہلوی۔ منشی مفتون۔ جیشر داس مائل دہلوی وغیرہ ملازم تھے وہ آغا حشر کے ساتھ رہنے لگے۔ چند دن بعد حبیب سیٹھ کی پارسی الفرڈ تھیٹریکل کمپنی بھی وہیں آگئی اور وہ اس میں ملازم ہو گئے اور کمپنی کے لئے انصاف لکھا جو پہلی بار دہلی میں کھیلا گیا۔ اس کے بعد اتحاد۔ روشن ستارہ (اتحاد کا دوسرا حصہ) اور شاہجہاں عرف امر سنگھ راٹھور لکھے

صولت صاحب۔ فرماتے ہیں۔ حبیب سیٹھ اور محمد سیٹھ کا قاعدہ تھا کہ جو سامان پرانا ہو جاتا اسکو درست کرانے کے بعد ایک نئی کمپنی کے نام سے فروخت کر دیا کرتے

تھے۔ چنانچہ انھوں نے بہت سی کمپنیاں بنائیں اور بیچ ڈالیں۔ میری بدقسمتی سے اسی زمانہ میں "منروا تھیٹرکل کمپنی" کے نام سے دونوں بھائیوں نے ایک کمپنی تیار کی اور کمپنی (پارسی الفریڈ) کے منیجر بابو گنجا (غالباً گنگا) رام کی کوشش سے دہلی کے ایک سیٹھ کے ہاتھ فروخت کر دی چنانچہ ملمع کئے ہوئے ساز و سامان کے ساتھ مجھے بھی سیٹھ صاحب کے سپرد کر دیا گیا سیٹھ صاحب نے میرے کل ڈرامے سنے۔ شاہجہاں پسند فرمایا۔ حکم کے مطابق میں نے اس میں ضروری تبدیلیاں کیں اور وہ امر سنگھ راٹھور کے نام سے پہلی بار دہلی میں کھیلا گیا۔ اسوقت پارسی الفریڈ دہلی سے باہر گئی ہوئی تھی۔

کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ پارسی الفریڈ میں شامل ہو گئے اور کمپنی کے لئے "گھر کا بھیدی" لکھا جو پہلی بار شاہجہاں پور میں کھیلا گیا۔ بعض نامعلوم وجوہ کی بنا پر وہ مستعفی ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ بعد میں متفرق کمپنیوں کے لئے ڈرامے لکھے۔ ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۱) ناکام عاشق

(۲) انصاف

(۳) اتحاد

(۴) روشن ستارہ

(۵) شاہجہاں

(۶) گھر کا بھیدی

(۷) ستی سلوچنا

(۸) بچہ سقہ

(۹) خونِ ناحق کا خون

(۱۰) پرسرام

ضیا عظیم آبادی۔ مجید الحسن

مجید الحسن نام۔ ضیا تخلص۔ ۲۸ر دسمبر ۱۹۱۵ء کو پٹنہ (عظیم آباد) میں پیدا ہوئے آپ کے والد جناب عزیز الحسن صاحب ایک شریف طینت اور نیک سیرت بزرگ تھے۔

ان کی ابتدائی تعلیم مکان پر ہوئی جہاں انھوں نے اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد پٹنہ سٹی ہائی اسکول سے میٹرک پاس کیا۔ شعر و شاعری کا بچپن ہی سے ذوق تھا۔ صحبت اچھی ملی اور وہ شاعری کرنے لگے۔

ایک بار جبکہ پٹنہ میں حبیب سیٹھ کی پارسی الکزنڈرا تھیٹریکل کمپنی نیر کا ڈراما "وطن" دکھلا رہی تھی ان کو بھی ڈراما لکھنے کا شوق پیدا ہوا اور بہت محنت سے ایک ڈراما لکھا اور اسے لے کر کلکتہ گئے جہاں کجن بائی نے "دی انڈین آرٹسٹ ایسوسی ایشن" کے نام سے ایک کمپنی بنائی تھی اور منظور حسن نظر کے ڈرامہ "آخری امید" کی ریہرسل جاری تھی وہ کجن بائی سے ملے اور اپنا پہلا ڈراما "دل وفتنہ" دکھلایا۔ کجن بائی نے اسے بہت پسند کیا اور آرزو لکھنوی کا "چراغ توحید" دکھلانے کے بعد اس کی تیاری شروع کر دی اس میں آغا پیر جان۔ غلام حسین۔ فدا حسین اور حسینہ بائی وغیرہ نے کام کیا۔ آغا پیر جان نے اسے ڈائرکٹ کیا۔ کجن بائی کے نام۔ ڈرامہ کی دلفریبی اور اداکاروں کی کامیاب اداکاری نے کھیل میں جان ڈال دی۔ اور وہ گلوب تھیٹرس میں کامیابی کے ساتھ چلا جب یہ ڈراما دکھلایا جا رہا تھا اس وقت سہراب جی کیرادالا بھی کجن کی کمپنی میں شریک ہوا۔ نظر صاحب کمپنی سے چلے گئے۔

اس کے بعد ضیا صاحب نے کجن بائی کی کمپنی کے لئے "بے وطن کی عید" ۱۹۳۶ء میں لکھا جو لاہور کے کراؤن سینما میں دکھلایا گیا۔ اس میں جبار اور غلام حیدر کے بھائی چینی وغیرہ نے کام کیا اور اسے سہراب جی کیراوالا نے ڈائرکٹ کیا۔ سٹی مجسٹریٹ نے مصنف کو ایک طلائی تمغہ انعام دیا۔

بعدہ کمپنی کے لئے تیسرا ڈراما "پریم کی شکتی" لکھا جس میں سوائے سہراب جی کیراوالا اور آغا پیر جان کے سب ایکٹروں نے کام کیا خاص کر رضی۔ ستیارام۔ عبدالرحیم گاما وغیرہ کے کام کو بہت پسند کیا گیا۔ اسے فدا حسین نے ڈائرکٹ کیا۔ حیدرآباد سندھ میں کجن بائی کی کمپنی کی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ مانک لال کی "دی شاہجہاں تھیٹریکل کمپنی" نے اسی ڈرامہ کو "پریم بدھ" کے نام سے اسٹیج کیا۔

ضیاء صاحب نے ۱۹۳۸ء میں "ہمایوں" لکھا جو کمپنی نے پہلی بار لاہور میں پیش کیا۔ اس میں یوسف آفندی۔ جبار۔ فدا حسین اور کجن بائی نے کام کیا۔ اسے فدا حسین نے ڈائرکٹ کیا۔ کمپنی لاہور سے کانپور پہنچی۔ اور وہاں ضیاء صاحب کا نیا ڈراما "شیریں فرہاد" پیش کیا۔ اسے کجن بائی نے خود ڈائرکٹ کیا۔ لیکن ہندو مسلم فساد کے باعث کمپنی کو کانپور سے جانا پڑا۔

اس کے بعد وہ دہلی گئے اور بابو روشن لال کے کارنیوال میں ملازم ہوگئے۔ اس کارنیوال میں ایک اسٹیج بھی تھا۔ جس میں ڈرامے دکھلائے جاتے تھے۔ وہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۱ء تک اس کارنیوال میں ملازم رہے اور گریجویٹ۔ ہٹلر۔ آواز۔ راج گرو نامی ڈرامے لکھے۔ ان میں بندو خاں۔ احمد حسین۔ حامد حسین۔ لکشمن۔ مرضی بائی۔ زہرہ بائی کام کرتی تھیں۔ بندو خاں اور احمد حسین ڈائرکشن کرتے تھے۔

دوران جنگ میں وہ یوپی گورنمنٹ کے پروپیگنڈہ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے لگے اور حکومت کے لئے "خوفناک درندہ" لکھا جو بہت موثر ثابت ہوا۔ اسکے بعد فریدون ایرانی کی کھٹاؤ الفریڈ کے لئے "نل دمینتی" از سر نو لکھا لیکن کمپنی کو پسند نہ آیا پھر "ٹھوکر" لکھا اور ۱۶ مارچ ۱۹۴۶ء کو پہلی بار پیش کیا۔ اسے غلام صابر نے ڈائرکٹ کیا اس کے بعد "گاؤں کی شام" لکھا جس میں کھٹاؤ الفریڈ بمبئی کے پورے اسٹاف نے کام کیا۔

(۱) نل دمینتی   ۱۹۳۵ء

(۲) بے وطن کی عید سنہ ۱۹۳۶ء

(۳) پریم کی کشتی سنہ ۱۹۳۷ء

(۴) ہمالیوں سنہ ۱۹۳۸ء

(۵) شیریں فرہاد سنہ ۱۹۳۸ء

(۶) گریجویٹ سنہ ۱۹۳۹ء

(۷) ہٹلر سنہ ۱۹۴۰ء

(۸) آواز سنہ ۱۹۴۰ء

(۹) راج گرو سنہ ۱۹۴۱ء

(۱۰) خونخوار درندہ

(۱۱) پہلی ٹھوکر سنہ ۱۹۴۶ء

(۱۲) گاؤں کی شام سنہ ۱۹۴۶ء

پہلی ٹھوکر ضیاء عظیم آبادی نے یہ ڈرامہ فریدون ایرانی کی کھٹاؤ الفریڈ تھیٹریکل کمپنی کے لئے سنہ ۱۹۴۳ء میں لکھا تھا اور پہلی مرتبہ بمبئی میں اسٹیج ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل اداکاروں نے کام کیا۔ کجن بائی نے سندری کا پارٹ کیا۔ سرسوتی نے کملا کا۔ غلام صابر نے انند کمار کا۔ عظیم نے لکشمی چند کا۔ سرفراز نے شیو کمار کا۔ چھنا لال نے جمن کا اور کومک میں، مولچند نے دھرم چند اور مصطفےٰ نے کرم چند کا پارٹ کیا۔

ظفر علی خاں۔ مولانا۔ بی اے (علیگ)

مولانا ظفر علی خاں ضلع سیالکوٹ کے ایک موضع کوٹ میرتھ میں پیدا ہوئے۔[1]

---

[1] ظفر علی خاں از شورش کاشمیری۔ نقوش۔ شخصیات نمبر۔ جلد اول۔ ص ۵۹۷۔ تاریخ پیدائش ۱۸۷۰ء ہے

ظفر علی خاں مردم دیدہ۔ چراغ حسن حسرت کاشمیری ص ۱۳۸ تاریخ پیدائش سنہ ۱۸۷۳ء ہے

چونکہ اپنے ماں باپ کی پہلی نرینہ اولاد تھے اس لئے بڑی خوشیاں منائی گئیں اور آپ کے والد سراج الدین احمد خاں نے اپنی علم دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کا نام "ظفر علی خاں" رکھا آپ کے والد کو ڈاکخانہ کی ملازمت کے سلسلہ میں چونکہ اکثر شہر سے باہر رہنا پڑتا تھا اس لئے آپ کی تعلیم آپ کے دادا نے کی جو اسوقت سیالکوٹ چھاؤنی کے مشن اسکول میں فارسی کے صدر مدرس تھے۔ جب آپ کے والد نے اپنی مستقل سکونت کے لئے وزیر آباد میں ایک مکان لے لیا تو آپ کو مقامی مشن اسکول میں داخل کر دیا گیا جہاں اپنی عمر کے بارھویں سال میں مڈل کا امتحان کامیابی کے ساتھ پاس کیا اور ساتھ ہی قرآن پاک کی تعلیم وزیر آباد کے مشہور محدث حافظ عبد المنان سے حاصل کی۔ آپکے دادا نے ان کو اپنے داماد مولوی محمد عبد اللہ خاں کے پاس جو اسوقت مہندر کالج پٹیالہ میں پروفیسر تھے بھیجدیا۔ وہاں آپ نے دو سال میں میٹرک پاس کیا۔

مولانا کو ان کے والد نے سر یگر بلا لیا اور اپنے ہی محکمہ میں ملازمت دلوادی لیکن وہاں اپنے افسر سے الجھ پڑے ان کی ہجو لکھی اور ملازمت سے دست کش ہو کر مزید تعلیم کے لئے علی گڑھ چلے گئے۔

مولانا اپنی مختصر سوانح حیات [1] میں لکھتے ہیں

"اسوقت سرکاری اور غیر سرکاری کالجوں میں علی گڈھ اپنی تعلیمی برتری کی وجہ سے تمام ایشیا میں مشہور تھا اور اس کالج میں قومی سیرت اور کردار کو بلند رکھنے کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ سر سید احمد کا ان تعلیمی کوششوں سے یہ مطلب تھا کہ مسلمان طالب علموں میں وہ ساری صفات پیدا ہو جائیں جو ایک زندہ قوم کے روشن خیال ملک کے نوجوانوں میں ہوتی ہیں۔ اس وقت زیادہ تر طالب علم بھی سر سید مرحوم کے اسی جذبے کے تحت تعلیم

---

[1] بھائی جان۔ ماہانہ۔ کراچی۔ بچپن نمبر۔ اگست ۱۹۵۳ء

حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے میں نے بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ اسی جذبہ کے تحت بی اے کا امتحان اسی کالج میں پاس کیا۔"

اسی زمانے میں نواب محسن الملک کو خواجہ غلام الثقلین کے استعفا دینے کی وجہ سے پرائیوٹ سکریٹری کی ضرورت تھی۔ مولانا نے اخبار میں اشتہار دیکھا درخواست دی اور خواجہ صاحب کی جگہ ملازم ہوگئے۔ وہاں تھوڑے عرصہ قیام کیا پھر محسن الملک سے سفارشی خط لے کر حیدرآباد گئے۔ نواب افسر جنگ سے ملے۔ انھوں نے فوج میں ملازم رکھ لیا۔ وہاں سے کسی نہ کسی طرح دارالترجمہ میں پہنچ گئے۔ اسکے بعد اسسٹنٹ رجسٹرار اور میر عثمان علی خاں کے اتالیق بنے۔

اس وقت عزیز مرزا ہوم سکریٹری تھے ان کی توجہ سے اسسٹنٹ ہوم سکریٹری کے عہدے تک پہنچے۔ ان کا تبادلہ ہوگیا تو نواب سربلند جنگ ان کی جگہ ہوم سکریٹری ہوگئے۔ وہ قدرے ترش رو اور چڑچڑے تھے۔ مولانا کی جودت طبع کو مضمون ہاتھ آیا۔ محمد رفیع سودا انہیں تھے کہ غنچہ سے کہتے قلمدان لاؤ۔ قلم اٹھایا اور ہجو لکھ ماری۔ سربلند جنگ کو بھی خبر ہوگئی۔

مولانا چھٹی لے کر میر محفوظ علی بدایونی کے ہاں بربرہ چلے گئے۔ ادھر وہ بھی ملازمت سے بیزار تھے۔ دونوں نے بمبئی میں امپورٹ ایکسپورٹ کا دفتر کھولنے کی ٹھانی اور استعفا دے دیا اور بمبئی میں مکان کرایہ پر لے کر "اورینٹل کمرشل ایجنسی" کے نام سے ایک تجارتی ادارہ قائم کیا۔ جاپان سے ریشم اور افریقہ سے ہاتھی دانت کا سامان برآمد کیا مگر بیل منڈھے نہ چڑھی۔ دونوں ادیب تھے اور یہ کاروبار تھا۔ میر صاحب تو دل شکستہ ہو کر بدایوں چلے گئے۔ لیکن مولانا نے "دکن ریویو" نکالنے کا فیصلہ کیا۔

ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ عزیز مرزا دوبارہ ہوم سکریٹری ہوگئے انھوں نے

تار سے بلوا بھیجا۔ بمبئی سے حیدر آباد پہنچے اور لیجسلیٹو اسمبلی کے رجسٹرار مقرر ہو گئے۔

یہاں آپ نے لارڈ کرزن کی تالیف "خیابان فارسی" کا اردو میں ترجمہ کیا اور شہرت پائی۔ پنجاب یونیورسٹی نے پانچ سو روپے انعام میں دیے جو ایک پنجابی نژاد کو کسی اردو ترجمے پر پہلا انعام تھا۔ خود نظام نے ازراہ خوشنودی تین ہزار روپے مرحمت فرمائے۔ داغ، میر محبوب علی خاں کے استاد اور مرجع امراء تھے۔ انھوں نے تقریظ لکھی جس میں صحت زبان کی بے حد تعریف کی۔ احسن مارہروی راوی ہیں کہ داغ کے قلم سے نثر کا جو سب سے بڑا ٹکڑا نکلا وہ یہی تقریظ ہے۔

اس سے پہلے مولانا سیر ظلمات۔ فسانہ لندن، سنہری گھونگا کا ترجمہ کر چکے تھے۔ مولانا آزاد کا کہنا ہے کہ ظفر علی خاں فسانہ لندن کے بجائے کسی علمی کتاب کا ترجمہ کرتے تو اس کا شمار علمی خدمت میں ہوتا۔ معرکہ مذہب و سائنس کے متعلق ان کا خیال ہے کہ وہ ایک مفید دینی کتاب ہے۔ غرضکہ ان تراجم سے مولانا کی ادبی قابلیت کا شہرہ ہو گیا ان ہی دنوں میں موسیٰ ندی میں طغیانی آگئی جس نے تمام ریاست کو ہلا ڈالا اور متاثرہ لوگوں کی امداد کے لئے تحریک چل نکلی۔ مولانا نے اس پر جو طویل نظم لکھی اس سے ادبی و شعری حلقوں میں ان کا نام اور ثقہ ہو گیا۔ اس نظم کو موضوع کے اعتبار سے اولیت کا درجہ ملا۔ اسی درمیان میں "دکن ریویو" جاری کیا جو چند سال تک اردو ادب کی خدمت کرتا رہا یہی رسالہ بعد میں "پنجاب ریویو" کے نام سے لاہور سے شائع ہوا [1]

دوران قیام حیدر آباد میں کسی یورپین تھیٹریکل کمپنی نے ڈراما کیا۔ اس میں نیم برہنہ عورتوں کا رقص بھی شامل تھا۔ ریاست کی طرف سے کمپنی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اٹھے تو اظہار تبریک کی بجائے اظہار ملامت کر ڈالا۔ ریزیڈنٹ کو ناگوار گذرا۔ دل میں گرہ

---

[1] آج کل۔ دہلی۔ یکم اپریل ۱۹۵۶ء مولانا ظفر علی خاں از عبدالمجید سالک۔

پڑ گئی اور آخر حیدر آباد سے نکلنا پڑا۔ والد حیات تھے "زمیندار" میں کام کرنے لگے ایک آدھ برس میں دوبارہ طلبی ہوئی۔ سر مائیکل اوڈوائر حیدر آباد میں ریزیڈنٹ رہ چکے تھے اور اب پنجاب میں گورنر تھے انکے اشارہ پر خواجہ حسن نظامی نے چغلی کھائی اور حیدر آباد سے دوبارہ نکالے گئے حتیٰ کہ پنشن بھی ضبط ہو گئی۔ الزام یہ تھا کہ وہ نظام حیدر آباد کو پان اسلامزم کا سبق پڑھاتے اور انگریزوں کے خلاف اکساتے ہیں لاہور پہنچے تو والد بستر مرگ پر تھے یا اللہ کو پیارے ہو چکے تھے (سنہ ۱۹۰۹ء)

آپ کے والد نے پنجاب کے زمینداروں کی خدمت کے لئے جو ہفت روزہ "بنام" زمیندار جاری کیا تھا اس کی ادارت سنبھالی۔ اور اس کو اپنے گاؤں کرم آباد ضلع گوجرانوالہ سے لاہور منتقل کر دیا اور کچھ عرصہ بعد اسے روزنامہ کر دیا۔

اسی درمیان میں طرابلس اور بلقان کی جنگ چھڑ گئی اور آپ نے اپنے قلم کے خوب خوب جوہر دکھلائے۔ ہر طرف مولانا ظفر علی خاں اور زمیندار کا طوطی بولنے لگا۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں انگلستان گئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جب آپ کو نظر بند کیا گیا تو "ستارۂ صبح" کے نام سے ایک غیر سیاسی پرچہ نکالا اور اسے بہت جلد روزنامہ کر دیا۔ "ستارہ صبح" بند کرنے کے بعد حیدر آباد گئے اور دارالترجمہ میں کام کرنے لگے۔ جنگ یورپ ختم ہوتے ہی لاہور چلے گئے اور اوائل سنہ ۱۹۲۰ء میں پھر زمیندار شروع کر دیا۔ تحریک خلافت ترک موالات۔ قید و بند۔ رہائی اور مختلف نشیب و فراز کے بعد سنہ ۱۹۳۷ء میں مرکزی اسمبلی کے ممبر بنے۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں دوبارہ ممبر منتخب ہوئے۔

آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے:۔

(۱) ایڈیٹر کا حشر

(۲) جنگ روس و جاپان سنہ ۱۹۰۵ء

(۳) تولہ بھر ریڈیم (تمثیل)

ایڈیٹر کا حشر یہ مختصر ڈراما تین ایکٹ پر مشتمل ہے مولانا نے اس میں ایک ایڈیٹر کا عبرتناک انجام دکھلایا ہے۔

پلاٹ:۔ عبدالواحد بیرسٹر کی نازآفرین بیٹی نازلی بیگم جو انگلستان کی تعلیم یافتہ ہے خواب میں محمد اسلم ممبر وائسرائے کونسل اور ایک لکھ پتی زمیندار کی بجائے محمد یوسف ایڈیٹر و مالک "کوکب صبح" سے شادی کرتی ہے۔ نازلی بیگم کی ذاتی دولت آہستہ آہستہ اخبار کی نذر ہونی شروع ہوتی ہے۔ تھوڑے دنوں میں محمد یوسف۔ نازلی بیگم اور انکے بچے کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جاتے ہیں۔ نازلی بیگم بیدار ہو کر اپنے مستقبل پر غور کرتی اور اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ وہ محمد اسلم سے شادی کرے۔ محمد یوسف بھی یہ خیال کرکے کہ وہ ایک مالدار خاتون کے ساتھ عیش و مسرت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا نازلی کے ساتھ شادی کرنیکا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔

جنگ روس و جاپان ڈرامہ کے صفحہ اول پر تحریر ہے "جنگ روس و جاپان — یعنی ایک تاریخی ڈراما۔"

مولانا کی دیگر تصانیف و تالیف و تراجم حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ معرکہ مذہب و سائنس	۲۔ خیابان فارس
۳۔ جنگل میں منگل	۴۔ معاشرت
۵۔ سنہرا گھونگھا	۶۔ میری عینک
۷۔ سیر ظلمات	۸۔ تفسیر سورہ روم
۹۔ لطائف الادب	۱۰۔ خیابان فارس
۱۱۔ اسلام کی برکتیں	۱۲۔ جمال الدین افغانی
۱۳۔ ملت بیضا پر ایک نظر	۱۴۔ تقاریر ظفر علی خان
۱۵۔ فسانہ لندن (نامکمل)	۱۶۔ تاریخ اندلس (نامکمل)

مجموعے (۱) حبسیات (۲) بہارستان (۳) نگارستان (۴) چمنستان

مصنف — مولینا ظفر علیخاں بی اے (علیگ) مترجم خیابان فارس۔ فسانہ لندن۔
سیر ظلمات۔ جنگل میں منگل۔ ایڈیٹر دکن ریویو — جو — مصنف نے دکن ریویو کے
ناظرین کے لیے تصنیف فرمایا۔ اور شائقین کے فائدے کے لئے دکن ریویو سے لیکر
بہ شکل کتاب علیحدہ مرتب کیا — طبع اول — پانچ سو — سنہ ۱۹۰۵ء

یہ ڈراما مولوی عبدالقادر صاحب کمشنر گلبرگہ۔ حیدرآباد دکن کے نام منسوب
ہے اور تاریخ ۱۰ر نومبر سنہ ۱۹۰۵ء درج ہے تمہید مولوی عبدالحق صاحب بی اے (علیگ)
لنسڈاون گولڈ میڈلسٹ۔ پرنسپل مدرسہ آصفیہ۔ حیدرآباد۔ نے لکھی۔

پلاٹ: ٹوکیو میں حکومت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس انعقاد پذیر ہے۔ اراکین روس
سے سنچوریا واپس لینے کا عہد کرتے ہیں۔ جاپان کے باشندے ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہیں
اور بغیر اعلان جنگ روس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ امیرالبحر کا خوف گھبرا جاتا اور فوراً رقص
و سرود کی محفل برخاست کرکے جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔

ایک جاپانی اوکیو نامی اپنی معشوقہ کی نظر میں اپنا وقار بڑھانے کے لئے فوج میں
بھرتی ہو جاتا اور ترقی کرتے ہوئے کرنل بن جاتا ہے۔ اس کی شادی ہو جاتی ہے۔

جاپان فتح کے ڈنکے بجاتا ہوا آگے بڑھتا ہے انگریز اور امریکہ روس و جاپان میں صلح
کرا دیتے ہیں۔

عاجز ناگپوری

۱۔ شریف خون — سنہ ۱۹۲۵ء

۲۔ پیام حق — سنہ ۱۹۲۶ء

۳۔ عصمت کا ڈاکو

۴۔ چلتی دنیا

شریف خون عاجز نے یہ ڈراما پارسی امپائر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کے لئے سنہ ۱۹۲۵ء

میں لکھا تھا اور ڈانیال ڈیوڈ۔ منیجنگ ڈائرکٹر کمپنی مذکور نے اسے ڈائرکٹ کیا۔ گانے کی کتاب مطبع جہانگیر علوی۔ بمبئی ۳ سے شائع ہوئی۔

مصنف اپنے ڈرامہ کا پلاٹ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

آمادہ فطرتی کوئی شر پر فتور پر ۔۔۔ ڈھایا ستم بے نار نے افسوس نور پر
اے ناظرین یہ ہے خلاصہ پلاٹ کا ۔۔۔ بھائی نثار ہو گیا عصمت کی حور پر

پیام حق

عاجز نے یہ ڈراما پارسی امپائر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کے لئے ۱۹۲۶ء میں لکھا تھا اور منیجنگ ڈائرکٹر ڈانیال ڈیوڈ نے "خلاصہ اور گانے" کی کتاب خلافت پریس۔ سلطان مینشن۔ ڈونگری۔ بمبئی ۹ سے شائع کی۔

"گذارش" کے عنوان سے عاجز صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"اس سے پہلے میں ایک قومی ڈراما "شریف خون" کے نام سے بمبئی کے علم دوست اور قدر شناس پبلک کی خدمت میں پیش کر چکا ہوں اور شکر گذار ہوں کہ میری اس ناچیز خدمت کو نہایت خوشی سے قبول فرمایا گیا۔ اس پسندیدگی نے مجھے ہمت دلائی کہ میں اپنا دوسرا ڈراما "پیام حق" اردو داں طبقہ کی نذر کر رہا ہوں۔ میرے اس ڈرامہ کا منشا ظالم بادشاہ کے عہد میں وفادار محبت اور قومی رہبر کی اخلاقی جرأت ہے۔ ظالم بادشاہ کے زمانے میں سچے خدا کے ماننے والے کس طرح اپنی زبان اور شان پر قائم رہے۔ ان کے بچے ان کی آنکھوں کے سامنے قتل کر دئیے گئے۔ ظلم وستم سے خراج وصول کیا گیا۔ ایسے خوفناک وقت میں بھی قوم کے سچے رہبر "پیام حق" سنانے میں جواں مردی۔ بے باکی۔ جانبازی۔ شجاعت اور صبر سے کام لیتے رہے اور یہی منشا اس ڈرامہ کا نام "پیام حق" رکھنے سے ہے۔

پلاٹ: شرر آباد کا ظالم بادشاہ شر انگیز —— اپنی رعایا پر ظلم کرتا ہے خلیل

اور محمود حسن علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔ شر انگیز حبشی اور خانم کے سامنے اپنی خواہش نفسانی کا اظہار کرتا ہے۔ وہ انکار کرتی ہیں۔ شر انگیز ان کے قتل کا حکم دیتا ہے لیکن اس کی بیٹی نصیحت ان کو بچا لیتی ہے۔ خلیل بادشاہ کو سمجھانے کے لئے جاتا ہے لیکن وہ اسکو بھی قید کر لیتا ہے۔

باغی جمع ہونا شروع ہوتے ہیں اور بائیس ہزار کی تعداد میں قلعہ پر حملہ کرتے ہیں شر انگیز ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے۔ باغی شکست کھاتے ہیں۔ شر انگیز خلیل سے مطالبہ کرتا ہے کہ اگر وہ اپنے اکلوتے بیٹے شوکت کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے تو وہ باغیوں کی جان بخشی کر دے گا۔ خلیل منظور کرتا ہے۔ اسی وقت نصیحت داخل ہو کر باپ کو قید کرتی اور خلیل اور باغیوں کو آزاد کر دیتی ہے۔

عبدالماجد دریابادی

۱- زود پشیماں

عبدالماجد نام۔ دریاباد۔ یوپی کے رہنے والے۔ مارچ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے[1] آپ کے والد مولوی عبدالقادر ڈپٹی کلکٹر تھے اور فارسی کی اچھی صلاحیت رکھتے تھے۔ "مجھ پر کیا گزری" کے عنوان سے عبدالماجد صاحب اپنی سوانح عمری میں لکھتے ہیں۔

قرآن مجید ناظرہ کے ساتھ ساتھ درس آمد نامہ۔ گلزار دبستاں۔ گلستان بوستان[2] سکندر نامہ۔ یوسف زلیخا اور کیمیائے سعادت پڑھی۔ اور کچھ شد بد عربی بھی۔ نو

---

[1] آج کل۔ اپریل ۱۹۵۱ء۔ مولانا عبدالماجد دریابادی از خان بہادر ظفر حسین۔ خان بہادر صاحب کے حساب سے تاریخ پیدائش مارچ ۱۸۹۳ء ہے۔ حکیم عبدالقوی دریابادی کے نزدیک ۱۸۹۲ء صحیح ہے۔ نقوش۔ شخصیات نمبر جلد ۱ ص ۲۵۸

[2] فاران۔ کراچی۔ اگست ۱۹۴۹ء ص ۲۶

سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہوئے اور سولھویں سال میں ہائی اسکول سیتاپور سے میٹرکیولیشن کا امتحان پاس کیا اور کیننگ کالج لکھنؤ میں داخل ہوئے۔

آپ نے اردو کا پہلا مضمون ۱۹۰۳ء میں جب کہ آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی لکھا اور ایک فرضی نام سے " اودھ اخبار لکھنؤ " میں چھپوایا۔ ابھی آپ کی عمر زیادہ سے زیادہ چودہ سال ہو گی کہ شہر میں ایک تھیٹرکل کمپنی کہیں سے بہتی بہاتی آگئی اور ہفتوں بلکہ مہینوں رہی۔ اسے خوب دیکھا بھالا۔ ایکٹروں اور ایکٹرسوں سے پوری دلچسپی لی مگر ایکٹرسوں سے کچھ یوں ہی سی اور وہ بھی محض دوسروں کی دیکھا دیکھی۔ اتفاق سے اسوقت ایک ڈرامہ انکے اسکول میں ہوا اور اس میں ان کو نمایاں پارٹ کرنے کا موقع ملا۔ دوبارہ پھر اسکول میں تقسیم انعامات کے سلسلہ میں ایک ڈرامہ ہوا۔ اس میں بھی ایکٹ کیا جلسہ کی صدارت انگریز ڈپٹی کمشنر نے کی۔ اس میں شہر کے سب ہی معززین جمع تھے۔ انکو ایکٹنگ کی خاصی داد ملی۔

کالج میں داخل ہونے کے بعد معاً پھر کالج کی ڈرامیٹک سوسائٹی سے سابقہ پڑا۔ نصاب میں شکسپیئر کے دو ڈرامے داخل تھے۔ ان کے مطالعہ اور سوسائٹی کے ماحول سے دل پر یہ نقش بیٹھا کہ ناٹک نویسی عیب نہیں ہنر ہے اور ایکٹری شرم کی نہیں فخر و عزت کی چیز ہے۔ کہاں وہ پرانی دھرانی تعلیم کہ بھانڈ اور نقال حقیر ہے۔ ذلیل ہے روپ بھرنا بازاریت ہے اور سوانگ رچنا ابتذال اور کہاں یہ جدید ماحول کہ جارج ہنری لوئس ادیب و فلسفی ہو کر ایکٹنگ کا ماہر تھا اور ہنری اروِنگ نے ایکٹری ہی کے زور سے نائٹ ہڈ (سر کا خطاب) حاصل کیا۔

قدرت کا کھیل کہ چند ہی روز بعد اردو کے مشہور ڈرامہ نگار آغا حشر کاشمیری اپنی تھیٹرکل کمپنی لے کر لکھنؤ آئے۔ آغا صاحب ادیب اور شاعر بھی تھے۔ خوب پینگ بڑھے اور تھیٹر دیکھنا تو چند ہفتوں کے لئے گویا معمولات میں داخل ہو گیا۔

عبدالماجد صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں

"....... بمبئی میں ہندوستانی اسٹیج کی خوب سیر رہی اور شملہ میں ایک آدھ بار انگریزی ناٹک بھی دیکھے۔ انگریزی اخبارات میں ڈراموں پر مضمون بطور نقاد فن کے لکھے اور اردو میں ایک ڈراما گویا قلم برداشتہ لکھ ڈالا اور ایک فرضی نام سے چھپا۔"

جب عمر سولہ سترہ سال تھی (۱۹۰۹ء) تو "محمود غزنوی" اور "غذائے انسانی" کے نام سے کتابیں لکھیں جو وکیل بک ایجنسی امرت سر نے شائع کیں اور الناظر لکھنؤ اور راوید. الہ آباد میں مضامین و مقالات لکھتے رہے۔ بیس اکیس سال کی عمر میں فلسفہ جذبات شائع کیا ۱۹۱۳ء میں بی اے پاس کیا۔ ایم اے میں داخلہ لینے کے لئے علیگڈھ گئے لیکن والد کی بے وقت موت کے باعث تعلیم سے ہاتھ اٹھالئے۔ لکھنؤ میں قیام کیا اور علمی وادبی کاموں میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ دارالترجمہ حیدرآباد سے بھی متعلق رہے۔ علمی وادبی مقالات کے علاوہ سینکڑوں مضامین معارف۔ الناظر۔ اردو۔ ہندوستانی۔ تھیوسوفسٹ۔ ماڈرن ریویو۔ اسلامک ریویو کے لئے لکھے۔

آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ذیل ہیں [1]

---

[1]
۱۔ تفسیر قرآن مجید انگریزی
۲۔ سائیکلوجی آف لیڈرشپ
۳۔ اردو ترجمہ تفسیر القرآن (تاج کمپنی لاہور)
۴۔ مقالات ماجد حصہ اول و دوم۔ تاج آفس بمبئی
۵۔ مبادی فلسفہ حصہ اول و دوم۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ
۶۔ سفر حجاز۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ
۷۔ فیہ مافیہ۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ
۸۔ تصوف اسلام۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ
۹۔ فلسفہ جذبات (۱۹۱۴ء) انجمن ترقی اردو
۱۰۔ فلسفہ اجتماع (۱۹۱۵ء) انجمن ترقی اردو
۱۱۔ تاریخ اخلاق یورپ (ترجمہ) انجمن ترقی اردو
۱۲۔ تاریخ تمدن (ترجمہ) انجمن ترقی اردو
۱۳۔ مکالمات برکلے۔ دارالمصنفین
۱۴۔ ہم آپ۔ ہندوستانی اکیڈمی۔ الہ آباد

(بقیہ اگلے پر)

عزم بازید پوری - محی الدین احمد

محی الدین نام - عزم تخلص - بازید پور ضلع گیا۔ بہار - ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے انکے والد شیخ فریاد حسین المعروف بہ گینڈو میاں زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انکی ابتدائی تعلیم مولوی عبدالجبار صاحب کے مکتب میں ہوئی اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ شیخ پورہ اور مدرسہ عالیہ کلکتہ میں عربی فارسی اور کسی قدر انگریزی پڑھی۔ طالب علمانہ زندگی میں شاعری شروع کی۔ اس کے بعد ڈراما نویسی کا شوق ہوا۔ اور مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے۔

۱۔ دیش کی پکار

۲۔ ستی کے آنسو

۳۔ کسان کی بیٹی

۴۔ انوکھی سہاگن

۵۔ ہمایوں

۶۔ نشانہ

دیش کی پکار یہ ڈراما کورنتھین تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کے لئے لکھا گیا جو کلکتہ ہی

بسلسلہ صفحہ ۵ سے

۱۵۔ منطق قیاسی و استقرائی۔ سررشتہ تالیف و ترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد دکن

۱۶۔ قصص و مسائل۔ رعنا اکیڈمی۔ رامپور

۱۷۔ اسلامیہ کالج کے سامنے دو لیکچرز

۱۸۔ محمد علی مرحوم کی ڈائری کے ورق

۱۹۔ حکیم الامت۔ نقوش و تاثرات

۲۰۔ تمدن اسلام کا پیام بیسویں صدی کے نام

۲۱۔ تمدن اسلام کی کہانیاں۔ انکی زبانی۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

۲۲۔ خطوط مشاہیر

۲۳۔ فلسفہ کی تعلیم

۲۴۔ مثنوی بحر المحبت

۲۵۔ پیام امن

۲۶۔ غذائے انسانی

۲۷۔ مردوں کی مسیحائی

میں پہلی بار اسٹیج ہوا اس میں جہاں آرا۔ کجن۔ سلطانہ بیگم۔ غلام صابر۔ عبداللہ کابلی۔ غلام حیدر سندھی نے کام کیا۔

ستی کے آنسو یہ ڈراما بھی کورنتھین تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کے لئے لکھا گیا اور پہلی بار کلکتہ میں اسٹیج ہوا۔ اس میں پے شنز کوپر۔ سلطانہ بیگم عبداللہ کابلی۔ محمد حسین وغیرہ نے کام کیا۔

کسان کی بیٹی یہ سماجک ڈراما دی رائل کورنتھین تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ نے ستمبر ۱۹۳۸ء میں کورنتھین تھیٹرز۔ دھرم تلہ اسٹریٹ کلکتہ میں پہلی بار اسٹیج ہوا۔ اس میں پریم لتا۔ حیدر باندی۔ مبارک۔ غلام صابر۔ سہراب جی کیرا والا نے کام کیا۔ ماسٹر برج لال ورما اس کے میوزک ڈائرکٹر تھے۔

پلاٹ: ایک غریب کسان ہری نامی اپنی بیٹی شانتا کی شادی کے لئے تین سو روپے کما کر اپنے گاؤں جاتا ہے۔ لیکن مکان پر پہنچنے سے پہلے ہی پروہت اس کو بتلاتا ہے کہ کیدار ناتھ زمیندار نے اس کو خراب کر دیا ہے اور اب وہ ایک بچہ کی ماں بن چکی ہے ہری یہ سنکر سراسیمہ ہو جاتا ہے۔

کیدار ناتھ ایک فیشن ایبل گرل سوشیلا نامی کی محبت میں گرفتار ہو کر شانتا کو اپنے گھر سے نکال دیتا ہے۔ سوشیلا اس کی (کیدار) دولت پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی زندگی سے کھیلنا چاہتی ہے کہ خاندان کا وفادار غلام شنکر آڑے آتا ہے سوشیلا اس کا مقابلہ کرتی ہے۔

شانتا اپنے باپ کے گھر جانا چاہتی ہے کہ پروہت بیچ حائل ہوتا ہے۔ اور وہ بھیک مانگتی ہوئی طوائف بن جاتی ہے۔ کیدار کی دولت پر قبضہ کرنے کے بعد سوشیلا جوالا کے ساتھ رہتی ہے جو شانتا کے کوٹھے پر آتا جاتا ہے۔ شانتا کو پتا چل جاتا ہے۔ اور دونوں میں تو تو میں میں ہوتی ہے۔

شنکر کی بیوی کُسم جس نے کیدار کی جان بچائی تھی شانتا سے اس کا ہاتھ ملاتی ہے

جو اپنی غلطی قبول کرتے ہوئے اس سے معافی مانگتا ہے دونوں ساتھ رہنے لگتے ہیں۔

انوکھی سہاگن یہ ڈراما بھی کورنتھین کے لئے لکھا گیا اور کلکتہ میں پہلی بار اسٹیج ہوا اس میں رانی پریم لتا۔ حیدر باندی۔ غلام صابر۔ سورج رام۔ محمد حسین وغیرہ نے کام کیا۔

ہمایوں یہ ڈراما کھٹاؤ الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کے لئے لکھا گیا اور پہلی بار بمبئی میں اسٹیج ہوا اس میں رانی پریم لتا۔ شگونا۔ سرسوتی۔ غلام صابر۔ چھنا دلال سرفراز حسین سید حسین وغیرہ نے کام کیا۔

نشانہ یہ ڈراما بھی فریدوں ایرانی کی کھٹاؤ الفریڈ تھیٹریکل کمپنی کے لئے لکھا گیا اور ۱۹۴۳ء میں بمبئی میں پہلی بار اسٹیج ہوا۔ اس میں گجن بائی نے روپا کا پارٹ کیا۔ سرسوتی نے شوبھا۔ غلام صابر نے روپ کمار۔ عظیم نے مالوول۔ سرفراز حسین نے جے پال اور مصطفےٰ و مولچند نے کومک میں کام کیا۔

فرخ دہلوی، حکیم سید ولایت حسین

ولایت حسین نام۔ فرخ تخلص۔ سید پور ضلع مراد آباد میں بروز دوشنبہ۔ ۶ر اگست ۱۸۸۶ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا سید محمد عظیم ایک بڑے بزرگ اور مبلغ اسلام تھے اور طبابت کرتے تھے۔ فرخ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ رامپور میں حاصل کی اسکے بعد مزید تعلیم کے لئے مدرسہ عبدالرب دہلی میں داخل ہوئے۔ تکمیل کے بعد طب کی تعلیم کے لئے حکیم عبدالمجید خاں صاحب کے طبیہ کالج میں داخلہ لیا۔ سند حاصل کرنے کے بعد پہلے ضیاء الاسلام مراد آباد۔ پھر دار العلوم دہلی کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔

اسی اثناء میں ان کی ملاقات آغا حشر کاشمیری سے ہوگئی۔ ان کی فیض صحبت کا اثر یہ ہوا کہ انکو بھی ڈراما نویسی کا شوق پیدا ہوگیا اور انھوں نے "ناز و نیاز" کے نام سے ایک ڈراما لکھا جو نرائن سنگھ مالک پنجاب تھیٹریکل کمپنی کو بہت پسند آیا اور انکو پچاس

روپے ماہوار پر ملازم رکھ لیا۔ ڈرامہ کا معاوضہ بھی دو سو روپے دیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ رحمو بائی کی گرانڈ سویلائزڈ تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ میں ملازم ہو گئے اور کمپنی کے لئے "سنہرا فریب" لکھا جو میلارام لاہور کے تھیٹر میں کھیلا گیا۔ جب کمپنی لاہور سے ملتان پہنچی اور ان کی ملاقات استاد کریم بخش سے ہوئی تو وہ ان کی "پنجاب کورنتھیل تھیٹریکل کمپنی" میں ملازم ہو گئے اور کمپنی کے لئے "شیطان کا غلام" لکھا چونکہ کمپنی کا اسٹاف تجربہ کار نہ تھا۔ اس لئے مجبوراً ان کو ڈائرکشن کرنی پڑی اور ساتھ ہی اسٹیج پر اداکاری کے جوہر بھی دکھلائے اور بہت جلد کمیڈی ایکٹر کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ شیطان کا غلام فیل ہونے پر انھوں نے اداکاری کو ڈرامانویسی پر ترجیح دی۔

جب کمپنی ملتان میں تھی تو ان کو معلوم ہوا کہ کاوس جی کھٹاؤ کی الفریڈ تھیٹریکل کمپنی لاہور آئی ہوئی ہے تو وہ لاہور پہنچے اور اداکار کی حیثیت سے کمپنی میں ملازم ہو گئے۔ اس وقت کمپنی کے ڈرامانویسوں میں آغا حشر۔ احسن لکھنوی اور افسوں مرحوم تھے۔ کلکتہ پہنچنے کے بعد آغا صاحب نے ملازمت ترک کر دی اور آغا صاحب کے ساتھ فرخ صاحب بھی ملازمت سے دست بردار ہو گئے۔ وہ آغا صاحب کے ساتھ رہنے لگے۔ آغا صاحب ان کو اپنے ہمراہ بمبئی لے گئے اور وہ سہراب جی اوگرا کی نیو الفریڈ میں ڈھائی سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گئے اور داؤ پیچ کو خواب ہستی کے نام سے از سر نو لکھا اسی زمانہ میں حکیم فرخ صاحب کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ ان سے سات اولادیں تھیں جو یکے بعد دیگرے ملک الموت کی نذر ہو گئیں۔ ۱۹۱۸ء میں انھوں نے دوسری شادی کی۔

کاوس جی کھٹاؤ کے انتقال کے بعد جہانگیر جی کھٹاؤ نے حکیم فرخ کو اپنی کمپنی میں اداکار کی حیثیت سے ملازم رکھ لیا۔ الفریڈ جب کلکتہ پہنچی اور جہانگیر جی نے کمپنی دو لاکھ میں اور اسٹیج تین لاکھ میں میڈن تھیٹرز کے ہاتھ فروخت کر دیا تو حکیم صاحب بمبئی چلے آئے۔

جہانگیر جی نے بمبئی میں "کھٹاؤ تھیٹریکل کمپنی" کے نام سے ایک کمپنی قائم کی۔ یہودی

کی لڑکی اور سور داس حکیم صاحب نے از سر نو لکھے لیکن دونوں کامیاب نہ ہوئے اور کمپنی حیدرآباد دکن میں فیل ہو گئی۔

حکیم صاحب نے نواب غلام قادر کی شرکت میں "اور بخیل الفریڈ" کے نام سے ایک تھیٹریکل کمپنی قائم کی۔ سور داس۔ چنتا منی، یہودی کی لڑکی اور پیار کی پتلی اسٹیج کئے۔ اس کے بعد ایک نیا ڈراما "سرلا" لکھا۔ اس کے بعد "پریم ساگر" لکھا دونوں ڈرامے فیل ہو گئے۔ کمپنی بند ہو گئی۔

حکیم صاحب نے مارشس (افریقہ) کے ایک تاجر حسین اسمٰعیل کی شرکت میں ایک کمپنی بنائی اور اس کا نام "انڈین تھیٹریکل کمپنی" رکھا۔ یہ کمپنی تیس چیدہ چیدہ اداکاروں کے ساتھ پورٹ لوئز پہنچی۔ ہندستانیوں نے کمپنی کو خوش آمدید کہا کمپنی نے پہلے "سلور کنگ" اسٹیج کیا۔ اس کی آمدنی سات ہزار روپے ہوئی۔ اس کے بعد کمپنی نے نور عرب۔ خواب ہستی اور سرلا اسٹیج پر پیش کئے جو تین ماہ تک کامیابی کے ساتھ چلتے رہے حسین اسمٰعیل اور حکیم فرخ میں باہمی تنازعہ کے باعث کمپنی بند ہو گئی۔ حکیم صاحب نے ایک لاکھ روپیہ قرض لے کر کمپنی دوبارہ جاری کی اور موہنی بی اے پیش کیا۔ پہلی ہی شب کو سات ہزار روپیہ کی آمدنی ہوئی۔ حکیم صاحب نے گیارہ ماہ اور تین دن میں پورا قرضہ ادا کر دیا۔ تین سال بعد چھتیس ہزار روپیہ نقد اور پچاس ہزار روپے کا ساز و سامان لے کر کلکتہ واپس آئے۔

لیکن کلکتہ راس نہ آیا پے درپے نقصانات کے بعد بمبئی واپس آئے اور پھر جہانگیر جی کی کھٹاؤ کمپنی میں ملازم ہو گئے جو انھوں نے جوسف ڈیوڈ کی شرکت میں قائم کی تھی۔ حکیم صاحب نے کمپنی کے لئے "صلاح الدین ایوبی" لکھا جو پونا اور حیدرآباد دکن میں ٹھیک چلا۔

ایک سال بعد وہ رگھوبیر نرائن کی جگ بودھے چھو ناٹک سماج میں ملازم ہو گئے

اور "میراں بائی" اور "نیاز مانہ" لکھا۔ بعدہٗ نیو جودھپور بیکانیر تھیٹریکل کمپنی آف راجپوتانہ کے لئے نیاز مانہ "رفتار زمانہ" کے نام سے از سر نو لکھا۔ اس کے بعد جہادیہ فوٹو پلیز اینڈ تھیٹرز لمیٹڈ سکندرآباد میں ایک سال ملازم رہے اور رفتار زمانہ کو "شان اسلام" کے نام سے پیش کیا۔ پھر آریہ سبودھ ناٹک منڈلی میں ملازم ہو گئے اور "فیٹل گلاس" کے عکس پر "آخری جام" لکھا اس کے بعد "بیٹی کا سودا" لکھا۔ منروا موویٹون میں ملازم ہو کر شان اسلام کو خان بہادر کے نام سے پیش کیا۔ حکیم صاحب کا آخری ڈراما "اندھیر نگری" ہے

۱۲ر جنوری ۱۹۳۹ء کو طویل علالت کے بعد بمبئی میں انتقال کیا۔

(۱) ناز و نیاز

(۲) سنہری فریب

(۳) شیطان کا غلام

(۴) سرلا

(۵) پریم ساگر

(۶) صلاح الدین ایوبی

(۷) میرا بائی

(۸) نیاز مانہ۔ رفتار زمانہ۔ شان اسلام۔ خان بہادر

(۹) آخری جام

(۱۰) بیٹی کا سودا

(۱۱) اندھیر نگری

فروغ۔ بمبئی۔ محمد اسمٰعیل

محمد اسمٰعیل نام۔ فروغ تخلص۔ ۱۵ر جون ۱۸۸۸ء کھانڈیہ محلہ۔ بمبئی میں پیدا ہوئے

ان کے والد محمد ابراہیم نے تین شادیاں کیں۔ پہلی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری سے ایک لڑکا محمد اسمٰعیل اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ تیسری سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ چونکہ آپ ولد اکبر تھے اس لئے بوقت پیدائش خوشی منائی گئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم سید پاپامیاں اور میونسپل ناگپاڑہ اسکول میں حاصل کی۔ عربی و فارسی کی تعلیم مولانا سید عبدالعلیم قریشی سے پائی۔ چونکہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر حکیم سید منیرالدین صاحب نظامی (المعروف بہ حکیم نظامی) تھے (حکیم صاحب کے کم وبیش تین سو شاگرد تھے) اس لئے ان کی صحبت میں شعر و شاعری کے مزے لینے لگے۔ چونکہ ان کا زیادہ وقت حکیم صاحب کی خدمت میں بسر ہوتا تھا۔ اس لئے ان لوگوں سے خاصی رسم و راہ ہوگئی جو فیض صحبت اور بنظر اصلاح آیا کرتے تھے۔

انہی حضرات کی امداد سے وہ امپیریل تھیٹریکل کمپنی میں ملازم ہوگئے۔ اس کمپنی کے مالک مالوی سالی سیٹر اور منیجر و ڈائرکٹر کاوس جی انجنیئر تھے۔ انجنیئر نے اعظم حیدرآبادی سے ایک ڈراما "شکستہ دل" خریدا تھا اور اس کی تعلیم جاری تھی کہ نیو پارسی تھیٹریکل کمپنی بمبئی نے اس ڈرامہ کو "دکھیا دلھن" کے نام سے اسی مصنف سے خریدا تھا امپیریل کمپنی کے مالک کو نوٹس دیدیا کہ اگر میرا ڈراما نام بدل کر کھیلا گیا تو وہ عدالتی چارہ جوئی کریں گے۔ کمپنی کے لئے جان چھڑانا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ ڈرامہ کو ازسرِنو لکھنے کا کام ان کے سپرد کیا گیا انھوں نے تینتیس ۳۳ سین میں لکھکر ناشتہ کے وقت انجنیئر صاحب کی خدمت میں پیش کردیا۔ یہ ایک شب کا کارنامہ تھا۔ انجنیئر صاحب اس سے بے حد خوش ہوئے۔ تنخواہ ایک دم تین گنی کردی اور بے عزتی کے ہرجانہ کا جو روپیہ وصول ہوا اس میں سے بھی ایک معقول رقم ان کو بطور انعام دی اور اعلان کردیا کہ کمپنی کا نیا ڈرامہ "شکستہ دل" مصنفہ محمد اسمٰعیل فروغ بہت جلد پیش کیا جائے گا۔

اس کے بعد فروغ نے ۱۹۱۳ء میں "نقلی شاہزادہ" صرف پندرہ یوم میں لکھکر

دیا۔ اسوقت کمپنی کو ایک نئے ڈرامہ کی فوری ضرورت تھی۔ فروغ صاحب بولتے جاتے تھے کمپنی کا منشی درائٹر لکھتا جاتا تھا۔ پارٹ تقسیم ہوتے جاتے تھے اور ایکٹر اپنا اپنا پارٹ یاد کرتے جاتے تھے۔ اس کے باوجود کہ یہ ڈراما بہت معمولی تیاری کے بعد اسٹیج ہوا لیکن بہت کامیاب رہا۔ اسے مسٹر انجینیر کی بجائے جوسف ڈیوڈ نے ڈائرکٹ کیا۔ جو حال ہی میں کمپنی میں ملازم ہوئے تھے۔

اسی زمانہ میں منشی عزت حسین نیر کمپنی میں ملازم ہوئے۔ جوسف ڈیوڈ نے "انداز جفا" کا پلاٹ دے کر ایک ڈرامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ انھوں نے صرف چار سین لکھے تھے کہ جوسف نے ڈراما فروغ کے سپرد کر کے اسے جلد ختم کرنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ انھوں نے چند ہفتوں میں جوسف کی حسب مرضی ڈراما پورا کر دیا۔

اس کے بعد "بھولا شکار" لکھا۔ اس کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔ نیر کو لکھنے کے لئے دیا لیکن انھوں نے دیر لگادی۔ جوسف نے یہ ڈراما لے کر فروغ کو دیا اور سین بہ سین از سر نو لکھنے اور مکمل کرنے کی فرمائش کی۔ آپ نے مندرجہ بالا تینوں ڈرامے ۱۹۱۳ء میں لکھے۔

تنخواہ کے اضافہ پر کچھ جھگڑا ہوا آپ نے ملازمت ترک کر دی اور وکٹوریہ تھیٹرکل کمپنی میں ملازم ہوگئے۔ منتظمین نے آپ سے خواہش کی کہ وہ سلور کنگ کے وزن پر کوئی ڈراما لکھیں۔ چنانچہ آپ نے "صبح امید" لکھا جو مالک اور ڈائرکٹر کی شکر رنجی کے باعث اسٹیج نہ ہوسکا۔ اس کے بعد "خوبصورت بلا" کا پلاٹ دیا گیا اور حکم ہوا کہ اسی طرز پر ایک ڈراما لکھیں۔ چنانچہ آپ نے "خورشید عالم" لکھا جو بمبئی اور کلکتہ میں خوب چلا۔ اس کے بعد آپ نے "شان کریم" لکھا جو کھٹاؤ الفریڈ اور حشر تھیٹرکل کمپنیوں کے مقابلہ میں کافی عرصہ تک چلتا رہا۔ آپ سے اور بالیوالا کمپنی کے ڈائرکٹر تاترا سے جھگڑا ہوگیا اور ملازمت ترک کر دی۔

اس کے بعد آرڈیشیر گھڑیالی کی "دی نیو پارسی تھیٹریکل کمپنی" میں ملازم ہو گئے اور کمپنی کے لئے "امتحان" اور "سفید ڈائن" لکھے اس کے بعد بمبئی چلے آئے۔ کچھ عرصہ آرام کے بعد کرلوسکر کی مرہٹی کمپنی۔ کرلوسکر سنگیت منڈلی۔ میں ملازم ہو گئے اور دو ہزار روپے فی ڈراما کنٹراکٹ پر "کانٹوں میں پھول" (ریہلاد) سنہری ستارہ (دھرد) اور گیان دیپک (دیپور دھوج) لکھے۔ کانٹوں کا پھول بمقام ناگپور (۱۹۱۶ء) میں کھیلا گیا۔ کمپنی جب ناگپور سے کلکتہ اور وہاں سے اندور گئی تو ۱۹۱۷ء میں سنہری ستارہ پیش کیا۔ مشہور مارواڑی تاجر رائے بہادر حکم چند نے بھی اس کھیل کو دیکھا اور یہ سنکر بے حد متعجب ہوا کہ اسکا مصنف ایک مسلمان ہے۔

رائے بہادر نے فروغ کو بلاکر فرمائش کی کہ اگر وہ جین مت کی تبلیغ کے لئے ایک ڈراما لکھیں تو وہ ۲ لاکھ صرف کرنے کے لئے تیار ہے لیکن کرلوسکر نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ ۱۹۱۸ء میں "گیان دیپک" پیش ہو کر مقبول ہوا۔ کنٹراکٹ ختم ہوا اور آپ نے ملازمت ترک کر دی۔

فروغ صاحب نے ۱۹۱۶ء میں رام بھاؤ سوامی گندھرو کی مرہٹی کمپنی "نوتن سنگیت منڈلی کے لئے" پارسا دیوی عرف مہانندا" لکھا۔ کمپنی اس میں بعض تبدیلیاں کرانا چاہتی تھی۔ آپ نے ضروری تبدیلیاں کر دیں۔ یہ ڈراما ناگپور میں اسٹیج ہو کر مقبول ہوا۔

اس کے بعد ناٹیہ کلا سنگیت منڈلی" کے لئے" کاشی میں کعبہ" لکھا جو بڑودہ میں پہلی بار اسٹیج ہوا۔ اس میں ہندو مسلم ملاپ دکھلایا گیا۔ بڑودہ گورنمنٹ نے اس پر پابندیاں عائد کر دیں۔ دو تین سال غیر علمی کاموں میں بسر کرنے کے بعد آپ نے رگھوبیر نرائن ساہوکار کی مرہٹی کمپنی" رنگ بودھے چھو ناٹک سماج" میں تین ڈرامے لکھے (۱) سفید ڈاکو (۲) میرا کے پربھو (۳) سنہری مچھلی۔ آپ نے یہ تینوں ڈرامے ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء کے درمیان لکھے۔

فروغ صاحب نے اسکے بعد سیٹھ بھاؤلال اگروالی کی "دیش سیوک ناٹک منڈلی" کے لئے ۱۹۲۸ء میں "نیا زمانہ" اور ۱۹۲۸ء میں "کایا پلٹ" لکھے جو اسٹیج پر بہت مقبول ہوئے۔

(۱) نقلی شاہزادہ

(۲) انداز جفا

(۳) بھولا شکار

(۴) خورشید عالم

(۵) شان کریم

(۶) سفید ڈاکن

(۷) امتحان

(۸) کانٹوں میں پھول (پرہلاد)

(۹) سنہری ستارہ (دھرو)

(۱۰) گیان دیپک (میور دھوج)

(۱۱) پارسا دیوی

(۱۲) کاشی میں کعبہ

(۱۳) کایا پلٹ

(۱۴) سفید ڈاکو

(۱۵) سنہری مچھلی

(۱۶) میرا کے پربھو

(۱۷) نیا زمانہ

(۱۸) توہین

خورشید عالم منشی فروغ نے خورشید عالم لکھنے کا کنٹراکٹ رستم جی آر ڈلیشر بہادر جو بالیوالا کا خاص آدمی تھا اور اس کا ڈپلی کیٹ کہلاتا تھا کے ذریعے گیا تھا۔ ابھی خورشید عالم کے دو تین سین لکھے ہوں گے کہ بالیوالا کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد داراب شاہ نے کمپنی کا چارج لیا اور یہ ڈراما اسٹیج کیا۔ داراب شاہ نے اس ڈرامہ کی ایک "یادگار" کتاب شائع کی۔ بالیوالا کے انتقال کے ایک سال بعد یہ ڈراما اسٹیج ہوا چونکہ داراب شاہ اور ہرمزجی تارہ میں جھگڑا ہو رہا تھا اس لئے تماشہ کی تیاری بخوبی نہ ہوسکی اور وہ فیل ہوگیا۔ لیکن جب کمپنی تارہ کے قبضہ میں پہنچی اور یہ تماشا کلکتہ میں اسٹیج ہوا تو خوب چلا۔

اس میں منیر کا پارٹ ہرمزجی تارہ۔ زبیر کا پارٹ فیروز شاہ انجینیر۔ طوطی کا پارٹ منی بائی۔ صابرہ کا پارٹ بجلی بائی۔ فرحہ کا پارٹ کاوس جی پن تھکی اور سمن کا پارٹ گلاب بائی نے کیا۔ کومک میں رستم جی آر ڈلیشر برادر اہم رول ادا کرتا تھا۔

شان کریم فروغ کا یہ ڈراما ہرمزجی تارہ کے لئے کلکتہ میں لکھا گیا۔ اگرچہ اس کی لکھائی بمبئی میں شروع ہوگئی تھی مگر یہ ڈراما مدراس میں اسٹیج ہوا اور خوب چلا۔ اس میں منی بائی نے شریف کی لڑکی کا پارٹ کیا۔

قابل حیدرآبادی

(۱) حور بانو

(۲) اسلام کا انصاف

کمل جھجھری۔ مراری لال

(۱) روپ کماری عرف ویر رمنی

(۲) مہاراجہ بھرتری

(۳) دلیورشی

عرف دیر رمنی

روپ کماری

کمل نے یہ ڈراما اپریل اور ستمبر ۱۹۳۲ء کے درمیان نیو الفریڈ تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کے لئے بنام "دلیش بھگتی" قلمبند کیا لیکن منتظمین کو یہ نام پسند نہ آیا اس لئے اس کا نام "روپ کماری عرف دیر رمنی" رکھا گیا۔

کتاب پر ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۳ء مقام پشاور درج ہے اور ڈراما اشٹ دلیو کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔

منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی خلف ملک الشعراء حضرت افق مرحوم نے تاریخ لکھی ہے۔

فن تمثیل نگاری سے کریں خدمت قوم
کی ہے اس شوق کی تکمیل کمل صاحب نے

کر رقم بے سر اندیشہ منور تاریخ
ہے لکھی خوب یہ تمثیل کمل صاحب نے

۱۹۳۴ء

دیگر تاریخ

جناب کمل کا عیاں ہے کمال
منور یہ تمثیل، تمثیل ہے

جو دیتا ہے تاریخ میں داد فن
رقم کر۔ یہ تمثیل۔ تمثیل ہے

۱۹۹۰ سمت

پلاٹ :- انند سنگھ والی انند گڑھ اپنے وزیر سکھا نند سے کہتا ہے کہ سندریوں کے باوجود اس کا دل کسی حسین مہ جبیں راج کنیا کے لئے تڑپ رہا ہے قرب وجوار کی راج کنیوں کا ذکر ہوتا ہے اور راجہ ناہر سنگھ کی بہن روپ کماری پر نظر ٹھہرتی ہے وزیر سلطنت راجہ ناہر سنگھ سے درخواست کرتا ہے لیکن وہ اپنی بہن انند سنگھ کو دینے سے انکار کرتا ہے۔ راجہ اس پر فوج کشی کرتا ہے۔ ناہر سنگھ اپنی بہن کے ساتھ فرار ہونا چاہتا ہے لیکن گرفتار ہو جاتا ہے۔

راجہ انند سنگھ روپ کماری سے زبردستی شادی کرنا چاہتا ہے۔ وجے سنگھ راجہ

کو منع کرتا ہے۔ وہ اس کو قید کرنے کا حکم دیتا ہے۔ پریم کماری شیر سنگھ والی شیر گڑھ سے شادی کرتی ہے۔ پریم کماری راجہ انند سنگھ کی لڑکی ہے۔ وجے سنگھ دسپہ سالار ادل) نابر سنگھ کے تحت حکومت پر بیٹھتا ہے۔

کیفی دہلوی۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ

برجموہن نام۔ کیفی تخلص ؎ آپ کے جدامجد کشمیر سے بادشاہ فرخ سیر کے عہد میں دہلی آئے اور سلطنت کے مرکزی دفاتر میں عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز ہوئے انیسویں صدی کے اوائل میں بوجہ انتزاع سلطنت ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت اختیار کی اور اسوقت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

آپ کے والد پنڈت کنہیالال راجہ بھرپور سنگھ کے عہد میں ریاست نابہ میں کوتوال تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳ر دسمبر ۱۸۶۶ء کو بمقام دہلی ہوئی۔ ابھی بہت ہی صغیر سن تھے کہ والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ آپ کی تعلیم وتربیت دہلی میں ہوئی۔ بازار سیتارام میں رہتے تھے۔ قریب ہی حکیم بورے والے کا مطب اور مکتب تھا۔ اس میں آپ کی بسم اللہ ہوئی اور پرانے طریق کے مطابق میاں جی سے فارسی کی تعلیم شروع ہوئی۔ آپ کی فارسی کی تکمیل گھر پر اپنے نانا صاحب سے ہوئی جو اس زبان کے جید فاضل تھے انگریزی کی تعلیم سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی میں ہوئی۔

شاعری کا مذاق آپ نے اپنے ایک بزرگ پنڈت نرائن داس ضمیر دہلوی سے ورثہ میں پایا۔ شاعری کی ابتدا اس زمانہ کے مذاق اور رواج کے مطابق غزل سے .... ہوئی مگر خود آپ کے قول کے مطابق یہ رنگ پختہ نہ ہونے پایا تھا کہ اسے ترک کردیا۔ اسکے بعد

؎ نگار۔ ماہنامہ۔ لکھنؤ۔ جنوری و فروری ۱۹۴۱ء ۔ ص ۱۶۳

کر دیا اس کے بعد نیچرل شاعری شروع کی

مولٰنا شبلی - مولوی سید احمد - مولوی سیف الحق ادیب - مرزا ارشد گورگانی - نواب ساحل - مولٰنا گرامی - لالہ سری رام وغیرہ سے آپ کے اچھے تعلقات تھے آپ کا شمار ممتاز ترین شعراء میں ہونے لگا - آپ کے منظوم کلام کا پہلا مجموعہ "واردات" کے نام سے سنہ ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا - آپ کے بارہ علمی و ادبی لکچروں اور مضامین کا مجموعہ "منشورات" کے نام سے چھپا ہے ۔[۱]

"کیفیہ" اردو زبان کی تاریخ اور انشاء و املا کے متعلق ایک اہم تصنیف ہے آپ کی بعض تصانیف حکومت سے انعام اور پبلک سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں آپ نے یورپ کا سفر بھی کیا ہے اور علماء وقت اور ادیبوں سے ملاقات کی ہے -

آپ ریاست کشمیر میں اسسٹنٹ فارن سکریٹری کے عہدہ جلیلہ سے سبکدوش ہونے کے بعد ایک پہاڑی ریاست چینی میں مجسٹریٹ اور کلکٹری کے فرائض ادا کرتے رہے - اب کچھ عرصہ سے انجمن ترقی اردو (ہند) کے کاموں میں مصروف ہیں[۲] - آپ کو محقق زبان کا درجہ حاصل ہے اور دور حاضر کے مشہور شاعر ہیں - تقسیم ملک کے ہنگامی دور میں آپ کے قتل کی خبر شائع ہو گئی تھی لیکن دیوان سنگھ مفتوں - مالک و مدیر ریاست ہفت روزہ کو آپ نے خط لکھ کر اس کی تردید کر دی -

آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے - نمبر ۱ - ۲ - ۵ اور ۶ مختلف شہروں کے کالجوں اور ادبی اداروں میں اسٹیج ہو چکے ہیں -

(۱) راج دلاری

(۲) مرادی دادا سنہ ۱۹۱۸ء

---

[۱] آج کل - ماہنامہ - دہلی - نومبر سنہ ۱۹۳۸ء - ص ۴۲ [۲] انتقال ہو گیا

(۳) بھارت درپن

(۴) عورت اور اس کی تعلیم

(۵) چلتو میں اُلّو

(۶) تمثیلی مشاعرہ

آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [1]

مراری دادا یہ تین ایکٹ کا ڈراما ہے۔ اس میں مغربی تعلیم کے خطرناک نتائج دکھلائے گئے ہیں۔ سرورق پر تاریخ ۱۹۱۸ء درج ہے۔

گپتا۔ درگا پرشاد

(۱) غیبی آواز

(۲) نل دمینتی

مائل دہلوی۔ جنیشور پرشاد

(۱) تیغ ستم عرف سائن آف دی کراس ۱۹۱۷ء

(۲) بھارت کا لال

---

[1] نثر ۱۔ کیفیہ ۲۔ منشورات

۳۔ عورت اور اس کی تعلیم ۴۔ پریم دیوی

۵۔ اردو ہماری زبان ۶۔ ناگزیر قیل و قال

نظم ۱۔ واردات (دیوان) ۲۔ بھارت درپن

۳۔ جگ بیتی ۴۔ پریم ترنگنی

۵۔ توزک قیصری ۶۔ آئینہ ہند

۷۔ خمخانۂ کیفی

(۳) جانباز

(۴) باپ کا گناہ

(۵) ہنومان جنم

(۶) پریم ساگر

(۷) چندر گپت

(۸) پہلی بھول

(۹) سنہری جال

(۱۰) مورکھ نوراج

(۱۱) حسنِ خود نما

(۱۲) زر کا بندہ

تیغِ ستم عرف سائن آف دی کراس

مصنف نے یہ ڈراما اپنے دورانِ ملازمت جہانگیر کاوس جی کھٹاؤ کی الفریڈ تھیٹریکل کمپنی کے لئے بمقام کلکتہ ۱۹۱۷ء میں لکھا۔ اس کا پلاٹ منچر شاہ (مینجر کمپنی) نے ایک انگریزی ناول "دی سائن آف دی کراس" جسے وہ پینسٹھ بار مطالعہ کر چکے تھے۔ اخذ کر کے دیا۔ لیکن مالک و مینجر کی باہمی جنگ کے باعث ڈراما اسٹیج نہ ہو سکا۔ اس کے بعد ۲۲-۱۹۲۰ء میں بیاکل بھارت تھیٹریکل کمپنی نے دہلی میں پہلی بار اسٹیج کیا یہ ڈراما اگرچہ دہلی میں زیادہ نہ چل سکا لیکن کانپور۔ بنارس۔ لکھنؤ۔ اور لاہور میں خوب چلا۔

پلاٹ: روم کا خونی بادشاہ سیزر جلسہ میں شرکت کے بعد ٹائروس سے باتیں کرتا ہے۔ ٹائروس کہتا ہے کہ اس نے ایک عیسائی کو قتل کر دیا ہے سیزر پہلے خوش ہوتا۔ پھر قتل کے جرم میں اسکو تیروں سے چھیدنے کا حکم دیتا ہے۔

لوسیس کی بیٹی مرسیہ ایک دوسرے عیسائی میلوس سے کہتی ہے کہ وہ اس کا بھائی ہے میلوس اس پر نظر بد ڈالتا ہے۔

عیسائیوں کے محلہ میں آگ لگ جاتی ہے۔ میلوس مرسیہ اور لوسیس کو بچاتا ہے۔ عیسائی سیزر پر آگ لگانے کا الزام لگاتے ہیں سیزر غصہ ہوتا اور قوم کے بڑے بڑے لیڈروں کو قید کر دیتا ہے۔ بقیہ کے پیچھے خفیہ پولیس لگ جاتی ہے۔ مارکس (پیشوائے مذہب روم) پس پردہ عیسائیوں کی مدد کرتا اور مرسیہ کو اس کے سرپرستوں کے پاس سے لیجا کر اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔ اہل دربار مارکس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ تجلائنس اس کی اطلاع سیزر کو دیتا ہے۔ پوپیا جو مارکس سے محبت کرتی ہے۔ وہ بھی سیزر کو گمراہ کرتی اور تجلائنس کے ذریعے مرسیہ کو سر دربار بلواتی ہے۔ مارکس اس کی جان بخشی کرتا ہے عیسائیوں کو شیروں کے سامنے ڈال دیا جاتا ہے۔ مارکس بھی عیسائی مذہب قبول کر لیتا ہے۔ دنیا بدلتی ہے میلوس۔ مارکس اور مرسیہ کے سر پر تاج رکھتا ہے۔

مائل دہلوی۔ لالہ رتن لال گپتا

۱۔ ستیہ وان ساوتری

ماہر کانپوری۔ محمد حسین

۱۔ جنگ وطن

۲۔ شہید ملّت

۳۔ شمشیر اسلام

۴۔ کسان کنیا

جنگِ وطن ماہر نے یہ ڈراما نیو جودھپور بیکا نیر تھیٹریکل کمپنی آف راجپوتانہ کے لئے لکھا تھا۔ کمپنی کے مالک محمد قاسم تھے۔ اس ڈرامہ میں محمد قاسم۔ غلام احمد۔ نظیر احمد۔ حسینی جان وغیرہ نے کام کیا۔

پلاٹ: شاہ سائیریا اپنے ولی عہد جابر کی نازیبا حرکتوں سے ناراض ہو کر اس کو ولی عہدی سے خارج کرتا ہے۔ اور اپنے دوسرے بیٹے خورشید کو ولی عہد سلطنت مقرر کرتا ہے۔ جابر اپنے پرائیویٹ سیکریٹری جنرل فطرت کی مدد سے بادشاہ۔ ولی عہد اور اس کے سپہ سالار کی گرفتار کر لیتا ہے۔ اختری (سپہ سالار کی لڑکی) اپنے باپ کو بچانے کا عہد کرتی ہے جابر کا مصاحب بادشاہ کی صراحی میں زہر ملا دیتا ہے جس سے بادشاہ مر جاتا ہے۔ اختری خورشید کو بچاتی ہے۔ لیکن کشتی غرق آب ہونے کی وجہ سے وہ خورشید سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

خورشید کو جنرل فطرت کے سپاہی گرفتار کر لیتے ہیں۔ اختری کی شریک اور مددگار زہرہ اور اس کی بیٹی آسیہ کو جابر قید کر دیتا ہے۔ اختری ان کو چھڑاتی اور جنرل کو قتل کرنے کی نیت سے جاتی ہے۔ لیکن گرفتار ہو جاتی ہے۔ ظہیر (ایک محب وطن) خورشید اور اختری کو آزاد کراتا ہے۔

جابر اور فطرت میں کشیدگی بڑھتی ہے۔ فطرت جابر کے خلاف ہو جاتا ہے جابر فطرت کو گرفتار کر لیتا ہے۔ لیکن ظہیر موقع پر پہونچکر فطرت کو چھڑاتا اور جابر کو گرفتار کر لیتا ہے جابر اختری کو زہر کا گلاس دیتا ہے۔ لیکن غلطی سے خود پیتا اور مر جاتا ہے۔

اختری اور آسعہ کی شادی ہو جاتی ہے۔

شہیدِ ملت

ماہر نے یہ ڈراما جودھپور بیکانیر تھیٹریکل کمپنی آف راجپوتانہ کیلئے لکھا اور کمپنی کے مالک نظیر نے اس کا خلاصہ اور گانے شائع کئے اس میں محمد قاسم۔ غلام احمد۔ نظیر احمد۔ حسینی جان وغیرہ نے کام کیا۔

پلاٹ: سلطان دربار عام میں اپنی پے درپے شکستوں کا حال بیان کرتا ہے۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ افریقہ کے بادشاہ روزمیر نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے سپہ سالار کو قتل کرے گا۔ اس کے ساتھ وہ اپنی بیٹی فلپانہ کی شادی کر دے گا۔

سلطان عرب غور و فکر کے بعد اعلان کرتا ہے کہ جو مسلمان شاہ افریقہ کا سر لائے گا۔ وہ طرابلس کا حاکم بنایا جائے گا۔ اور حسین فلپانا بطور نذر اس کی خدمت میں پیش کی جائے گی۔ سلطان کا لڑکا حلیم بھی فلپانا کو پانے کی امید میں میدان جنگ میں جاتا اور اتفاقیہ پہلے ہی دن فلپانا کو دشمنوں سے آزاد کراتا ہے۔ رومی فوجیں شکست کھاتی ہیں۔ حلیم کی شادی فلپانا سے ہو جاتی ہے۔

شمشیر اسلام ماہر نے یہ ڈراما نیو جودھپور ہیکا نیز تھیٹریکل کمپنی آف راجپوتانہ کیلئے لکھا جس کے مالک محمد قاسم تھے۔ اس میں محمد قاسم۔ غلام احمد۔ نظیر احمد اور حسینی جان نے کام کیا۔

پلاٹ: کرسیز اپنے بھائی اطہر اور باپ محمود (شاہ یونان) کے مسلمان ہو جانے سے بے حد ناراض ہے۔ اور خودکشی کرنا چاہتا ہے۔ اس کی بیوی ثمر نیہ اس کو تسلی دیتی اور کلاڈیس جو اس کے شوہر کا اے۔ ڈی۔ سی ہے کی مدد سے شاہ کا تاج اتار لیتی ہے کرسیز مسند نشیں ہونے کے بعد خود کو خدا کہلواتا ہے۔ وزیر سلطنت ٹورس اس کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔ اہل دربار سجدہ کرتے ہیں۔ اطہر انکار کرتا اور خدا کے راستہ میں اپنے بیٹے صابر کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ صابر کی قربانی دیتا ہے کرسیز اور ثمر نیہ ــــ اطہر اور شاکر کو آتشیں غار میں بھیجتے ہیں۔ وہ صابر کو اپنے ساتھ لیجاتے ہیں۔ آتشیں غار سرد ہو کر گل گلزار بن جاتا ہے۔ پادری اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

کرسیز اور ثمر نیہ ــــ اطہر اور شاکر پر ظلم کرتے ــ اور ان کو قید کر دیتے ہیں۔ تو مسلم یونانی ان کو قید سے آزاد کراتے اور حکومت کے خلاف علم بغاوت بھی بلند کرتے ہیں۔ پہاڑ کے دامن میں اسلحہ کا ایک ذخیرہ دستیاب ہوتا ہے۔ دو بدو لڑائی کے بعد مسلمان چھاؤنی پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ کرسیز مارا جاتا ہے۔ محمود کو دوبارہ تاج پہنایا جاتا ہے۔ لیکن وہ مذہبی پیشوا کے ہاتھوں اطہر کو تاج پہناتا ہے۔

ماہر نے اسی ڈرامہ کو "دل کی خطا" کے عنوان سے سنگیت کی صورت میں پیش کیا۔ اس سنگیت پر جسے سری کرشن پستکالیہ چوک کانپور نے شائع کیا: مصنفہ سری کرشن کھتری" درج ہے۔ کتاب کی ابتدا میں "ماہر" تخلص درج ہے۔ اور اندر چار جگہ "سری کرشن" تخلص آیا ہے۔

ماہر نے مندرجہ بالا ڈراموں کے علاوہ مندرجہ ذیل سنگیت بھی لکھے۔

۱۔ "غریب کی دنیا"۔ اس کا پلاٹ وہی ہے۔ جو نورانی موتی کا ہے۔ یہ ڈراما ریاض دہلوی نے اپنے نام سے شائع کیا ہے۔ غریب کی دنیا سنگیت پر مصنفہ سری کرشن کھتری درج ہے۔ اس میں تین جگہ ماہر کا اور آخری سطر میں "سری کرشن" بطور تخلص آیا ہے۔

(۲) دل کی خطا

(۳) آلم (عالم) آرا

محشر۔ اختر حسین

(۱) گلشن یونان

گلشن یونان

محشر نے یہ ڈراما نیشنل ناٹک منڈلی کے لیے ۱۹۲۶ء میں لکھا تھا اور جوسف ڈیوڈ نے اسے ڈائرکٹ کیا۔

پلاٹ: یونان کے بادشاہ منور کی سالگرہ کا جشن سیمیں ہے۔ سپہ سالار تیغ زن ملکہ کیتھرائن کے بیٹے کو قیدی کی حالت میں لاتا ہے۔ بادشاہ اس سے بیحد خوش ہوتا ہے۔ سپہ سالار انعام میں شہزادی شاہین کی غلامی چاہتا ہے۔ بادشاہ ناراض ہوتا ہے۔

تیغ زن نکولس کے ہمراہ رومانیہ جاتا ہے۔ رومانی اور یونانی فوجوں میں ٹکر ہوتی ہے۔ نکولس کی شادی شہزادی وینس سے ہو جاتی ہے۔

محمد علی سید

(۱) سنہری فریب

ملہر - برھی چند

(۱) دولت کی پیاس

(۲) پریم لیلا

(۳) دل کی چوٹ

(۴) امر بلیدان

(۵) پرجا کی پکار

(۶) دھرم یدھ

(۷) جیون دیپک

(۸) ہر شہلہ

(۹) رانا پرتاپ سنہ ۱۹۳۶ء

(۱۰) بہت سویرے

(۱۱) ویر درگاہ داس

(۱۲) متر سداما

(۱۳) بھرت ملاپ

(۱۴) درگا داس

(۱۵) میرا بائی

(۱۶) اندر سبھا

(۱۷) ہندو کوڈ بل

(۱۸) ہاتھی کا دانت سنہ ۱۹۵۲ء

(۱۹) ستی ساوتری ۱۹۵۲ء

رانا پرتاب مدہر نے یہ تماشا شاہجہاں تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کیلئے لکھا تھا جو ۱۹۳۹ء میں اسٹیج ہوا۔ اس میں مندرجہ ذیل اداکاروں نے کام کیا۔ رانا پرتاپ کا پارٹ سیتارام نے کیا۔ بان سنگھ کا عبدالرحیم نے۔ اکبر کا رضی الدین نے، رانا پرتاپ کی بیوی کا انمدی بائی نے۔ رانا پرتاب کی بیٹی کا سرسوتی دیوی نے۔ رانا پرتاپ کی چھوٹی بیٹی کا بیبی سرنا نے۔ کومک میں بابو مانک لال — گاما جنونی اور شکنتلا نے پارٹ کئے۔

ہاتھی کے دانت مدہر نے چھیلا ماسٹر مالک لکشمی تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کی فرمائش پر ایک گجراتی ڈراما "اپرین کیاں" کا اردو ترجمہ بنام "ہاتھی کے دانت" کیا یہ ڈرامہ ۱۹۵۲ء میں اسٹیج ہوا۔ اس میں پرکاش کا پارٹ گنپت لال نے کیا۔ گوری شنکر کا رضی الدین نے امرناتھ کا پی۔ ایم پریم نے رتن لال کا شیکھر نے پربھا کا سرسوتی بائی اور نیلو کا عقیلہ بائی نے کیا۔

ستی ساوتری مدہر نے یہ ڈراما بھی لکشمی تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کے لئے لکھا۔ اور ۱۹۵۲ء میں مندرجہ ذیل اداکاروں کے ساتھ اسٹیج ہوا۔ ساوتری کا پارٹ سرسوتی دیوی نے کیا۔ ستیہ وان کا پارٹ این۔ ایم۔ پریم نے اور نارد کا پارٹ گنپت لال نے کیا۔

تیر انبالوی۔ عترت حسین

(۱) وطن

(۲) ترکی فرشتہ عرف مصطفیٰ کمال

(۳) غیبی تلوار عرف آسمانی وار یا دل کا کانٹا

(۴) تیرہ بوس

(۵) نور کی پتلی

(۶) جلوۂ امید عرف فریبی عورت

(۷) ایمان

(۸) بھگت کبیر

(۹) بھولا شنکار

(۱۰) انداز جفا

(۱۱) ہندوستان

سرورق پر تحریر ہے:-

وطن

"دی پارسی الکزنڈر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی" کا کھیلا ہوا۔ صفحہ آخر پر کمپنی کا نام اس طرح درج ہے "دی پارسی مون الکزنڈر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی" کا مشہور و معروف اصلی و مکمل ڈراما......"

پلاٹ: شاہ جعفر اپنے تخت پر متمکن ہے کہ گائے کی قربانی کا مسئلہ پیش ہوتا ہے۔ جعفر کہتا ہے کہ اگر اس سے ہندوؤں کی دل شکنی ہوتی ہے تو گاؤ کشی بند کر دی جائے۔ گاؤ کشی بند کر دی جاتی ہے۔ وزیر (ارشاد) اس شاہی حکم کے خلاف پبلک کو ابھارتا ہے ملک میں بغاوت اور بدامنی پھیلتی ہے۔ شاہ پر بد چلنی کا الزام لگا کر وزیر اسے قید کر دیتا ہے۔ اور کوشش کرتا ہے کہ وہ کسی صورت سے بادشاہ ملکہ اور ان کے بچوں ـــ مظہر اور انور کو قتل کر کے تخت حکومت پر قبضہ کرے۔ چنگیز خاں۔ ظالم خاں اور مان سنگھ اس کی امداد کرتے ہیں۔ لیکن شہزادی رشیدہ بادشاہ کا داماد ایماندار حکومت پرست رام سنگھ ارشاد کی مخالفت کرتے ہیں۔

متعدد چھوٹی بڑی جھڑپوں کے بعد ارشاد اور اس کے ساتھی مارے جاتے ہیں۔ جعفر دوبارہ تخت حکومت پر بیٹھتا ہے۔

عرف مصطفیٰ الکمال۔
ترکی فرشتہ صفحہ اوّل پر تحریر ہے۔

"دی نیو امپیریل تھیٹریکل کمپنی آف دہلی کا مشہور و معروف اصلی اور مکمل ڈراما"

اور صفحہ آخر پر قلمبند ہے:

لکھانے والا مظلوموں کی قسمت کا نوشتہ ہے

تباہی سے بچانے والا یہ ترکی فرشتہ ہے

پلاٹ: سلطنت ترکی کا وزیر فرید بے یونانیوں سے مل کر ملک و ملت کیساتھ غداری کرتا ہے۔ اور ایک عہدنامہ کے ذریعے ملک پر یونانی اثرات قبول کرلیتا ہے کمال۔ قاسم اور خلیفہ اس کے خلاف پرچم بغاوت بلند کرتے ہیں۔ فرید اپنی من مانی کارروائیوں سے باز نہیں آتا بلکہ ملک کا فوجی نقشہ یونانی نمائندہ کونسل کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور یونانیوں کو سمرنا فتح کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

کمال یہ سن کر ایک پادری کے بھیس میں کورنس کے یہاں جاتا اور اس کی نظر بچاکر فوجی نقشہ اڑالاتا ہے۔ یونانی سمرنا پر حملہ کرتے ہیں۔ ترکان احرار —— ان کا ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہیں۔ لیکن شکست کھاتے ہیں۔

کمال اپنی فوج از سر نو مرتب کرتا اور والنٹیروں کو فوجی تعلیم و تربیت دیتا ہے دوسری طرف ام الاحرار ایک لاکھ حریت پسندوں کو ملک و ملت کی حفاظت کے لئے تیار کرتی ہیں۔ ایک خونریز جنگ کے بعد یونانی پسپا ہوتے ہیں۔ مفتوحہ علاقہ پر ترکی پھریرا لہرایا جاتا ہے۔ کمال کورنس کو شکست فاش دیتا ہے۔ مغربی حکمرانوں کی ریشہ دوانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

عرف آسمانی وار یا دل کا کانٹا۔
غیبی تلوار ہر ورق پر تحریر ہے۔

"دی پارسی الگزنڈرا تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کا مشہور و معروف اصلی اور مکمل ڈراما"

پلاٹ: اندلس کی حکومت پر شاہ سمتن قبضہ کر لیتا ہے۔ مسلمان بے دریغ قتل کئے جاتے ہیں۔ شاہ سمتن ایک عورت مسمی سنجیا پر عاشق ہو جاتا ہے جو اس شرط پر شادی کے لئے تیار ہو جاتی ہے کہ ملک اور ولی عہد سلطنت ملک بدر کر دیئے جائیں ملکہ اسلام قبول کر لیتی ہیں۔ شاہزادہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ محبان وطن علم بغاوت بلند کرتے ہیں۔ بادشاہ کا دماغ خراب ہو جاتا ہے سنجیا کو ہر وقت بھبھوکا دکھلائی دیتے ہیں۔ نمران اپنے بڑے بھائی (شاہ وقت) کو گولی سے اڑا دیتا ہے شہزادہ زیرو کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔

وحشت دہلوی سید جعفر حسین

(۱) اسلامی شیر عرف مصطفےٰ کمال پاشا

(۲) ترکی تلوار عرف شان اسلام

(۳) بہادر نقاب پوش عرف نصرت اسلام

(۴) کرشمۂ افلاس عرف خون حسرت

(۵) برق اسلام عرف جلوۂ طور

(۶) جوہر اسلام عرف صلیبی جنگ

(۷) ترکی خون عرف جنگ طرابلس

(۸) اسلامی چاند

(۹) تصویر اسلام عرف شمشیر انتقام

(۱۰) الفت کی آگ

(۱۱) دست ابلیس عرف انسانی روح

(۱۲) مغربی حور

(۱۳) پتی سیوا

(۱۴) خونی بلا عرف سنہری ناگن

(۱۵) خون دل عرف حسن کی چنگاری

(۱۶) کفن پوش لیلیٰ مجنوں

(۱۷) ہمارا دین عرف جوش توحید

(۱۸) گل بکاؤلی

(۱۹) غازی انور پاشا

عرف مصطفیٰ کمال پاشا

اسلامی شیر یہ ڈراما دل لکھنوی کے "غازی مصطفےٰ کمال پاشا" کا مکمل چربہ ہے۔ جسے وحشت دہلوی نے الفاظ کے الٹ پھیر کے بعد اپنے نام سے شائع کیا۔ سرورق پر کتاب کا نام "اسلامی شیر" درج ہے۔ مگر صفحۂ اول پر "قومی شیر" تحریر ہے۔ اور مندرجہ ذیل عبارت ثبت ہے۔

"جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

جدید مکمل ڈراما قومی شیر عرف مصطفےٰ کمال پاشا۔

"مصنفہ سید جعفر حسین صاحب وحشت ڈراماٹسٹ دہلوی"

حسب فرمائش ہے۔ ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور"

ترکی تلوار عرف شان اسلام

وحشت دہلوی نے یہ ڈراما اصغر نظامی کے اشتراک میں لکھا ہے۔ اس میں وحشت دہلوی کی بجائے "وحشت لکھنوی" درج ہے۔ اسے جے۔ ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا۔

سرورق پر تحریر ہے۔ "دی ہارڈنگ تھیٹریکل کمپنی آف انڈیا کا کھیلا ہوا۔

مکمل ڈراما" (ملاحظہ ہو اصغر نظامی)۔

بہادر نقاب پوش عرف نصرت اسلام

اس کا پلاٹ اوپر درج کیا جا چکا ہے۔ اس میں دو سو کے بجائے تین سو کنواری لڑکیاں طلب کی گئی ہیں۔ اس کے سرورق پر تحریر ہے۔ دی پارسی مون الکزنڈر تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کا مشہور و معروف اصلی و مکمل ڈراما" کتاب کے آخر میں کورمک (نقل) درج ہے۔

پلاٹ: شاہ بابل اپنی تعریف و توصیف میں مصروف ہے کہ کامران عرض کرتا ہے کہ شاہ فارس نے نہ صرف خراج اور دو سو کنواری لڑکیاں دینے سے انکار کیا ہے۔ بلکہ شاہی فرمان کی بھی بے عزتی کی ہے۔ شاہ بابل فارس پر حملہ اور ملک کو تباہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ شاہ فارس حملہ کی تاب نہ لاکر راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

شاہ بابل ایرانی لڑکیوں سے عشق کرتا ہے۔ لیکن وہ اپنی جان اور عزت و حرمت پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ خود شہزادی حمیدہ (شاہ بابل کی بیٹی) ان کی ہمدرد بن جاتی ہے۔ اسی طرح غفران نامی ڈاکو جو سرمایہ داروں کے خون سے غریبوں کی پرورش کرتا ہے۔ ان کی امداد پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔

شاہ بابل اور ایرانیوں میں جنگ ہوتی ہے اور چھوٹی بڑی جھڑپوں کے بعد شاہ راہ فرار اختیار کرتے ہوئے۔ سردار غفران کی گولی کا نشانہ بنتا ہے۔ غفران کی شادی حمیدہ سے ہو جاتی ہے۔ حکومت بابل کی باگ ڈور غفران کے حوالے کرنے کے بعد شاہ فارس دوبارہ اپنے تخت پر بیٹھتا ہے۔

کرشمۂ افلاس عرف خون حسرت

ہندوستانی مردوں کے ساتھ ان کی عورتیں بھی جزیرہ فیجی کے کارخانوں میں کام کرتی ہیں۔ کام کے اوقات میں ان کے ساتھ انتہائی بیدردی کا

سلوک کیا جاتا ہے۔ ان کو دُروں سے مارا جاتا ہے۔ علانیہ ان کی بے عزتی کیجاتی ہے۔

انڈین نیشنل کانگریس کو اس کی اطلاع ملتی ہے۔ اور وہ صدائے احتجاج بلند کرتی ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا مسٹر چمن لال کی صدارت میں ایک کمیشن مقرر کرتی ہے فیجی کے سرمایہ دار چمن لال کو ساٹھ ہزار پونڈ رشوت دے کر احتجاج کی آواز کو دبا دیتے ہیں لیکن بسنت منی جو امریکہ اور آسٹریلیا کا دورہ کرتا ہوا فیجی پہنچتا ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس کو اصل حال سے آگاہ کرتا ہے۔

کانگریس کے مطالبہ پر حکومت ہند سر کوریٹ کی صدارت میں ایک کمیشن مقرر کرتی ہے جس میں تین ہندو اور تین مسلمان ہوتے ہیں۔ یہ کمیشن پورے فیجی کا دورہ کرتا ہے کمیشن سفارش کرتا ہے کہ کارخانوں کے منیجر مسٹر فورڈ کو دس سال قید سخت کی سزا دی جائے اور جن زمینداروں نے ہندوستانی مزدوروں پر ظلم ڈھائے تھے۔ ان کی زمینیں ضبط کر کے ہندوستانیوں میں تقسیم کر دی جائیں۔

برقِ اسلام عرف جلوۂ طور سرورق پر تحریر ہے: "دی رائل تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ اینڈ الفنسٹن تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کا مشہور و معروف ڈرامہ"

مذہب آرتمس کا پیشوا پولوس اپنی بزرگی اور عظمت و جلال کی تعریف کرتا ہے۔ ترکی کا بادشاہ شمعون اپنی بیٹی کے ساتھ آتا اور آرتمس اور فلمد دیوتاؤں کو سجدہ کرتا ہے۔ شہزادی سجدہ کرنے سے انکار کرتی ہے۔ پیشوائے دین اس کو سخت و سست کہتا ہے۔ شہزادی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی ہے۔ ایک کرخت آواز کے ساتھ بت ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے ہیں اور وہاں بقعۂ نور بن جاتا ہے۔

پولوس مذہبی پارلیمنٹ میں شہزادی کا مقدمہ پیش کرتا ہے۔ شہزادی کا بھائی ظہیر اس کی طرفداری کرتا ہے۔ پارلیمنٹ دونوں کو سزائے موت دیتی ہے۔

ایک حبشی غلام ظہیر کو جلاد کے ہاتھ سے بچاتا اور دلاور ڈاکو کے پاس بحفاظت تمام پہنچا دیتا ہے۔ جلاد شہزادی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ایک غیبی شعلہ اس کو بچا لیتا ہے وہ دوبارہ مذہبی پارلیمنٹ میں پیش کی جاتی ہے۔ وہ اپنی صفائی میں چاند۔ سورج اور ستاروں کو پیش کرتی ہے۔ اراکین پارلیمنٹ اس کی بات کا اعتبار نہیں کرتے۔ پریاں آسمان سے اترتی اور پھولوں کی بارش کرتی ہیں سب زمین بوس ہو جاتے ہیں۔

حبشی غلام دلاور ڈاکو کی مدد سے شہزادی کو بچاتا اور ظہیر کو تخت حکومت پر بٹھاتا ہے۔ ظہیر اس کی شادی اپنی بہن سے کر دیتا ہے۔

جوہرِ اسلام

عرف جلوۂ طور عرف صلیبی جنگ

پلاٹ: امریخ (ایک حبشی) رچرڈ کی بیٹی ورجنا کو جنگل میں لیجا کر اس کی بے آبروئی کرنا چاہتا ہے کہ اس کے چیخنے چلانے کی آواز صلاح الدین کے بیٹے عزیز کے کان تک پہنچتی ہے۔ اور وہ حبشی غلام کو قتل کر کے ورجنا کو بچاتا اور اپنے خیمہ میں لے جاتا ہے۔

کرنل ولسن ورجنا کی تلاش میں آتا اور عزیز کے خیمہ پر حملہ کر کے عزیز اور ورجنا دونوں کو گرفتار کر کے لے جاتا ہے۔ ورجنا اپنے باپ سے کہتی ہے کہ اس نے عزیز سے شادی کر لی ہے۔ سپہ سالار فاروق عزیز اور ورجنا دونوں کو رچرڈ کی قید سے چھڑاتا ہے رچرڈ فرار ہو جاتا اور ولسن مارا جاتا ہے۔ سلطان عزیز اور ورجنا کی شادی کر دیتا ہے۔

ترکی خاتون

عرف جنگ طرابلس

صفحۂ اوّل پر درج ہے "پارسی امپیریل تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی کا کھیلا ہوا"

پلاٹ: نصرت کمال اپنے بیٹے شوکت کمال کی شکایت جو ترکی فوج میں ملازم ہے۔

اس کے افسر بالا سے کرتا ہے کہ وہ رات کے وقت گھر سے غائب رہتا ہے۔ وزیر جنگ اس کو تنبیہہ کرتا ہے۔ شوکت دراصل ایک ایسے آلہ کی ایجاد میں مصروف ہے۔ جو آفتابی شعاعوں کی حدت سے آہنی دیوار کو پگھلا دے۔

وزیر ترکی کی بیٹی سعیدہ بھی تعلیم حاصل کرنے کے بعد طرابلس جا رہی تھی کہ اس کا جہاز شوکت کے تجربہ کا شکار ہو جاتا ہے۔ شوکت ڈوبتی ہوئی سعیدہ کو بچاتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اسی وقت ایک اطالوی افسر شوکت کو گرفتار کر لیتا ہے۔ سعیدہ ایک ترکی دستہ کی امداد سے شوکت کو بچاتی ہے۔

طرابلس فتح کرنے کے بعد اٹلی کا بادشاہ ترکوں کے مقابلہ کے لئے ایک فوج جرار روانہ کرتا ہے۔ ترک بھی جنرل محمود جنگ کی ماتحتی میں مقابلہ کرتے اور جنرل جمبر کو شکست دیتے ہیں۔ شاہ دس لاکھ فوج ولسن کی ماتحتی میں بھیجتا ہے۔ شوکت اپنی ایجاد سے اطالوی بیڑہ کو پانی کی طرح بہا دیتا ہے۔

سلطان ترکی جنرل محمود کو طرابلس کا گورنر بناتا اور شوکت کمال کو پچاس لاکھ روپیہ انعام دیتا اور دس ہزار ماہانہ تنخواہ مقرر کرتا ہے۔ سلطان شوکت کی شادی سعیدہ سے کر دیتا ہے۔

اسلامی چاند اس ڈراما کا پلاٹ معراج لاہوری کے منصور موہنا سے ماخوذ ہے کتاب کے صفحۂ اول پر تحریر ہے "دی گولڈن تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کا کھیلا ہوا"۔ اس میں کومک ونقل شامل نہیں ہے۔

پلاٹ۔ سندھ میں مسلمانوں کی پے در پے فتوحات کا حال سن کر اجمیر کا راجہ سجے رام (سپہ سالار) کی ماتحتی میں دس ہزار فوج روانہ کرتا ہے۔ راجہ اپنی بیٹی موہنا کو بھی جو سجے رام سے منسوب ہے۔ فوج کے ساتھ روانہ کرتا ہے۔ سندھ کی سرحد پر مسلمانوں سے مقابلہ ہوتا ہے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد مسلمان شکست کھاتے ہیں۔ موہنا منصور

(مسلم سپہ سالار) کی بہادری اور دلیری کی تعریف کرتی ہے۔ اور جب وہ گرفتار ہو کر جے رام کے سامنے پیش ہوتا۔ اور قتل گاہ لیجایا جاتا ہے تو موہنا اس کو بچا لیتی ہے۔

موہنا ایک جنگ عظیم کی تیاری کے لئے راجہ جے پال .... والی سندھ سے ملتی اور سلطان محمود سے مقابلہ کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ راجہ ایک لاکھ فوج دینے کا وعدہ کرتا ہے دوسری طرف سلطان محمود بھی جنرل داؤد اور جنرل مسعود کی امداد سے نئی جنگ کا نیا نقشہ تیار کرتا ہے اور جنرل مسعود کے ذریعہ راجہ جے پال کو خط بھیجتا ہے۔ راجہ مسعود کو قتل کر کے اس کی لاش اسلامی خیمہ کے قریب پھنکوا دیتا ہے۔ سلطان لاش دیکھکر "مارچ" کا حکم دیتا ہے۔ ایک خونریز اور دوبدو جنگ کے بعد راجاؤں کو شکست ہوتی ہے جے رام اسلام قبول کرنے یا خراج دینے سے انکار کرتا ہے۔ اس لئے مارا جاتا ہے۔ اجمیر کا راجہ دس کروڑ روپیہ سالانہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ اس لئے چھوڑ دیا جاتا ہے جے پال کو اس کی بداعمالیوں کی سزا ملتی ہے۔ موہنا اسلام قبول کر لیتی ہے۔ سلطان اس کی شادی منصور سے کر دیتا ہے۔ عذرا کی شادی مسعود سے اور لیلا کی جنرل داؤد سے ہو جاتی ہے جنرل محمود کو سندھ کا قائم مقام نواب بنایا جاتا ہے۔

الفت کی آگ

سرورق پر تحریر ہے "یونین تھیٹریکل کمپنی کا کھیلا ہوا۔ نیا ڈرامہ"۔

پلاٹ: ترکی فوج کا سردار حسن جنرل حمید کی لڑکی سنبل سے محبت کرتا ہے سلطان عبدالحمید خاں والی ترکی حسن کو حمید کے ہمراہ بغداد جانے کا حکم دیتا ہے۔ حسن جانے کے لئے تیار ہوتا ہے کہ ایک زہریلا سانپ اس کو ڈس لیتا ہے۔ سنبل حسن کا لباس پہن کر اپنے باپ کے ہمراہ جاتی ہے۔

جنرل حمید عربوں کے سردار شیخ سعد سے تیغ آزمائی کرتا اور میدان جنگ میں اس کو شکست دیتا ہے۔ شیخ جس نے وزیر بغداد کی بیٹی سلیمہ خانم کو قید کر لیا تھا۔

مارا جاتا ہے۔ چند پرجوش نوجوان سلیمہ کی شادی سنبل سے کر دیتے ہیں۔ سنبل واپسی پر حسن کی لاش دیکھتی اور بہت ہی عجز کے ساتھ اپنے خدا سے دعا مانگتی ہے ایک بزرگ ظاہر ہو کر اسکو ایک بین اور ایک انگوٹھی دیتے ہیں۔ سنبل بین بجاتی ہے۔ سانپ آتے ہیں۔ جب درخت کا سانپ اترتا ہے تو وہ انگوٹھی حسن کی طرف پھینکتی ہے جو اس کے ماتھے پر جم جاتی ہے۔ انگوٹھی زہر چوس لیتی ہے۔ حسن اٹھ بیٹھتا اور سنبل و سلیمہ خانم سے شادی کرتا ہے۔

تصویر اسلام عرف شمشیر انتقام

سرورق پر تحریر ہے "مکمل ڈراما تصویر اسلام عرف شمشیر انتقام" مصنفہ سید جعفر حسین صاحب وحشت لکھنوی۔

"حسب فرمائش جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور

۱۹۲۳ء"

یہی ڈراما "برق اسلام عرف جلوہ طور کے نام سے جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز نے شائع کیا ہے جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

کتاب کے سرورق پر تحریر ہے "جملہ حقوق محفوظ ہیں"

"دی ورائٹی تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی والفنسٹن تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کا مشہور و معروف ڈرامہ

"برق اسلام عرف جلوۂ طور"

"مصنفہ جناب منشی سید جعفر حسین صاحب وحشت ڈرامالسٹ دہلوی

"پبلشر۔ سرب ہتیشی دربار منڈل۔ دریبہ کلاں۔ "دہلی"

دست ابلیس عرف انسانی روح

یہ ڈراما بڑے سائز کے ایک سو چھہتر صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے تین حصے ہیں اور ہر حصہ میں تین باب ہیں۔ جملہ چونسٹھ سین ہیں۔

صفحہ اول پر تحریر ہے "مصنفہ منشی جعفر حسین صاحب وحشت لکھنوی"

پلاٹ: ابلیس اور انسان میں مقابلہ ہوتا ہے۔ انسان دعویٰ کرتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ابلیس کی ساری قوتیں بیکار ثابت ہو سکتی ہیں۔ ابلیس ایک نیک خاتون راحیلہ کی روح کو اپنا غلام بنانے کی فکر میں ہے۔ انسان اسکے دعوے کو باطل کرنے کا اعلان کرتا ہے۔

ابلیس انسان کو بہکانے کے لئے روانہ ہوتا اور شاہ کنعان کو ورغلا کر مصر پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ شاہ مصر اپنے دیندار سپہ سالار سام کو شراب پلاتا اور شیطانی حرکتوں کی جانب اس کو رجوع کرتا ہے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد شاہ مصر کو شکست ہوتی ہے اور وہ اپنی منہ بولی بیٹی (سام کی دختر) کے ساتھ فرار ہو جاتا اور جنگل جنگل مارا پھرتا ہے۔

ابلیس راحیلہ پر ہر قسم کے مصائب نازل کرتا ہے لیکن وہ سب صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتی ہے۔ آخر سام اپنے افعال پر افسوس کرتا اور خدا کے سامنے توبہ کرتا اور فوج جمع کر کے ہام کی معیت میں شاہ کنعان پر حملہ کرتا اور اس کو شکست فاش دیتا ہے۔

ہام کی شادی راحیلہ سے ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا دو ڈراموں (۱) تصویر اسلام اور (۲) دست ابلیس میں وحشت دہلوی کی بجائے وحشت لکھنوی درج ہے۔

مندرجہ ذیل ڈراموں میں مصنف کا نام نہ سرورق پر تحریر ہے اور نہ صفحہ اول پر اور نہ نظموں۔ غزلوں یا حمد میں۔ ایک آدھ جگہ لفظ "وحشت" استعمال ہوا ہے۔ یہ چاروں ڈرامے جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کئے ہیں۔

مغربی حور سلطان عبدالرحمن والی اسپین کی شکست کو چودہ سال گذر چکے ہیں۔ شاہ ولیم کی سپاہ اب تک سلطان کی بیٹی وحیدہ۔ اس کی دایہ اور وفادار غلام کی تلاش میں جس کے پاس خزانہ کی کنجیاں ہیں مصروف ہیں۔

ایک آتش پرست ان کی غربت اور بیچارگی سے فائدہ اٹھا کر ان کو اٹھا لیجاتا اور اگنی دیوتا کی بھینٹ چڑھانا چاہتا ہے۔ وحیدہ کی دعا سے آتش — گلزار بن جاتی ہے۔ جمشید اور دوسرے آتش پرست مذہب اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

وحیدہ اور جمشید۔ اسپین۔ پرتگال۔ قرطبہ۔ غرناطہ وغیرہ کا محفوظ خزانہ معلوم کرنے کے بعد ایک فوج ترتیب دیتے اور شاہ ولیم کو للکارتے ہیں۔ شاہ ولیم خط پڑھتے ہی آگ بگولہ ہو جاتا اور جنرل ولسن کو جنگ کا حکم دیتا ہے ایک خونریز جنگ کے بعد ولیم کو شکست ہوتی ہے۔

وحیدہ کی شادی نقاب پوش جوان (ممتاز) سے ہو جاتی ہے۔ ملکہ وحیدہ ممتاز کو وزیر سلطنت اور جمشید کو وزیر جنگ مقرر کرتی ہے وہ جنرل ولسن کو معاف کر دیتی ہے۔ ولسن دیگر اراکین سلطنت کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

پتی سیوا پلاٹ: ایک نوعمر دوشیزہ سوشیلا کی شادی باسٹھ سال بوڑھے مارواڑی دونی چند سے کر دی جاتی ہے۔ سوشیلا تفاوت عمر کے باوجود اپنے شوہر کی خدمت میں کسر اٹھا نہیں رکھتی ایک تحصیلدار کی نظر اتفاقیہ سوشیلا پر پڑتی ہے اور وہ دل وجان سے اس پر عاشق ہو جاتا ہے وہ دھوکہ سے اسکو باغ میں بلاتا ہے لیکن وہ اپنی جان پر کھیل کر نکل جاتی ہے تحصیلدار اس کا ذکر مکٹ لعل تھانیدار سے کرتا ہے جو دونی چند کو قتل کرانے کے بعد اس کا الزام دونی کے بھائی لکھمی چند اور سوشیلا پر لگاتا ہے۔

سوشیلا یہ معلوم کرنے کے بعد کہ تحصیلدار نے اسکے شوہر کو قتل کرایا ہے کلکٹر کے

پاس جاتی اور اپنا شبہ ظاہر کرتی ہے۔ وہ سپرنٹنڈنٹ اور پولس کے ایک دستہ کے ساتھ روپ چند کے مکان میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ سوشیلا تحصیلدار کو بلا کر اس سے اظہار عشق کرتی اور جرم کا اقبال کراتی ہے۔ کلکٹر تحصیلدار کو گرفتار کر لیتا اور دفعہ تین سو دو تعزیرات ہند کی رو سے اسکو سشن سپرد کر دیتا ہے۔ عدالت اسکو موت کی سزا دیتی ہے۔

سوشیلا اپنے شوہر کے ساتھ ستی ہونا چاہتی ہے۔ کرشن جی درشن دیتے ہیں روپ چند نہ صرف زندہ ہو جاتا بلکہ جوانی بھی اسکو واپس مل جاتی ہے۔

خونی بلا عرف سنہری ناگن

ملکہ حسن پرست والی ایران اپنے حسن پر مغرور ہے۔ جنرل صادق اجازت لے کر داخل ہوتا اور اس کے حسن کی تعریف کرتا ہے۔ مغرور ملکہ اسکی آنکھیں نکلوا لیتی۔ اور اعلان کرتی ہے کہ جو شخص اس سے شطرنج کی بازی جیتے گا وہ اس کے ساتھ شادی کرے گی چنانچہ اصفہان۔ عربستان۔ بدخشاں۔ ہندستان کے شاہزادے بازی لگاتے اور اپنی جانیں گنوا لیتے ہیں۔

ملکہ شکار کھیلتے ہوئے ایک مچھیرے پر عاشق ہو جاتی ہے۔ یہ مچھیرا روزانہ شاہ ایران کے لئے ایک مچھلی کا دل لیا تا تھا۔ ایک دن عیش و نشاط میں مچھیرے کو دیر ہو گئی اور مچھلی نہ ملی تو ملکہ نے جنرل صادق سے دل طلب کیا اس نے ایک سچے عاشق کی طرح اپنا دل پیش کر دیا اور مچھیرے نے اسے بادشاہ کے باورچی کے پاس پہنچا دیا۔

جنرل صادق کی منگیتر اور عاشق زار زرینہ (وزیر زادی) نے یہ حال سنا اور صحا کی ایک بزرگ نے دل واپس لا دیا اور جنرل دوبارہ زندہ ہو گیا۔

خون دل عرف حسن کی چنگاری۔

یہ ڈراما نیو امپیریل تھیٹرلکل کمپنی آف دہلی نے پہلی بار اسٹیج کیا۔

پلاٹ، شاہ انگلستان کی بیٹی دائرہ اسلام میں داخل ہوتی ہے۔ ورجینا کا غلام مرتیخ اس کو اٹھا لیجاتا اور اس کی عزت خراب کرنا چاہتا ہے کہ صلاح الدین کا بیٹا عزیز اس کو بچاتا ہے — عزیز کی شادی ورجینیا سے ہو جاتی ہے۔

یہ ڈراما جوہر اسلام عرف جلوہ طور عرف صلیبی جنگ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وحشی۔ عبدالکریم

۱۔ شمع و پروانہ عرف زیب النسار

۲۔ عالمگیر غازی عرف مہاراجا جسونت سنگھ

شمع و پروانہ عرف زیب النسار

یہ ڈراما تین ایکٹ اور بتیس سین پر مشتمل ہے۔

سرورق پر تحریر ہے "دی امپیروزیا پارسی تھیٹرلکل کمپنی آف بمبئی کا کھیلا ہوا"

پلاٹ: شہنشاہ اورنگ زیب اپنی بیٹی زیب النسار کی خیریت معلوم کرنے کے لئے بے چین ہے۔ ہرکارہ خیریت نامہ دیتا ہے۔ بادشاہ کو سکون اور اطمینان ہو جاتا ہے۔ زیب النسار چونکہ جوان ہو چکی ہے اس لئے شہنشاہ اس کی شادی کر دینا چاہتا ہے لیکن وہ انکار کرتی ہے۔

ایران کا شاہزادہ فرخ اس کے حسن کا چرچا سنکر اور ارمانوں کی دنیا دل میں بسائے ہوئے آتا اور شہزادی کی خاص سہیلی شبو کو انعام و اکرام کا لالچ دیکر اس سے متمنی ہوتا ہے کہ وہ اس کی تعریف شہزادی کے سامنے کرے۔ وہ فرخ کی تعریف کرتی ہے لیکن عاقل خاں صوبیدار لاہور کے آگے چلنے نہیں پاتی۔ شبو دل برداشتہ ہو کر اس کی شکایت اورنگ زیب سے کرتی ہے اور وہ اسوقت محلسرا میں

داخل ہوتا ہے۔ جبکہ عاقل خاں شہزادی کی خدمت میں موجود ہوتا ہے۔ شہزادی عاقل خاں کو ایک دیگ میں بٹھلا دیتی ہے اور وہ اسی میں جل کر جان بحق تسلیم ہو جاتا ہے۔

زیب النسار عاقل خاں کی یاد میں بیمار پڑتی اور مر جاتی ہے۔

عرف مہارانا جسونت سنگھ

عالمگیر غازی

یہ ڈراما تین ایکٹ اور چوبیس سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ: شاہجہاں بیمار ہے۔ شجاع۔ مراد اور اورنگ زیب اپنی اپنی کوششوں میں مصروف ہیں اورنگ زیب — میر جملہ۔ شائستہ خاں۔ دلیر خاں۔ بہادر خاں اور بعد میں جے سنگھ والی بیکانیر اور جسونت سنگھ والی جودھپور کی امداد سے مراد۔ شجاع اور دارا کو شکست دیتا ہے۔

جسونت سنگھ جو دارا شکوہ کا ہمدرد اور طرفدار تھا جے سنگھ کے کہنے سے اورنگ زیب کی مدد کرتا ہے۔ اورنگ زیب اس کو گجرات کا صوبہ انعام میں اور ہفت ہزاری کا خطاب دیتا اور دربار میں حاضری سے معاف کرتا ہے۔

اس ڈرامہ میں جو کمی ہے وہ آغا سید اصغر علی اصغر نظامی کا لکھا ہوا ہے

یادگار منت - محمد ابراہیم

۱۔ آفتاب دکن

یکتا

۱۔ حسن آرا

۲۔ فتح جنگ

اردو ڈراما

دورِ پنجم

۶

دورِ پنجم سنہ ۱۹۳۰ء سے سنہ ۱۹۶۰ء تک

ابراہیم یوسف

۱۔ سوکھے درخت

اثر لکھنوی۔ جے نرائن ورما

جے نرائن ورما نام اثر تخلص[۱]۔ سنہ ۱۸۷۳ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے کیننگ کالج میں بی اے تک تعلیم پائی، عنفوانِ شباب سے کسبِ کمال اور فنِ شاعری کا شوق ہوا پہلے صانع تخلص کیا اس کے بعد اثر۔ کئی انگریزی ناولوں کا ترجمہ کیا، اس کے بعد ایک رسالہ بنام "ناول" جاری کیا۔ چھتیس سال کی عمر میں جب کہ آپ کی شاعری اور شہرت دور نزدیک پھیل چکی تھی، مارچ سنہ ۱۹۰۹ء میں انتقال کیا۔ آپ نے اولیور گولڈ اسمتھ کے ایک ڈرامہ "شی اسٹوپس ٹو کانگر"[۲] کا ترجمہ کیا

تسخیر

۱۔ تسخیر[۳]

پلاٹ:۔ مسٹر مارلو اور مسٹر ہسٹنگز، مسٹر ہارڈ کیسل سے ملنے جاتے ہیں، مسٹر کیسل ایک پرانی وضع کے آدمی ہیں اور ان کا مکان بھی پرانی وضع کا ہے۔ ان کے مختصر

۱۔ خمخانۂ جاوید۔ مصنفہ لالہ سری رام۔ جلد اول صفحہ ۱۳۱۔ بار اول سنہ ۱۹۰۸ء

2 OLIVER GOLDSMITH. SHE STOOPS TO CONQUER.

۳۔ نگار۔ ماہنامہ۔ جنوری و فروری رسالنامہ، صفحہ ۲۷ سنہ ۱۹۴۱ء

خاندان میں ان کی بیوی (مسز کیسل)، بیٹی (مس کیسل)، مسز کیسل کے پہلے خاوند کے بیٹے (ٹونی مالکم)، اور مسز کیسل کی بھتیجی (مس نول کاکسٹینس) شامل ہیں

مسٹر مارلو اور مسٹر ہیسٹنگز راستہ بھول کر ایک گاؤں میں پہنچتے اور مسٹر ٹونی سے ملتے ہیں، وہ ان کو مسٹر کیسل کے مکان کا پتا بتلاتا ہے، دلچسپ تفریحوں کے بعد مارلو کی شادی مس کیسل سے اور ہیسٹنگز کی مس نول سے ہو جاتی ہے

اثر لکھنوی۔ خان بہادر نواب میر جعفر علی خان بی اے۔ ایم بی۔ ای

جعفر علی خان نام اثر تخلص لے ۱۲ جنوری ۱۸۸۵ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے آپکا سلسلہ نسب لکھنؤ کے مشہور و معروف منو خاندان سے جو زمانہ شاہی میں اطباء کے زمرہ میں ممتاز رہا ہے، آپ کے اجداد میں مرزا علی حسین خان مخاطب بہ مسیح الدولہ ابن مرزا علی خان حکیم الملک مشاہیر میں گزرے ہیں، یہ خاندان اصفہان سے ہندستان آیا تھا لے کٹرہ ابو تراب میں آبائی مکانات ہیں جو لکھنؤ کا مشہور محلہ اور بخیہ کا مرکز ہے

آپ کی ابتدائی اور درسی مشرقی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی ۱۸۹۲ء میں جوبلی ہائی اسکول (جو اب انٹرمیڈیٹ کالج ہے) میں داخل ہوئے، ۱۹۰۲ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا ۱۹۰۴ء میں ایف اے اور ۱۹۰۶ء میں بی اے کیا۔ ایک سال ایم اے کا کورس پڑھا اور ایل ایل بی کی تیاری کی قانون سے طبیعت میں مناسبت نہیں پائی اور یہ سلسلہ چھوڑ دیا ۱۹۰۸ء میں براہ راست بعہدہ کلکٹری تقرر ہوا، جولائی ۱۹۴۰ء میں مستقل کلکٹری سے پنشن لی مگر فوراً ہی بعد آپ کو اڈیشنل کمشنر الہ آباد کے عارضی عہدہ پر مقرر کر دیا گیا۔

جن آغوشوں میں اثر نے پرورش پائی وہ حقیقت میں زبان کا گہوارہ تھے اسلاف خاندان شاہی سے متوسل اور اشرف الاشراف تھے، لکھنؤ کے اعلیٰ طبقہ میں ان کا شمار تھا اسی کا اثر ہے کہ اثر کو اپنی زبان سے خاص انس ہے، آپ انگریزی زبان کے فاضل ہیں

۱۔ نگار۔ ماہنامہ۔ لکھنؤ۔ جنوری و فروری (سالنامہ) ص ۲۷ بابت ۱۹۴۱ء

۲۔ والد گل۔ تعارف از ڈاکٹر اے وحید۔

مگر کبھی تحریر یا تقریر میں انگریزی الفاظ بغیر ضرورت صرف نہیں کرتے۔

اثر کے خاندان میں شاعری کا ذوق فطری ہے، زانوئے تلمذ مرزا محمد ہادی صاحب عزیز مرحوم کے سامنے تہ کیا جن سے قدیم خاندانی مراسم تھے ۱۹۲۲ء میں عراق کا سفر کیا ۱۹۳۶ء میں مستقل کلکٹر ہوئے ۱۹۳۶ء میں خان بہادر کا خطاب پایا ۱۹۳۶ء میں ایم بی ای ہوئے ۱۹۴۵ء میں پنشن ملی۔ آخر میں جموں و کشمیر گورنمنٹ میں منسٹر ہو گئے، آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے، دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [۱]

۱۔ زنگاری بیگم عرف لیڈی آزیور (منظوم)

۲۔ ہلاک فریب

زنگاری بیگم عرف لیڈی آزیور (منظوم)

ڈاکٹر ایس ایس ہرونے رائے بریلی امیچور تھیٹریکل سوسائٹی کے لئے اس ڈرامہ کو فرانسیسی زبان سے ماخوذ کیا اور آثر لکھنوی نے اسے اردو کا جامہ پہنا کر ڈسٹرکٹ ہیلتھ اینڈ میٹرنٹی لیگ کی امداد کے لئے ۲۶/ نومبر ۱۹۲۹ء کو بریلی میں پیش کیا اس جلسہ کی صدارت صوبے کے گورنر ہز اکسیلینسی سر ولیم مالکم ہیلی نے فرمائی۔

پلاٹ:۔ ایک بیس سالہ بیوہ ڈرونٹ مارشل آکٹورین فریڈیڈ ایک چھبیس سالہ نوجوان سے سرگرم گفتگو ہے۔ فریڈیڈ کبھی اس کی خوشامد کرتا اور کبھی چارلس جیکٹ کی محبت کا طعنہ دیتا ہے۔ چارلس بھیگے کپڑے پہنے اور مچھیروں کا سامان لادے داخل ہوتا ہے، سب کھانے کی میز پر بیٹھ جاتے ہیں، فریڈیڈ ڈرونٹ کو طعن و تشنیع کرتا ہے چارلس دل ہی دل میں کڑھتا ہے اور ڈرونٹ سے بظاہر نفرت کا اظہار کرتا ہے، فریڈیڈ ان دونوں کی محبت آزمانے کے لئے باہر جاتا

---

[۱] دیگر تصانیف (الف) رنگ بست (ب) نغمہ جاوید (ج) آثر کے تنقیدی مضامین (د) انتخاب کلام ادب لطیف لاہور جولائی ۱۹۴۵ء (ح) انتخاب کلام نگار لکھنؤ۔ جنوری و فروری ۱۹۴۱ء۔ (د) جہان بینی (ز) مطالعہ غالب (ط) انیس کی مرثیہ نگاری۔

ہے۔ چارلس آتا ہے اور ڈونٹ سے بغل گیر ہوتا ہے فریجیڈ بھی آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ دونوں کو مسرور دیکھ کر بے حد خوش ہے

ہلاک فریب یہ پولینڈ کے مشہور ڈراما نویس سیگمنڈ کراسنکی کے مشہور ڈرامہ دی ان ڈی وائن کمیڈی کا آزاد ترجمہ ہے صفحہ اول پر مصنف کا نام معہ مترجم کے درج ہے

اثر لکھنوی "تمہید" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

ہلاک فریب — اس کی دو عظیم تصانیف میں سے ایک ہے اس میں کراسنکی نے پیشینگوئی کی کہ انفرادی حکومت جمہوریت کی فتح کا قیام نہ ہوگا اور نہ اس سے کوئی اچھا نتیجہ مرتب ہونے کی امید ہے بلکہ اس عقیدے کا آخری حل عیسائیت کے ہاتھ میں ہے جیسا نفس ڈرامہ سے ظاہر ہوتا ہے؛ عیسائیت سے اس کی مراد باہمی اخوت و مفاہمت و مروت ہے

ترجمہ لفظی نہیں ہے بلکہ مفہوم کو لے کر اصل عبارت کا زور قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ ڈرامے سے قبل ایک نظم ہے جس میں مصنف نے شاعروں کو مخاطب کیا ہے اور اس کا بجا و بے جا صرف بتا کر مدح یا مذمت کی ہے ہر دفعہ میں متعدد سین یا منظر ہیں۔ ہر دفعہ سے پیشتر ایک افتتاحیہ مقالہ ہے جس میں اس کے مرکز خیال پر روشنی ڈالی ہے۔

پلاٹ :۔ کاونٹ ہنری (شاعر) صاحب علم بھی ہے اور صاحب دولت بھی۔ اس کا معیار حسن بہت بلند ہے۔ وہ مریم میں اپنے تصور حسن کی جھلک پاتا اور اس سے شادی کرتا ہے مریم ایک محبت کرنیوالی مطیع و فرماں بردار۔ حیا کی پتلی، وفا کی دیوی ہے لیکن اس کے باوجود کاونٹ کا دل اس سے جلد ہی بھر جاتا ہے اور وہ مریم سے بے اعتنائی برتنے لگتا ہے، مریم اس سے بدلہ لینا چاہتی ہے، لیکن ہونے والے بچے کے باعث وہ خاموش ہو جاتی ہے کاونٹ بھی شہرت کی تلاش میں نکلتا ہے اور ناامید واپس آتا ہے مریم اس کے سامنے دم توڑتی ہے

مریم کا بچہ۔ جارج۔ عام بچوں سے مختلف ہے۔ اس نے اپنی فطرت میں ماں کی نیکی اور بردباری اور باپ کی شاعرانہ طبیعت پائی ہے۔ نحیف مگر بے حد ذکی و ذہین، پندرہ سال کی عمر میں وہ نابینا ہو جاتا ہے، کاؤنٹ اس کو اپنے اعمال کا نتیجہ تصور کرتا ہے، وہ خلق اللہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے

اکابرین سلطنت اور امرائے ملک کے مظالم سے مجبور ہو کر عوام بغاوت کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، کاؤنٹ امراء کی نمائندگی کرتا اور جمہور سے پے در پے شکستیں کھاتا ہے، جارج بھی اس لڑائی میں مارا جاتا ہے، کاؤنٹ ایک چٹان سے کود کر فرار ہو جاتا ہے، جمہور بھی نقصان برداشت کرتے ہوئے پیچھے ہٹتے ہیں۔ ان کا لیڈر بھی مارا جاتا ہے

احترام اللہ

۱۔ لے زر

۲۔ پروفیسر نجمی شعبدہ گر

۳۔ چہار درویش ہوٹل میں

احسن مقبول الغنی

۱۔ راجہ ہریش چندر احسن عرف ستارہ گردش

احسن صاحب اپنے "معذرت" نامہ میں لکھتے ہیں۔

"میں تو نہیں کہوں گا کہ میں اس کا مصنف ہوں، مگر ہاں اس کا مولف ضرور ہوں، ایک اس کو غیر مکمل ڈرامہ خیال کر رہا تھا مگر اب آپ اس کو مکمل اسٹیج پر دیکھیں گے اور داد دیں گے جس بات کی کمی رہ گئی تھی اس کو پورا کر دیا۔ اپریل سنہ ۱۹۲۲ء"

احسن نے اس ڈرامہ کو اپنے الفاظ میں لکھا ہے اور اس کا پلاٹ وہی ہے جو طالب کے مشہور ڈرامہ "ہریشچندر" کا ہے

پلاٹ:۔ راجہ اندر شاہ پرستان پریشان ہے کہ راجہ ہریشچندر کہیں ترقی پا کر اس کا تخت

دتا ہے نہ چھین لے اس لئے وہ گرو بششٹ جی سے مشورہ کرتا ہے گرو کہتا ہے کہ ہریش چندر سچ کا دیوتا ہے لیکن گرو بسوامتر اس کی مخالفت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو پرتھوی راج پر جھوٹ نہ بولے اور سچ پر قائم رہے

دوسری طرف راجہ ہریشچندر سیر و شکار کے لئے جاتا ہے، ایک پیر مرد سے ملتا ہے۔ اس کا بیٹا خریدتا اور ایک بے روزگار بدھ ونسک کو ملازم رکھتا ہے

بسوامتر مختلف طریقوں سے راجہ کو آزماتا ہے، آخر میں اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ راجہ سچا ہے۔

احسن عثمانی

۱۔ شمو کی عید ۱۹۴۶ء

۲۔ بچوں کی لائبریری ۱۹۴۶ء

۳۔ ننھا شکاری ۱۹۴۶ء

شمو کی عید یہ مجموعہ تین مختصر ڈراموں پر مشتمل ہے جو اوپر درج کئے گئے ہیں یہ مجموعہ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔

احمد۔ جلال الدین

۱۔ شام ہوتی ہے۔

احمد۔ ج۔ م

۱۔ آئینے

احمد شجاع۔ حکیم۔ بی۔ اے

۱۔ مینا ۱۹۲۲ء

۲۔ باپ کا گناہ

۳۔ خون بہا

۴۔ من توشش

مینا

یہ بنگالی زبان کے مشہور ڈرامہ نویس بابو کشیرود چندر چیٹرجی۔ پرنسپل لا، کالج لاہور کے بنگالی ڈرامہ "مینا" کا اردو ترجمہ ہے۔"

امجد مجددی (علیگ) بعنوان "تقریب" تحریر فرماتے ہیں۔

"مینا" اس فن کے جدید ترین اور ترقی یافتہ اصول کے مطابق ایک معاشرتی تمثیل ہے جو سادہ زندگیوں کو پیش کرتی ہے، اس کی غیر معمولی دلچسپی کا راز اس کی واقفیت اور قرائن اصلی ہونے میں پوشیدہ ہے۔۔ نیز اس جامعیت اور قریبی وسعت معلومات و مشاہدہ پر منحصر ہے، جو اصلی مصنف کو باعتبار فضل علمی مغربی نصوں میں ہے اور بلحاظ باشندہ بنگال ہونے کے اس معاشرت کے متعلق ہے جو اس ڈرامہ کی روح رواں ہے، یقین ہے کہ حامیان اردو اسکا پرجوش خیر مقدم فرمائیں گے اور اہل فن اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے

لاہور ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۳ء۔

پلاٹ:۔ بناتے بھوشن متر جو ایک بے پھوا نوجوان بیرسٹر ایٹ لا ہے اندومتی کے ساتھ جو آپوناتھ گنگولی کی لڑکی ہے پرورش پاتا ہے، دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، لیکن ذات پات میں فرق ہونے کے باعث وہ شادی نہیں کرسکتے۔ بناتے کی شادی ایک دولتمند سوداگر تارک ناتھ دت کی لڑکی مینا سے ہوجاتی ہے۔ مینا بناتے کی پرائیوٹ میز کے خانہ سے تصویروں کا ایک البم اور خطوط کا ایک پلندہ نکالتی اور شک کرتی ہے نگیندرناتھ اس شک سے فائدہ اٹھاکر دونوں کو لڑوانے کا انتظام کرتا ہے، ایک دن جب کہ بناتے باہر گیو ہوا تھا نگیندر ناتھ اس کے گھر میں داخل ہوکر مینا سے ہاتھاپائی کرتا ہے، بناتے آجاتا اور نگیندر بھاگتا ہے۔ بناتے اسکا پیچھا کرتا لیکن ٹھوکر کھاکر گرتا اور بے ہوش ہوجاتا ہے، نگیندرناتھ کر بھی اس کے اعمال خبیثہ چین نہیں لینے دیتے وہ بھی عقل دجواس کھو بیٹھتا ہے۔ ڈاکٹر مرلش اس کو بناتے کے گھر لاتا ہے، مینا اس کو دیکھ کر حملہ کرتی لیکن گرپڑتی اور مرجاتی ہے، بنیا اس کا قصور معاف کردیتا ہے

احمد حسین

۱۔ طبلِ بیمار

آحمد حسین خاں

۱۔ آہ

۲۔ حسرت

۳۔ حسن کا بازار

۴۔ آئینہ ساز

۵۔ درد

۶۔ سرخ حرف

۷۔ سوز

۸۔ شام وسحر

۹۔ گل بدن

۱۰۔ مکافاتِ عمل

۱۱۔ نظیر بیگم

۱۲۔ ماہ گیتی آرا

۱۳۔ وہ عورت جس نے کر دکھایا

احمد عباس۔ خواجہ۔ ایم اے۔ ال ال بی (علیگ)

۱۔ ایک لڑکی

۲۔ پٹھان

۳۔ تان سین کی واپسی

۴۔ زبیدہ

۵- دیوار

۶- یہ امرت ہے

خواجہ احمد عباس۔ مشرقی پنجاب کے مشہور شہر پانی پت میں پیدا ہوئے ۱۴ / جون ۱۹۱۴ء
ابتدائی تعلیم کے بعد علی گڈھ سے بی اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کئے، اخبار نویسی کا
شوق طالب علمی ہی سے تھا۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد بمبئی آئے اور بمبئی کرانکل میں رپورٹر کی حیثیت سے
کام کرنے لگے، اس درمیان میں بی۔ جی ہارنی مین۔ ایڈیٹر بمبئی سینٹی نل کی سفارش سے بمبئی ٹاکیز کی
فلم کمپنی میں بحیثیت پبلسٹی منیجر کام کرنے لگے۔ اس کے بعد ایک سفری اخبار نویس (ورلڈ رپورٹر)
کی حیثیت سے دنیا کا سفر کیا اور اپنا سفر نامہ مرتب کیا ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۱ء تک بمبئی کرانکل
کے تنقید نگار کی حیثیت سے کام کیا اس کے بعد ہفت روزہ کرانکل کا آخری صفحہ لکھنے لگے انکو
زور قلم سے متاثر ہو کر بلٹز ہفت روزہ نے بھی اپنا آخری صفحہ پیش کیا جو اب بھی لکھ رہے ہیں
آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں[1]۔

سیاست ہند، ادب، تھیٹر اور فلم سے خاص دلچسپی ہے۔ آپ آج کل فلم ڈائریکٹ
کر رہے ہیں، انڈین پیوپلز ایسوسی ایشن کے وائس پریذیڈنٹ، پھر گریسیو رائٹرز ایسوسی ایشن
کے آنریری سکریٹری اور پی۔ ای۔ این کے ممبر ہیں

اختر۔ شبیر محمد

۱۔ واہمہ اور دوسرے ڈرامے

اختر حسین رائے پوری۔ ڈاکٹر سید۔ بی اے (علیگ) ساہتیہ النکار۔

---

1. TOMORROW IS OURS.
2. AND ONE DID NOT COME BACK.
3. REPORT OF GANDHIJI.
4. ALL LIES
5. OUT SIDE INDIA.
6. RICE

۱- شکنتلا

شکنتلا اختر حسین رائے پوری نے یہ ڈراما اصل سنسکرت سے ۱۹۳۹ء میں اردو میں ترجمہ کیا اور اسے انجمن ترقی اردو (ہند) نے دہلی سے شائع کیا۔

ابتدائے کتاب میں مترجم نے چودہ صفحات کا ایک مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں شکنتلا کی اہمیت اور ڈرامہ کا پس منظر دکھلایا ہے، یہ ترجمہ بڑے سائز کے ایک سو بائیس ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے، صاحب ترجمہ اپنے "مقدمہ" میں لکھتے ہیں

ملک کی تمام زبانوں میں اس (شکنتلا) کے بھلے برے ترجمے ہو چکے ہیں لیکن اردو ادب اب تک اس نعمت سے محروم رہی۔"

اختر شیرانی - محمد داؤد خان

محمد داؤد خان نام - اختر تخلص ہے۔ افغانوں کے قبیلہ شیرانی سے تعلق رکھتے تھے ہم مئی ۱۹۰۵ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ کو ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے تاریخی نام "مسعود خسرو" تھا

آپ کے دادا مولوی محمد اسمٰعیل خان نواب ٹونک (محمد علی خان) کے مختار تھے آپ کے والد حافظ محمود خان شیرانی ایک اچھے اہل قلم ہیں یہ تھے کئی سال تک ولایت میں رہنے کے بعد جب ہندوستان واپس آئے تو کسی بات پر نواب ابراہیم خان والی ٹونک سے ناراض ہو گئے اس لئے لاہور چلے گئے (۱۹۲۰ء) پہلے اورنٹیل کالج میں پروفیسر ہوئے پھر پنجاب یونیورسٹی میں ملازم ہو گئے۔ فارسی اور اردو خصوصاً ادب میں بڑی وسیع نظر رکھتے تھے۔ تحقیق میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، عروض میں بڑی محنت کی تھی، چنانچہ اس فن میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔

اختر نے ۱۹۲۱ء میں جب کہ ان کی عمر صرف سولہ سال کی تھی ادیب فاضل (آنرز زبان اردو) کا امتحان پاس کیا۔ انگریزی باقاعدہ نہیں پڑھی تھی لیکن مطالعہ کی برکت سے اس میں خاصی استعداد حاصل کرلی تھی۔ کسی قدر عربی بھی جانتے تھے۔

شعروشاعری کا چسکا پرانا تھا، کم سنی ہی میں شعر کہنے شروع کر دیئے تھے، ممکن ہے کہ یہ بات بہت سوں کو نہ معلوم ہو کہ اختر شیرانی نے ابتداء میں شمس العلماء مولانا تاجور نجیب آبادی سے اپنے کلام پر اصلاح لی تھی۔"

ان کی نظمیں ۱۹۲۵ء سے باقاعدہ رسالوں میں چھپنے لگی تھیں۔ "جوگن" پہلی نظم تھی جس نے ادبی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرلیا، شعر گوئی اور قدر دانی نے بہت جلد ان کو صفِ اول کے شعراء میں کھڑا کر دیا، وہ پہلے "ہمایوں" اور پھر انتخاب کے مدیر بنے، کچھ عرصہ بعد انتخاب کا نام بدل کر "بہارستان" رکھا وہ بھی بند ہوگیا، پھر اپنا رسالہ بنام "خیالستان" ۱۹۲۸ء میں لاہور سے نکالا، اس کے بند ہونے کے بعد ارادہ کیا کہ آئندہ سے وہ اس جھمیلے میں نہیں پڑیں گے۔ لیکن دوسروں کے اصرار پر ۱۹۲۱ء میں لاہور سے "رومان" نکالا۔ اس کو دفن کرنے کے بعد ۱۹۴۱ء میں "شاہکار" جاری کیا۔ اسی دوران میں مولانا محمد علی مرحوم کے "ہمدم" کے لئے ہر ہفتہ نکات ومعارف کے عنوان سے لکھتے رہے۔

اختر کی شاعری کے عروج کا زمانہ دراصل "بہارستان" اور "خیالستان" کا دور ہے "رومان" بند ہوتے تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ ان کے والد یونیورسٹی کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر ٹونک چلے گئے۔ اختر کو بھی ان کے ساتھ جانا پڑا۔

اختر کے کلام پر نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ ان پر عرب شعراء کا کافی اثر تھا، ان کے یہاں ایک خاص قسم کی رومانیت ہے جسے عرب شعراء "تشبیب" کہتے ہیں

آپ نے دو ڈرامے قلم بند کئے آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں

۱. ضحاک

۲۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ

اختر کی شاعری جس قدر بلند ہوتی گئی اسی قدر مے نوشی میں ڈوبتے گئے[1] کثرت شراب نوشی نے ان کی ذہنی کیفیت اس قدر بد سے بدتر کر دی تھی کہ وہ دوست آشناؤں کو بار بار قرض دینے پر مجبور کرتے تھے اور ایک ایک وقت کی شراب کے لئے چھوٹی چھوٹی رقمیں اصرار سے مانگتے تھے، ٹونک کے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اختر نے اپنے والد کے کتب خانہ کی نایاب کتابیں ولایتی شراب کے ایک پیگ اور دیسی ٹھرہ کی ایک بوتل کے لئے سر بازار فروخت کر دیں۔

وہ اپنی ایک کتاب کی فروخت کے سلسلہ میں لاہور گئے ہوتے تھے کہ ان کی حالت بہت زیادہ خراب ہو گئی ان کے دوستوں نے ان کو ہسپتال میں داخل کر دیا جہاں ۹ ستمبر ۱۹۴۸ء مطابق ۱۳۶۷ھ کو ابو المعانی اختر شیرانی الافغانی، شعرائے ہند کے صف اول کے جادو بیان شاعر رومان خیام الہند حضرت اختر شیرانی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے انتقال کے

(اختر کی تصانیف وتراجم "اختر کی یادیں" از تابش صدیقی۔ ماہ نو۔ ماہنامہ کراچی۔ جنوری ۱۹۴۹ء)

۱۔ آئینہ خانے ہیں۔ پانچ فلمی افسانے جو ایک رات میں لکھے گئے

۲۔ پھولوں کے گیت۔ بچوں کے لئے نظمیں

۳۔ نغمہ حرم۔ خواتین کے لئے نظمیں۔

۴۔ صبح بہار	نظموں کا مجموعہ	پہلا	مجموعہ
۵۔ اخترستان	"	دوسرا	"
۶۔ لالہ طور	"	تیسرا	"
۷۔ طیور آوارہ	"	چوتھا	" (غزلیں اور گیت)
۸۔ شہناز	"	پانچواں	" (غزلیں اور نظمیں)

[1] تابش صدیقی صاحب فرماتے ہیں وہ بلا کے شراب نوش تھے۔ آخر عمر میں جب مالی حالت خراب ہو گئی تو خودداری رخصت ہو گئی۔ لاہور کے شراب خانوں اور گلی کوچوں میں زیادہ سے زیادہ اور بری سے بری حالت میں نظر آنے لگے۔

بعد دو لڑکے اور دو لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑیں۔ حضرت جوش ملیح آبادی نے اپنی نظم بعنوان "پند نامہ برائے اصلاح میاں مجاز و دیگر جوانان بے پروا۔" میں اختر کے متعلق بھی لکھا ہے فرماتے ہیں۔

کثرت بادہ رنگ لاتی ہے — علم اور جسم کو گھٹاتی ہے
کچھ دلوں کو رلا کے ہنستی ہے — شمع اختر بجھا کے ہنستی ہے

اختر کے انتقال پر ملال پر خون کے آنسو بہاتا ہوا انکار بھوپال لکھتا ہے کہ

اختر کی وفات سے اردو ادب ایک رنگین اور رومانی شاعر سے محروم ہو گیا، اختر نے رنگ تغزل اور نظم نگاری سے ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کر لیا تھا اور اگر اسے امروز کا کیٹس کہا جائے تو بیجا نہ تھا اس کے دلکش نغمے اور سہانے گیت نوجوانوں کے دل کی دھڑکن بن گئے تھے، ان کی ایک نظم سے متاثر ہو کر آغا حشر کاشمیری نے لکھا تھا۔

کہو زاہد سے کیوں ہے اسقدر فردوس پر نازاں
ہزاروں جنتیں آباد ہیں تخئیل اختر میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲، ۹۔ شہر سے دور۔ باقیات کا مجموعہ جسے اختر کے فاضل اور نامور دوست حکیم نیر واسطی نے مدون فرمایا اور بیگم اختر شیرانی نے شیرانی برادرس لاڑکانہ (سندھ) سے ۱۹۵۰ء میں شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن غالباً ادارہ ادبیات اختر۔ منیر منزل۔ لاہور سے شائع ہوا ملاحظہ ہو ماہ نو۔ ماہنامہ۔ کراچی۔ جنوری ۱۹۵۱ء، ص ۱۳۵)

۱۰۔ دھڑکتے دل۔ افسانوں کا مجموعہ
۱۱۔ جامع الحکایات۔ دو جلدیں۔ یہ محمد عوفی یزدانی کی کتاب کا ترجمہ اور خلاصہ ہے
۱۲۔ غزلوں اور نظموں کا مجموعہ
۱۳۔ مجمع البحرین کی ترتیب و تدوین میں بڑا حصہ لیا
۱۴۔ مطلع السعدین " " "
۱۵۔ جامع اللغات " " "
۱۶۔ انتخاب غزلیات۔ نگار۔ ماہنامہ۔ لکھنؤ جنوری و فروری ۱۹۴۱ء
۱۔ انکار۔ بھوپال۔ اکتوبر ۱۹۴۸ء

ہر چند کہ انکے مخلص اور صادق اولاد دستوں نے چاہا کہ وہ ساغر و سبو سے ہاتھ اٹھالیں مگر افسوس کہ وہ انہیں ترک پر رضامند نہ کر سکے، حتیٰ کہ وہ بیمار ہوئے اور میو ہسپتال لاہور میں، انتہائی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں غربت کی موت مرے۔[۲]

یہ ایک نہ مٹنے والی حقیقت ہے کہ بعض شاعرانہ خصوصیات میں اختر کا کوئی حلیف نہ تھا، ان کی شاعری رومانیت، جمالیات، کیف و سرور، سوز و ساز، معصومانہ جذبات اور نغمات کی سحر آفرینیوں کا آئینہ تھی وہ حسن کارانہ انداز میں سالات کی بہترین تعبیر کرتے تھے۔

ضحاک یہ ڈراما پانچ ڈراپ اور اکہتر سین پر مشتمل ہے۔ ڈراپ اول میں تیئیس سین ہیں دوم میں دس سوم میں گیارہ چہارم میں چودہ اور پنجم میں چودہ ہیں یہ ایک ترکی ڈرامہ کا ترجمہ ہے اختر نے اصل مصنف کا نام نہیں دیا ہے فارسی زبان کے افسانوں میں ضحاک کا نام اکثر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ظالم اور سفاک بادشاہ تھا جو جمشید پر فتح حاصل کر کے ایران کے تخت پر قابض ہو گیا تھا اس کے نسب کا صحیح پتا نہیں چلتا بعض اس کو شداد کی اولاد بتاتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس کے کندھوں پر دو ناسور تھے، فارسی زبان انہیں سانپ سے تعبیر کرتے ہیں جن کی خوراک گوشت انسانی تھی اور روزانہ دو آدمی اس غرض کے لئے ہلاک کئے جاتے تھے، اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لئے ایک لوہار نے ضحاک کو ہلاک کر دیا فریدون بادشاہ بنا، بامیاں کے قریب جو کھنڈر پائے جاتے ہیں ان کو لوگ ضحاک کا محل بتاتے ہیں[۳]

پلاٹ :۔ جمشیدی دور حکومت ختم ہو چکا ہے، ایران میں مذہب پرستوں کا دور دورہ ہے آتش پرستوں پر ہر قسم کے مظالم ڈھائے جاتے ہیں، جمشید کے نام لیوا چن چن کر قتل کئے جا رہے ہیں، انکی عبادت گاہیں بھی منہدم کی جا رہی ہیں آتش کدوں کے عوض سانپ کے پنجرے رکھے گئے ہیں اور پبلک ان کی پرستش پر مجبور کی جا رہی ہے

ضحاک خواب دیکھتا اور موبدوں سے اس کی تعبیر پوچھتا ہے، ایک موبد کہتا ہے کہ وہ فارس کی

۱۔ اردو شاعروں کا البم ۔ مرتبہ سید زوار حسین ص ۳۹ یکم جنوری ۱۹۴۷ء
۲۔ اختر شیرانی ۔ سید جعفر طاہر قومی زبان کراچی ۔ یکم اپریل ۱۹۶۰ء ص ۹
۳۔ قاموس المشاہیر، جلد دوم ص ۴۲۔

عظیم الشان حکومت کا مالک بنے گا۔ اگر وہ جانوروں کی بجائے انسانوں کے مغز سانپوں کو کھلائے تو اس کا بول بالا ہو گا۔ اور اس کی حکومت کو کبھی زوال نہ آئے گا۔ چنانچہ ضحاک نوجوانوں کے مغز ان کو کھلانا شروع کرتا ہے۔

ضحاک کی بیٹی خوب چہر (جمشید کی پوتی) پرویز غلام (دراصل جمشید کا پوتا) سے محبت کرتی ہے، بادشاہ اپنے وزیر سے خوش ہو کر اس کی شادی تھماں سے کرنا چاہتا ہے لیکن وہ انکار کرتی ہے، بادشاہ پرویز اور خوب چہر دونوں کو قید کر دیتا ہے۔

ضحاک کے مظالم رنگ لاتے ہیں، جمشید کے پرستار جمع ہو کر ضحاک کو قتل کر دیتے ہیں، پرویز تخت پر بیٹھتا ہے۔ اس کی شادی خوب چہر سے ہو جاتی ہے۔

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ

یہ مختلف ڈرامہ نویسوں کے پندرہ ڈراموں کا مجموعہ ہے جسے اختر شیرانی نے ۱۹۴۷ء میں مرتب کیا اور کتاب منزل لاہور نے پہلی بار اسے شائع کیا۔

۱۔ ہرجائی	ش۔ م۔ اقبال بی اے (آنرز)
۲۔ مستقبل کے سوداگر	احمد ندیم قاسمی۔ بی اے۔
۳۔ پہاڑ کے دامن میں	میرزا ادیب بی اے (آنرز)
۴۔ بیسوا	اوپندر ناتھ اشک۔ بی اے ال ال بی
۵۔ راسخ الاعتقاد	حافظ سراج الدین محمود بی اے بی ٹی
۶۔ سینما میں ایک شام	پروفیسر سید عابد علی عابد ایم اے ایل ایل بی
۷۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ	شرف الدین احمد عظیم آبادی۔ ایم اے۔
۸۔ قصے کا انجام	خلیل احمد بی اے۔ ایڈیٹر احسان۔ لاہور
۹۔ حرماں نصیب	غلام شبر۔ بی ایس سی
۱۰۔ ہنستے ہنستے مر گیا	کے اے حمید بی اے (لندن) بیرسٹر ایٹ لا

۱۱۔ روپ لال چند	پروفیسر عبدالحئی خلجی ایم اے
۱۲۔ ایمان فروش	ساغر جعفری بی اے ال ال بی
۱۳۔ معمار تصویر	چودہری ممتاز حسین لیتنل بی اے۔
۱۴۔ اسیریا کی ایک دوپہر	عظیم قریشی
۱۵۔ آخری جنگ	سید اقبال احمد بی اے۔

ادیب لکھنوی۔ ادلیس احمد۔ ایم اے۔

۱۔ عذرا عرف ماہ عرب

۲۔ رہس اور دیگر ریڈیائی ڈرامے۔

۳۔ اردو ڈراما

۴۔ ایک ایکٹ کے ڈرامے۔

۵۔ پرتھال یا حور دکن

۶۔ کھیو ڈرا

۷۔ پھر اور دوسرے ریڈیائی ڈرامے۔

۸۔ فرزانہ

۹ فلم وڈراما

عذرا عرف ماہ عرب

پلاٹ:۔ ایک عرب خرام نامی مرنے سے قبل اپنے بیٹے عروہ کا ہاتھ اپنے بھائی عقال کے ہاتھ میں دیکر اس سے یہ وعدہ لیتا ہے کہ وہ اس کی خوبی دیکھ بھال کرے گا اور اپنی بیٹی عذرا کی شادی اپنے بھتیجے سے کر دیگا۔ عروہ اور عذرا ساتھ ساتھ پرورش پاتے اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن عقال عذرا کی شادی شام کے ایک رئیس سے کر دیتا ہے۔ عروہ جس کو اس کی چچی نے لبعض ، ضروری امور کی تکمیل کے لئے شہر سے باہر بھیجا تھا اس سے کہتی ہے کہ عذرا کا انتقال ہو گیا ہے۔ عروہ

قبر کی مجاوری کرتا ہے۔ لیکن جلد ہی اس کو پتا چل جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے اور شام جاکر اس سے ملتا ہے، رئیس کو جب ان کی پاک محبت کا پتا چلتا ہے تو وہ عذرا کو طلاق دیکر اس کی شادی غردہ سے کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ انکار کرتا۔ اور وطن پہنچ کر اس قدر روتا ہے کہ جان بحق تسلیم ہو جاتا ہے۔

رہیں اور دیگر ریڈیائی ڈرامے اس میں ادیب کے مندرجہ ذیل ریڈیائی ڈرامے اور فیچرز شامل ہیں (۱) رہیں (۲) دو دھاری (۳) خوجی میاں اور آزاد (۴) ظالم ڈکٹیٹر (۵) عشرت محل (۶) میاں چھجو اور آزاد (۷) جان باز لڑکی۔ (۹) ننھا (۹) تین اینچ کا شیر (۱۰) میاں آزاد (۱۱) روپ ہی روپ (۱۲) اشتہار (۱۳) رقابت (۱۴) آخری تار (۱۵) میاں آزاد (ع ۲) (۱۶) نور جہاں۔

ادم پرکاش

۱۔ چند آنسو

آزاد۔ مولانا سید محمد

۱۔ نوابی دربار

مشرقی بنگال کے ایک مشہور خاندان سے تھے ۱۸۴۶ء میں بمقام ڈھاکہ پیدا ہوئے[1] فارسی اور اردو آغا احمد علی اصفہانی سے پڑھی، انگریزی میں بھی معمولی قابلیت رکھتے تھے ابتداءً سب رجسٹرار ہو کر کلکتہ گئے، بعد میں انسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن ہو گئے، دو مرتبہ بنگال کی کونسل کے ممبر بنے۔ ۱۹۱۷ء وفات پائی۔

شروع میں فارسی اخبار میں مضامین لکھے پھر ۱۸۷۷ء سے "اودھ پنچ" کی جس کی شہرت کے ساتھ خود بھی بہت مشہور ہوئے نامہ نگاری کی۔ ان کی پُر مذاق تحریروں میں ڈکشنری تہذیب نامہ، پیام، سوانح عمری مولانا آزاد، مشہور تصانیف ہیں، علاوہ بریں ان کے مضامین کا مجموعہ "خیالات آزاد" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔

---

[1] قاموس المشاہیر۔ جلد اول ص ۲۱۸

آزاد۔ محمد اظہر علی۔ کاکوروی

۱۔ جام الفت شیکسپیر کے مڈسمر نائٹس ڈریم کا ترجمہ[1]

۲۔ بہار النساء

اسرائیل احمد خان

۱۔ زائرہ[2]

زائرہ یہ والٹیر کے ڈرامہ کا قلم برداشتہ ترجمہ ہے جو پہلے "کلیم" ماہنامہ دہلی میں جون ۱۹۳۸ء سے شائع ہونا شروع ہوا۔

پلاٹ۔ زائرہ اور میر یا سلطان عثمان کی قید میں ہیں۔ زائرہ سلطان سے ملتی اور اس بات کے لئے تیار ہے کہ سلطان کو حرم میں داخل کرے۔

ہنری داخل ہو کر سلطان سے معذرت کرتا ہے کہ اس کے پاس جس قدر رقم تھی وہ اس نے دوسروں کو آزاد کرانے میں صرف کر دی اور اب اس کے پاس اس قدر رقم نہیں ہے کہ وہ خود کو آزاد کرائے۔ سلطان اس جذبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اس کی رقم سے سہ چند اس کو واپس کرتا اور اس کے ساتھ مزید ایک سو عیسائیوں کو آزاد کرتا ہے۔

دو سال بعد ہنری زائرہ کو ایک محبت آمیز خط لکھتا ہے جو غلطی سے سلطان کے ہاتھ میں پڑ جاتا ہے اور وہ عاشق مقام پر پہنچ جاتا ہے، جہاں زائرہ ہنری سے ملنے والی تھی زائرہ آتی اور ہنری کو پیار سے مخاطب کرتی ہے۔ عثمان بے قابو ہو کر اس کے سینے میں اپنا خنجر پیوست کر دیتا ہے۔ ہنری آتا اور اس کو بتلاتا ہے کہ زائرہ اس کی سگی بہن تھی۔ عثمان کو بے حد صدمہ ہوتا ہے اور وہ بے شمار دولت مسیحی غلاموں میں تقسیم کرتا ہے۔

اسلم ملک

۱۔ زندگی

---

1. SHAKESPEARE, A MIDSIMME: NIGHT'S DREAM
2. VOLTAIRE, FRONCOIS DE (1694-1778)

اشرف۔ آغا محمد۔ ایم اے

آپ کی ابتدائی تعلیم شاہ محمد غوث صاحب کی درگاہ کے سامنے والے اسکول میں ہوئی ۱۹۳۳ء میں ایم اے کیا آپ کے والد روپڑ ضلع انبالہ میں منصف تھے[۳]

آپ بی بی سی میں ملازم ہو کر لندن گئے اور دوران جنگ میں خبریں نشر کرتے رہے

آپنے ایک ڈرامہ لکھا۔ دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں[۱]

۱۔ ثریا ہٹ

آج کل مرکز اطلاعات اقوام متحدہ کے ڈائرکٹر ہیں۔

ثریا ہٹ

آغا محمد اشرف نے یہ ڈراما "تعلیم بالغان" کے سلسلے میں لکھا، کتاب میں صاحبزادہ سعید الظفر خان کے نام خط، تین صفحات کا ایک دیباچہ اور آغا احمد حسین کے دو مختصر ڈرامے۔ کبڑے کا حاتی اور الہ اعس شامل ہیں (ملاحظہ ہو حسن آغا محمد)

پلاٹ:۔ رادھیکا اپنے شوہر سندر کو ہنسلی بنوانے کا وعدہ یاد دلاتی ہے، سندر وعدہ کرتا ہے کہ وہ اسے سونے کی ہنسلی بنوا دیگا۔ اسی وقت ٹیکہ لگانیوالا ڈاکٹر آتا ہے اور سندر سے اس کے دونوں بچوں — رتو اور کماری — کے ٹیکہ لگانے کے لئے کہتا ہے لیکن وہ انکار کرتا ہے، کچھ دن بعد رتو کو چیچک نکل آتی ہے، ڈاکٹری علاج ہوتا ہے اور وہ اچھا ہو جاتا ہے سندر رادھیکا کے کے اصرار پر کماری کے لئے سونے کی بالیاں بنواتا ہے لیکن سالیے اس کی بالیاں اتار لیتے ہیں

رادھیکا کو ان باتوں سے سبق ملتا ہے اور جب اس کا شوہر اسے تعلیم بالغان کے مدرسہ میں بھیجتا ہے تو وہ خوشی خوشی جاتی ہے، اسی طرح جب اس کا شوہر اپنا روپیہ زمیندارہ بنک میں جمع کرتا ہے تو وہ اسے بخوشی اجازت دیتی ہے

۳۔ "بھائی جان" ماہنامہ۔ کراچی۔ بچپن نمبر۔ اگست ۱۹۵۲ء

۱۔ (۱) لندن سے آداب عرض (۲) بچوں کا لندن (۳) دیس سے باہر (۴) امن کے منصوبے

تسیاہٹ پر ضرورت زمانہ غالب آتی ہے۔

آشرف قصوری ۔ بازید خان

ان کا نام حافظ بازید خان تھا، قصور کے رہنے والے تھے وہ ایک عیسائی عورت کو عشق میں گرفتار ہو کر کچھ عرصہ کے لئے "مسٹر براون" بن گئے تھے، لیکن جلدی راہ راست پر آ گئے شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے۔ بڑے ہنس مکھ اور باذوق آدمی تھے۔

مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے۔

۱۔ شمس و قمر

۲۔ خونی تیر

۳۔ خونی دلہن

شمس و قمر حافظ صاحب نے یہ ڈراما امام شاہ کی کمپنی کے لئے لکھا تھا اسے شمس گیاوی نے اپنے نام سے رائل الکزینڈرا تھیٹریکل کمپنی میں پیش کیا، یہ تماشا خوب چلا۔

خونی تیر حافظ صاحب نے یہ ڈراما راجہ رام مظفر پوری کی وکٹوریہ تھیٹریکل کمپنی کے لئے جو اس زمانہ میں مچھلی والان دہلی میں اپنے تماشے دکھلا رہی تھی لکھا تھا اسی سید احمد حسین نے ڈائریکٹ کیا۔ حافظ صاحب نے چند معمولی تبدیلیوں کے بعد اسے فضل تھیٹریکل کمپنی آف جالندھر کو دے دیا جنہوں نے اسے سہارن پور میں پہلی بار اسٹیج کیا۔

خونی دلہن حافظ صاحب نے یہ ڈرامہ ویمن تھیٹریکل کمپنی کے لئے لکھا تھا

خونی دلہن

۱۔ ازلی راستے

۲۔ پاپی

۳۔ چوراہے

۴۔ قید حیات

اصغر بٹ

۱۔ ایک بجے رات

۲۔ تعاقب

۳۔ بجلی کے بغیر

اطہر پرنیز

۱۔ شرابی

اطہر لکھنوی، اطہر علی۔

۱۔ عالم آرا۔

اظہر دہلوی، حکیم مظفر حسین

۱۔ بیداری

۲۔ فاتح بنگال۔ عرف تلوتما۔

بیداری اظہر نے یہ ڈراما دسمبر ۱۹۲۱ء میں قلم بند کیا ۱۹۲۲ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ روزنامہ "بندے ماترم" اس کے متعلق لکھتا ہے۔ "اس ڈرامہ میں بدامن عدم تعاون کی تحریک کے ہر پہلو کو پیش کیا گیا ہے، اس لئے ڈراما کسی قدر طویل ہو گیا ہے، پلاٹ دلچسپ ہے، نظم و نثر زبان کے لحاظ سے صحیح اور استقام سے پاک ہے... اس قسم کے ڈراموں کے اسٹیج پر کھیلے جانے سے بڑی حد تک لوگوں کے مذاق میں مناسب تبدیلی ہو کر ان کی پولیٹیکل تقسیم ہو سکتی ہے"۔

پلاٹ:۔ ملک میں افلاس، قحط، نفاق اور طاعون پھیلا ہوا ہے، مادر ہند کا ایک سپوت۔ بخشی امریکہ میں کافی دولت پیدا کرنے کے بعد وطن واپس آتا ہے اور اپنی کل کمائی کانگریس کے نام وقف کر دیتا ہے۔

اس میں رولٹ ایکٹ، جلیان والا باغ، مارشل لا۔ تحریک عدم تعاون سودیشی

جیل خانہ اور تحریک خلافت کے مختلف مناظر دکھلائے گئے ہیں، آخر میں ملک کی بیداری کو دکھلایا گیا ہے، اور اپیل کی گئی ہے کہ وہ آزادی کی جدوجہد میں ہر قسم کی قربانیاں پیش کریں

فاتح بنگال عرف تلوتما

کتاب پر مصنف کا نام درج نہیں ہے۔ بعض غزلوں میں اظہر تخلص آیا ہے۔

صفحہ اول پر درج ہے "جملہ حقوق محفوظ ہیں"

ایمپائر کمپنی آف بمبئی کا کھیلا ہوا "فاتح بنگال، عرف تلوتما"

حسب فرمائش، جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور ۱۹۳۱ء "

سرورق پر "فاتحہ بنگال اور صفحہ اول پر" فاتح بنگال تحریر ہے"

پلاٹ:۔ راجہ ورندر سنگھ کی بیٹی تلوتما اپنی سہیلیوں کے ساتھ جنگل میں شکار کھیل رہی ہے ایک شیر اس پر جھپٹتا ہے وہ بے ہوش ہو جاتی ہے اس کی سہیلیاں ادھر ادھر بھاگ جاتی ہیں اسی وقت جگت سنگھ جو مان سنگھ سپہ سالار افواج دولت مغلیہ ہے شہنشاہ اکبر کے ہمراہ آتا ہے اور تلوتما کو دیکھ کر عاشق ہو جاتا ہے، ایک سہیلی رانی وملا (بملا) سے اس کا ذکر کرتی ہے رانی راجہ تک یہ پیغام پہنچاتی ہے، راجہ اور جگت سنگھ کے خاندان میں دشمنی ہے اس لئے وہ اپنی بیٹی پر بے حد ناراض ہوتا ہے۔

نواب قتلو خان حاکم اڑیسہ بنگال پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اکبر اس کی سرکوبی کیلئے مان سنگھ کو بھیجتا ہے۔ مان سنگھ جگت سنگھ اور بیرندر سنگھ سے مشورہ کرتا ہے، دونوں تیغ آزمائی کا مشورہ دیتے ہیں۔

نواب قتلو برندر سنگھ کے پاس قاصد بھیجتا ہے اور خراج طلب کرتا ہے، راجہ خراج دینے سے انکار کرتا ہے، برندر سنگھ اپنی بیٹی کا قصور معاف کرتا ہے، جگت سنگھ اس سے ملنے کے لئے آتا ہے، اسی وقت نواب قتلو کی فوج عثمان خان کی سرگردگی میں آتی اور قلعہ فتح کرنے کے

بعد سب کو گرفتار کرلیتی ہے، جگت سنگھ بھی گرفتار ہو جاتا ہے، راجہ پھر بھی خراج دینے سے انکار کرتا ہے۔ نواب قتلو اس کو قتل کرا دیتا ہے، اکبر نواب قتلو کو معاف کر دیتا اور رانی درگا کا سکا مارچ پاٹ واپس لوٹاتا ہے تلوتما کی شادی ہو جاتی ہے۔

آغا بابر

۱۔ سیز فائر

آغا شاعر قزلباش

۱۔ حور جنت

آغائی دہلوی

۱۔ شگوفہ عشق

افسر میرٹھی۔ حامد اللہ بی اے۔

۱۔ ہفت منظر

حامد اللہ نام۔ افسر تخلص [۱] ۱۸۹۶ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا مولوی احمد علی صاحب محدث سے پائی، عربی و فارسی مدرسہ عالیہ میرٹھ میں پڑھی، پھر انگریزی زبان حاصل کی اور میرٹھ کالج سے بی اے کیا، شعر و شاعری کا شوق شروع سے ہی تھا ۱۹۱۲ء میں پہلی بار ایک مشاعرہ میں شرکت کی اور کافی داد پائی لیکن اس کے بعد ایک عرصہ تک مشاعروں میں نہیں گئے، لیکن شعر گوئی کا شغل برابر جاری تھا البتہ طرح پر شعر کہنے سے ہمیشہ گھبراتے رہے، غزل کہنے کا یہ طرز رہا کہ کسی واقعہ سے متاثر ہو کر ایک شعر کہا اور پھر اسی زمین میں اور شعر کہہ کر غزل پوری کرلی۔

ہفت منظر یہ ایک ایکٹ کے مندرجہ ذیل سات تاریخی اور سماجی ڈراموں کا مجموعہ ہے (۱) گوتم بدھ (۲) مہمان رجپوت منظر (۳) ابوالحسن (تین منظر) (۴) دیکھی میں پیار

---

[۱] نگار۔ ماہنامہ، لکھنؤ جنوری و فروری ۱۹۴۲ء۔ صفحہ ۲۰

تین منظر (۵) جسونت سنگھ راٹھور (دو منظر) (۶) اخبار کا نمائندہ (تین منظر) (۷) سمندر گپت (تین منظر)

افسر میرٹھی اپنی "تقریب" میں لکھتے ہیں

ہمارے ملک میں ڈرامہ کی پستی اور ابتذال کے ذمہ دار ایک بڑی حد تک وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں تعلیم کی باگ ڈور ہے، اگر ہمارے تعلیمی اداروں میں مادری زبان کے ایسے ڈرامے داخل درس ہوتے جو فنی اعتبار سے کوئی وقعت رکھتے ہوں تو ہرگز ادبیات کی یہ اعلیٰ ترین صنف ہمارے ملک میں اس قدر مبتذل نہ بن جاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ خیالات کی ترویج و اشاعت کے لئے اسٹیج پریس اور پلیٹ فارم سے کہیں زیادہ زود اثر اور مفید ثابت ہوا ہے اگر ہمارے اسکولوں میں ڈراما کا صحیح مذاق پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو کچھ ہی عرصہ میں پبلک کا مذاق بدل جائیگا۔"

آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں ؎

افتخار حسین۔ آغا۔ بی اے۔ آنرز (علیگ)

۱۔ نکتہ چیں ہے غم دل۔

افضل حق

۱۔ شعور

افق لکھنوی۔ دوار کا پرشاد

۱۔ رام ناٹک

اقبال احمد

۱۔ آقا

؎ نقد الادب۔ ۲۔ ماہ نو۔ ۳۔ نوری۔ ۴۔ پیام نو۔ ۵۔ ٹمانی کا جگ۔ ۶۔ کتابوں کی جنگ۔ ۷۔ مکالموں کی کہانی۔ ۸۔ جوئے رواں۔ ۹۔ تنقیدی اصول اور نظریے۔

۲۔ سفر

۳۔ فدیہ

۴۔ گردش

۵۔ لٹھا

۶۔ نو وارد

۷۔ ہیلو

اکبر وفا قانی۔ محمد بی اے

۱۔ زندگی۔ اس کا پلاٹ سامرسٹ کے کسی ڈرامہ سے لیا گیا ہے

۲۔ مالن یہ ڈرامہ برنارڈ شاہ کے پگمی لین سے ماخوذ ہے

اکسیر سیالکوٹی

۱۔ شکنتلا عرف گمشدہ انگوٹھی۔

شکنتلا

عرف شکنتلا۔

یہ کالیداس کے شہرہ آفاق ڈرامہ "شکنتلا" کا بے نظیر ترجمہ ہے۔ شروع میں ایک "دیباچہ" ہے، مترجم کہتے ہیں، میں نے مصنف کے خیالات کو حرف بہ حرف اردو داں حضرات کی خدمات میں پیش کرنا ضروری خیال کیا ہے، اور کوشش کی ہے کہ مصنف کا مطلب خبط نہ ہونے پائے کتاب کے آخر میں "نوٹ" کے عنوان سے مترجم نے نوے الفاظ کی تشریح کی ہے جو ترجمہ کے سلسلہ میں بہت گراں قدر ہے۔

الطاف مشہدی

۱۔ ریحانہ

۲۔ چاند بی بی

رشید طلعت دہلوی، اپنے "تعارف" میں مصنف کی قصیدہ خوانی میں بہت کچھ لکھ گئے

ہیں لیکن ڈرامہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے

پلاٹ:- مشہور افسانہ نویس اپنی بہن غزالہ کی علالت سے سخت پریشان ہے اس کا دوست فیضی اس کو ایک مالدار اور تعلیم یافتہ شخص کے پاس لیجاتا ہے وہ اس سے بڑے خلوص سے پیش آتا ہے۔ لیکن فیضی کی زبانی اس کی غربت کا حال سنتے ہی وہ اس سے مخلصی چاہتا اور پانچ روپے دیکر باہر جانے کا بہانہ کرتا ہے سلیم یہ خطیر رقم لینے سے انکار کرتا ہے

ڈاکٹر مس سہیل سلیم اور غزالہ کو اپنے ساتھ رہنے کی دعوت دیتی ہے، سلیم بعد اصرار یہ دعوت قبول کرتا ہے۔ ڈاکٹر سہیل سلیم سے اظہار محبت کرتی ... لیکن وہ انجان بنا رہتا ہے، وہ ریحانہ سے محبت کرتا ہے سلیم کا دوست فیضی بھی ریحانہ سے اظہار عشق کرتا ہے ریحانہ یہ دیکھ کر کہ سلیم ڈاکٹر سہیل کی طرف ملتفت نہیں ہے فیضی سے اظہار عشق کرتی ہے، سلیم یہ دیکھ کر اپنی بہن کے ساتھ چلا جاتا ہے

پریس کی غلطی سے یہ مشہور ہو جاتا ہے کہ سلیم کا انتقال ہو گیا ہے، ڈاکٹر سہیل یہ سن کر جان بحق تسلیم ہوتی ہے، ریحانہ سلیم کا پتہ معلوم کر کے اس کے پاس جاتی اور اس سے ڈاکٹر سہیل کی داستان عشق بیان کرتی ہے، سلیم اس سے بہت متاثر ہوتا۔ اور اپنے ہاتھ سے اپنی جان عزیز گنواتا ہے

الہی بخش۔ مولوی

۱۔ ہمت عالی، یہ گل بکاولی سے ماخوذ ہے۔

امبالال۔ پنڈت

۱۔ افسر ۱۹۵۲ء

پنڈت امبالال نے چھیلا ماسٹر کی لکشمی تھئیٹریکل کمپنی آف کلکتہ کے لئے ایک اردو ڈرامہ لکھا اور افسر نام رکھا۔ یہ ڈراما سنہ ۱۹۵۲ء میں اسٹیج ہوا۔ اور اسی میں مندرجہ ذیل اداکاروں نے کام کیا جگدیس کا پارٹ این اے پریم نے کیا۔ کنچن کا پارٹ گنپت لال، جیوتی کا سرسوتی بائی۔ ودھیا کا وزیر

بائی نے کیا

امتیاز علی۔ بی اے

۱۔ ہملیٹ

ہملیٹ یہ شکسپیر کے ڈرامہ کا پاکیزہ ترجمہ ہے لے ساتھ ہی پچاس صفحات کا ایک دیباچہ بھی شامل ہے اس میں سنسکرت ڈرامہ پر روشنی ڈالی گئی ہے، کچھ شکسپیر کے متعلق ہے اور کچھ ڈرامہ کے پلاٹ کے متعلق

امجد حسین

ا تنکے کا سہارا

۲۔ قطع کلام

۳۔ موج در موج

۴۔ ناجنس

آمنہ نازلی۔ ادیب فاضل

۱۔ دوشالہ

دوشالہ یہ تیرہ مختصر ڈراموں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۵۲ء میں پہلی بار شائع ہوا ڈاکٹر شائستہ اختر سہروردی۔ ممبر کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی دولت پاکستان اپنے" دیباچہ میں لکھتی ہیں، آمنہ نازلی کا ظریفانہ نقطہ نگاہ اور طرز بیاں بالکل جداگانہ ہے اور کسی دوسرے لکھنے والے کی طرز سے ملتا نہیں، آمنہ نازلی صاحبہ کی نکتہ چین اور ظرافت بین نگاہ ان دونوں (آصف جہاں بلگرامی اور حجاب اسمٰعیل) سے مختلف دنیا پر پڑتی ہے (وہ) اپنے کردار کوچہ جیلاں کی گلیوں سے لیتی ہیں اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل ڈرامے شامل ہیں (۱) دوشالہ (مطبوعہ عصمت۔ نومبر ۱۹۴۳ء) (۲) انا (عصمت۔ جنوری ۱۹۴۴ء) (۳) ماں (آج کل ستمبر ۱۹۴۳ء) (۴) شوہر (کی) شادی؛

لے SHAKESPEARE . HAMLET

اپریل ۱۹۴۳ء (۵) بھابجی (عصمت جنوری ۱۹۴۳ء) (۶) اور خود (۱۹۴۳ء)

(۷) روشن خیال دلہن اکتوبر ۱۹۴۱ء

(۸) روشن خیال دلہن: اکتوبر ۱۹۴۱ء) ٹوٹا برتن کسیرے کے سر (ستمبر ۱۹۴۳ء

(۹) استانی جی (جولائی ۱۹۴۲ء) (۱۰) دکھڑا (دسمبر ۱۹۴۳ء) (۱۱) دوزخ (

مئی ۱۹۴۳ء) (۱۲) ماشاء اللہ جون ۱۹۴۱ء (۱۳) محلے کے ایک مکان میں (جولائی ۱۹۴۴ء)

آملہ نازلی نے اپنا یہ مجموعہ اپنے ناخدا کے نام معنون کیا ہے

امین اختر بی اے و سید شمشاد۔ ایم اے

(ملاحظہ ہو۔ شمشاد۔ سید)

امین الرحمٰن

۱۔ الحمرا

۲۔ پہلی تنخواہ

۳۔ رخصت

۴۔ سابق فوجی

انتصار حسین

۱۔ اپنے ہوئے پرائے

۲۔ تصادم

۳۔ خرد کا نام جنوں

۴۔ دل کے قریب

۵۔ دمساز دم ساز

۶۔ ریڈیو ڈرامے

۷۔ سائبان کے نیچے

۸۔ قیدی

۹۔ لال دھاگہ

۱۰۔ مزاجوں کی دنیا

۱۱۔ دفائیں

انڈریف

۱۔ انسان کی زندگی

انصاری۔ سجاد

۱۔ روز جزا

انور جلال

۱۔ ایسا دوست ایسا دشمن

۲۔ بڑی حویلی

۳۔ جہاں غم ہے

۴۔ دو بار قیس

۵۔ دیواریں

۶۔ زمین آسمان

۷۔ سایوں کی دیوی

انیس احمد۔ مولوی۔

۱۔ جہل مرکب، یہ ڈرامہ بک ڈپو۔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ نے شائع کرایا تھا

ایاز۔ شہزادہ۔

۱۔ انار کلی

بارسی۔ غلام

۱۔ پیکار

پیکار یہ ڈرامہ جان گالسوردی کے "اسٹرائف" کا ترجمہ ہے لیکن مترجم نے اپنے دس صفحی مقدمہ میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا ہے

پلاٹ:۔ انگلستان اور ویلز کی سرحد کے ایک کارخانہ میں ہڑتال ہے، ایک طرف سرمایہ داروں کی جماعت ہے دوسری طرف مزدوروں کی، مزدور اپنے مطالبات پیش کرتے ہیں، کارخانہ کی مجلس منتظمہ اس پر غور کرنے کے لئے جمع ہوتی ہے، صدر کمیٹی (انتھونی) اس بات پر بضد ہے کہ مزدوروں کا ایک مطالبہ بھی منظور نہ کیا جائے، ورنہ یہ لوگ اپنے نت نئے مطالبات سے کمیٹی کو پریشان کرتے رہیں گے دیگر اراکین کمیٹی اس رائے کے خلاف ہیں، انتھونی کی بیٹی (ای انڈ) بیٹا (اینڈ لر)، اور ملازم (فراسٹ)، مزدوروں کے مطالبات کی تائید کرتے ہیں لیکن انتھونی اپنی رائے پر بضد ہے

مزدوروں کا نمائندہ (رابرٹس) طلب کیا جاتا اور اس سے صاف الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ کمیٹی مزدوروں کے مطالبات نامنظور کرتی ہے۔ رابرٹ صدر کمیٹی کو سخت سست کہتا ہوا باہر جاتا ہے مزدور ہڑتال کا اعلان کرتے ہیں، کارخانہ بند ہو جاتا ہے، چند ہی دنوں میں غریب مزدوروں کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے، فاقہ کشی کے باعث وہ مرنے لگتے ہیں، رابرٹس کی بیوی بھی بیمار ہو جاتی ہے ای انڈ اس کی مدد کرنا چاہتی ہے، لیکن رابرٹس انکار کرتا ہے۔ رابرٹس کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے غریب اور فاقہ مست مزدور ہارنس کو اپنا لیڈر بناتے ہیں

سرمایہ داری کی منتظمہ کمیٹی انتھونی کیخلاف عدم اعتماد کی تجویز پاس کرتی ہے، دوسری طرف مزدوروں کی جماعت رابرٹس کیخلاف ہو جاتی ہے، صلح کی بات چیت پھر شروع ہوتی ہے، نہ سرمایہ داروں کو کامیابی ہوتی ہے اور نہ مزدور شکست اٹھاتے ہیں

بادشاہ حسین بسید

۱۔ انتخاب جداگانہ

۲۔ معمہ

۳۔ مغالطہ

بھٹی حمید المجید

۱۔ مٹی کے کھلونے

مٹی کے کھلونے

بھٹی نے یہ ڈرامہ بچوں کے لئے بہت پاکیزہ زبان میں لکھا ہے

پلاٹ:۔ زرینہ بازار سے واپسی پر اپنے شریف بدمعاش، آقا کو اطلاع دیتی ہے کہ حشنا دوکاندار سے ایک مسافر کہہ رہا تھا کہ وہ رات بھر کے لئے اس کا پیکیٹ بطور امانت اپنے پاس رکھ لے، جبار فوراً اپنے ملازم مسعود کو بھیجتا ہے اور نووارد کو دعوت قیام دیتا ہے، جبار رات کو اس کا روپیہ غائب کر دیتا اور صبح کو ڈانٹ ڈپٹ کر اس کو گھر سے نکال دیتا ہے

ناظرہ۔ ایک چالاک عورت اس کی حالت پر افسوس کرتی اور اس سے کہتی ہے کہ جب وہ جبار کے گھر میں کھنکارے تو وہ اندر چلے آئے، ناظرہ جبار سے کہتی ہے کہ چونکہ اسے حج کے لئے جانا ہے اس لئے وہ چاہتی ہے کہ وہ اس کی اشیاء قیمتی بطور امانت اپنے پاس رکھ لے اور کھنکارتی ہے، مسافر داخل ہوتا ہے، جبار گھبرا جاتا اور اس کا کل روپیہ اور کچھ روپیہ اپنی طرف سے ملا کر دیتا اور اس کو رخصت کرتا ہے، ناظرہ کے جانے کے بعد جبار جب صندوق کھولتا ہے تو اس میں سے مٹی کے کھلونے برآمد ہوتے ہیں، جبار اور مسعود اپنا سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں

ب۔ ق سیتاپوری، شیام سندر لعل۔ بی اے۔ ایل ایل بی۔

۱۔ شاہ لیر دلبر (مثنوی)

بشیر ہندی، سید

۱۔ عالم برزخ

عالم برزخ

سید صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں

ساری دنیا ایک اسٹیج ہے مگر ہماری زندگی ایک ڈراما ہے، جس میں مزین اور محدود

صورت میں ہر وہ چیز ہے جس کا اظہار نہیں ہو سکتا

پلاٹ :۔ روحیں متحرک ہیں، ایک روح دنیا میں جانے کیلئے بے چین ہے، ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور فرشتے سے دریافت کرتا ہے کہ فلاں شخص مالدار اور فلاں شخص غریب کیوں ہے، ایک مسرور ہے دوسرا غمگین، شیطان داخل ہوتا ہے، وہ دو سگے بھائیوں کو دست و گریباں دکھلاتا ہے، اس کے بعد ایک مردہ آتا اور نوزائیدہ بچہ سے باتیں کرتا ہے، شیطان دونوں کے ساتھ ہے۔ دونوں موت و زیست کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

بے تاب۔ انت رائے۔

ا۔ سوہنی مہیوال

سوہنی مہینوال

پلاٹ :۔ صدق اور مصیبت میں تو تو میں میں ہوتی ہے۔ صدق ایک سوداگر علی بیگ کو اطمینان دلاتا ہے، مصیبت اس کو ناامیدی سے ہم کنار کرتی ہے۔ آخر صدق کی فتح ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سوداگر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ اسکا نام عزت بیگ عرف مہینوال رکھا جاتا ہے، عزت بیگ جوان ہو کے اپنے تین دوستوں کے ساتھ سفر کے لئے روانہ ہوتا ہے اور سیر کرتا ہوا گجرات پہنچتا ہے

ایک دن وہ اپنے دوستوں کے ساتھ دریا کی سیر کر رہا تھا کہ ایک کشتی بھنور میں پھنس کر ڈوبتی ہے بروقت امداد سے کچھ مسافر بچ جاتے ہیں، انہی میں سوہنی اور اس کے ماں باپ بھی ہوتے ہیں۔۔۔

عزت بیگ کی نظریں سوہنی سے ملتی ہیں اور دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہو جاتے ہیں، عزت بیگ سوہنی کے گھر ملازمت کر لیتا اور اپنا نام مہینوال رکھتا ہے، سوہنی کا باپ ان دونوں کی بڑھتی ہوئی محبت دیکھ کر مہینوال کو گھر سے نکال دیتا ہے، اور سوہنی کی شادی ایک دوسرے شخص سے کر دیتا ہے

سوہنی کی ایک سہیلی اسے اطلاع دیتی ہے کہ دریائے چناب کے اس پار مہینوال اس کی یاد میں مصروف ہے، سوہنی اس سے ملنے کے لئے جاتی ہے، مہینوال روزانہ اس کو دم پخت مچھلی کھلاتا ہے، ایک دن مچھلی نہ ملنے کے باعث وہ اپنی ران کا گوشت کاٹ کر پکاتا ہے لیکن

سوہنی کو اس کا پتا چل جاتا ہے۔

سوہنی کے گھر والوں کو بھی اس کے عشق کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور وہ پختہ گھڑے کی بجائے ایک کچا گھڑا رکھ دیتے ہیں سوہنی جونہی تھوڑا فاصلہ طے کرتی ہے۔ کچا گھڑا پگھل جاتا ہے اور وہ دریا میں ڈوب جاتی ہے۔ مہینوال اس کی آواز سن کر دریا میں کود پڑتا اور غرق آب ہو جاتا ہے

بندہ انبالوی۔ پریم پرکاش

۱۔ آنند

بھوشن۔ پنڈت ریوتی نندن

۱۔ پریم کے پجاری

پنڈت ریوتی نندن بھوشن نے یہ ڈرامہ ڈی پارسی الفنسٹن ڈرامیٹک کمپنی کے لئے لکھا جو سنہ ۱۹۳۲ء میں کورنتھین اسٹیج کلکتہ میں ماہ دسمبر پہلی بار اسٹیج ہوا۔

پلاٹ: سوریہ دیو کی استری چھایا اپنی چھوٹی بیٹی تپتی کو پریم کا سبق پڑھنے کیلئے ہندستان بھیجتی ہے تپتی کی ملاقات ہستنا پور کے راج رشی سمورن سے ہوتی ہے اور وہ اس پر عاشق ہو جاتی ہے۔ سوریہ دیو یہ دیکھ کر سخت ناراض ہوتا اور اس کو بد دعا دیتا ہے، سمورن اندھا اور کوڑھی ہو جاتا ہے۔ تپتی اپنے عشق صادق کی مدد سے وشنو بھگوان سے ملتی اور امداد کی طالب ہوتی ہے بھگوان اس کی پرارتھنا قبول کرتے ہیں سمورن اچھا ہو جاتا ہے، دونوں کی شادی ہو جاتی ہے

بیدی۔ راجندر سنگھ

۱۔ سات کھیل

۲۔ خواجہ سرا

۳۔ رخشندہ

۴۔ ماپانو

سات کھیل بیدی کے سات ڈراموں کا یہ مجموعہ سنگم پبلشرز لمیٹڈ لاہور نے پہلی بار ۱۹۴۶ء میں شائع کیا ان میں زیادہ تر وہ ڈرامے ہیں جو مصنف نے اپنی دورانِ ملازمت (آل انڈیا ریڈیو) لکھے اور نشر ہوئے یہ ڈرامے حسب ذیل ہیں (۱) خواجہ سرا۔ (چار مناظر) (۲) چانکیہ (تین مناظر، اس ڈرامے کے آخر میں ۲۸ ہندی الفاظ کے معنی درج ہیں (۳) تلچھٹ (ایک منظر) ۴۔ نقل مکانی۔ تین مناظر (۵) آج (ایک منظر) ۶۔ رخشندہ (دو مناظر) ۷۔ پاؤں کی موچ (ایک منظر) اس کتاب کے ایک نسخہ پر جو مصنف نے بخلوص تمام "کاشی ناتھ" کو نذر کی تھی ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء درج ہے مصنف کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں۔ [1]

پانچوٹیہ۔ دتھل داس

دتھل داس پانچوٹیہ ۱۹۰۱ء میں بمقام ڈونگر انڈے اور مارشیس ریاست بڑودہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ہرجیون داس ایک تھیٹریکل کمپنی کے مالک تھے۔ اور رنگون، مانٹے اور مارشیس وغیرہ ہو آئے تھے، جس وقت دتھل داس صرف آٹھ سال کے تھے اس وقت ان کے والد کا انتقال بعمر سینتالیس سال انتقال ہوا۔

دتھل داس سہیلیوں میں کام کرتے کرتے ایکٹر اور پھر ڈراما نویس بن گئے اور مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے۔

۱۔ بلیدان	۱۹۲۴ء
۲۔ راکششی رمان	۱۹۲۶ء
۳۔ نادان	۱۹۴۱ء
۴۔ انصاف	۱۹۵۱ء
۵۔ شانتی دیوتا	۱۹۵۱ء

[1] دانہ گندم (افسانے) ۲۔ گرہن (افسانے) ۳۔ تلچھٹ (افسانے)۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل ایک ایک ایکٹ کے ڈرامے بھی لکھے

۱۔ سیتا

۲۔ آج کی ساوتری

بلیدان ۱۹۲۴ء میں وہ میڈن تھیٹرز میں ملازم تھے اس وقت آپ نے دی نیو بمبئی تھیٹریکل کمپنی کے نام سے ایک کمپنی بنائی اور من موہن تھیٹر واقع ہیڈن اسٹریٹ میں اس کے تماشے دکھلائے لیکن کمپنی ایک تماشہ کے بعد ہی ٹوٹ گئی۔

راکشی رمان پانچو تیٹے نے ۱۹۲۶ء میں گجرات تھیٹریکل کمپنی کے نام سے بڑودہ میں ایک کمپنی بنائی۔ اس کے لئے یہ تماشا لکھا لیکن فیل ہو گیا۔

نادان پانچوئٹہ کا یہ تماشا ۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۱ء کو کورنتھین تھیٹریکل کمپنی کی طرف سے کورنتھین اسٹیج پر پیش ہوا۔ تماشا پسندِ عام و خاص ہوا۔ بعدہٗ ۲۳ر اور ۲۴ر اگست ۱۹۴۴ء کو پھر کورنتھین اسٹیج پر دکھلایا گیا۔

شانتی دیوتا پانچوئٹہ کا یہ تماشا ۲۱ر اپریل ۱۹۵۱ء کو کورنتھین اسٹیج پر پیش ہو کر مقبول ہوا۔

پطرس۔ سید احمد شاہ بخاری۔ بی اے (کنٹب) ایم اے۔

سید احمد شاہ نام۔ پطرس تخلص۔ یکم اکتوبر ۱۸۹۸ء کو پشاور میں پیدا ہوئے گورنمنٹ کالج لاہور میں اعلیٰ تعلیم پائی، بعدہ ایمانیوئل کالج کیمبرج سے ایم اے کیا۔

واپسی پر پہلے، سنٹرل ٹریننگ کالج اور پھر گورنمنٹ کالج میں انگریزی ادبیات کے پروفیسر مقرر ہوئے، پھر ۳۲ - ۱۹۳۱ میں پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کیا۔

۱۹۳۷ء میں آل انڈیا ریڈیو میں سٹیشن ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں ڈپٹی کنٹرولر کے

کنٹرولر جنرل ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد وہ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل بنے ۱۹۴۶ء میں پاکستان کی جانب سے لندن گئے جہاں انڈیا آفس کی املاک تقسیم میں حصہ لیا۔

۱۹۴۹ء میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کمیٹی میں شرکت کی ۱۹۵۰ء میں جب کہ وزیر اعظم پاکستان نواب زادہ لیاقت علی خان ممالک متحدہ امریکہ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو وہ بھی پابہ رکاب تھے، اس کے بعد وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کی حیثیت سے ۱۹۵۴ء تک رہے۔ ۱۹۵۵ء میں وہ اقوام متحدہ کے شعبۂ اطلاعات کے ڈپٹی سکریٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اور ۱۹۵۹ء تک اس عہدہ پر فائز رہے، اسکے بعد کولمبیا یونیورسٹی میں ادبیات انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔

۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو صبح کے وقت نیویارک میں انتقال ہوا۔

مندرجہ ذیل ڈرامے تصنیف و تالیف اور ترجمہ کئے۔

۱۔ گونگی جورو۔ اناطول فرانس کے ایک ڈرامہ کا ترجمہ

۲۔ تائیس۔ موسیو گیبے کا اوپرا تائیس جو اناطول فرانس کے ناول سے متاثر ہو کر لکھا

۳۔ سیب کا درخت۔ جان گالزوردی کے "ایپل ٹری" کا ترجمہ

سید امتیاز علی تاج کی شرکت میں مندرجہ ذیل ڈرامے ترجمہ کئے۔

۴۔ برنارڈ شاہ کے ایک ڈرامے کا ترجمہ[۱]

۵۔ ٹرنر " " " "[۲]

۶۔ کیرل چیپک " " " "[۳]

---

1. SHAW. GEORGE BARNARD. ARMS AND THE MAN.
2. TURNER. THE MAN WHO ATE THE POPOMAK
3. CORAL CHAPEK. ARE YOU ALL.
4. " BOX AND COX (A FORCE)

[۱] برٹرنڈ رسل کی ایک کتاب کا ترجمہ تعلیم خصوصاً اوائل طفلی میں ۱۹۳۵ء ہنڈرک خان لون کی اسٹوری آف مین کا ترجمہ تفریح الانسان کی کہانی۔ ۱۹۳۹ء الفنائل برلن کی کتاب کا اردو ترجمہ بنام "سقراط ہندستان کے گاؤں میں" ہندستان کے گاؤں کی اصلاح۔

مصر کی رقاصہ

اس ڈرامہ کا پلاٹ اناطول فرانس کے مشہور ناول "تائیس" سے ماخوذ ہے جسے موسیو گیلیے نے اوپیرا کی صورت میں تبدیل کیا اور پطرس نے اسے "مصر کی رقاصہ" کے عنوان سے اردو کا جامہ پہنایا۔

پلاٹ۔ صحرا تھیبس میں راہبوں کی جھونپڑیاں دکھلائی دے رہی ہیں، راہب کھانا کھانے میں مصروف ہیں اماننل (ناول کا اصل کیریکٹر پفنوتوس) یہ کہتا ہوا داخل ہوتا ہے کہ سکندریہ میں تائیس نامی عورت نے سیاہ کاری اور حیا سوزی کا جال بچھا رکھا ہے، مجھے اس کو خدا کے راستہ پر لانا ہے۔ پالیمون ایک ضعیف راہب اسے منع کرتا ہے، لیکن وہ اسکندریہ کے لئے روانہ ہو جاتا ہے اور اپنے دوست ناسی سس کے محل میں اس سے ملتا اور خدا کا خوف دلاتا ہے، تائیس اس کا حکم مانتی ہے، اتاننل اس کو اپنے ہمراہ لاتا اور ایک ضعیف راہبہ البن کے سپرد کرتا ہے۔

کچھ عرصہ بعد اتاننل کے دل میں تائیس کی محبت پیدا ہوتی ہے، وہ اس سے اظہار محبت کرتا ہے، اسی وقت تائیس کو جلوۂ خدا نظر آتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتی ہے۔

پریم چند بی اے۔

پریم چند کا اصلی نام دھنپت رائے تھا۔ ۱۸۸۰ء میں موضع مڈھورالہی متصل پانڈے پور بنارس میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام عجائب لال تھا جو کسی ڈاکخانہ میں کلرک تھے اور بیس روپے ترقی کرتے کرتے چالیس روپیہ ماہوار تنخواہ تک پہنچے تھے کہ انتقال فرما گئے، ان کی ایک بہن اور والدہ اکثر و بیشتر بیمار رہتی تھیں۔

پریم چند کی شادی پندرہ برس کی عمر میں مسماۃ شیورانی سے ہوگئی تھی وہ اس وقت درجہ نہم میں تعلیم پاتے تھے، وہ ساڑھے تین بجے اسکول سے نکلتے ـــ چھ بجے ٹیوشن سے فارغ ہو کر گھر جاتے تھے جو پانچ میل کے فاصلے پر واقع تھا، انہوں نے اس طرح میٹرک پاس کیا۔

ٹھاکر اندر نارائن سنگھ کی سفارش سے ان کو ہندو کالج میں داخلہ مل گیا۔ لیکن ریاضی میں کمزوری کی باعث وہ انٹرمیڈیٹ پاس نہ کرسکے لیکن دس بارہ سال بعد جب ریاضی اختیاری مضمون بن گئی تو انہوں نے ایف اے پاس کیا

سنہ ۱۹۰۴ء میں انہوں نے گورنمنٹ سنٹرل ٹریننگ کالج الہ آباد سے پسانٹٹ جونیئر انگلش ٹیچرس کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا تھا، ریاضی میں چونکہ ہمیشہ سے کمزور تھے اس لئے ان کے سرٹیفکٹ پر یہ ریمارک لکھا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے اسپیشل ورناکیولر امتحان پاس کیا، اس سرٹیفکٹ پر ان کا نام دھنپت رائے سری دستوا لکھا ہوا ہے۔ انٹرمیڈیٹ سنہ ۱۹۱۴ء کے سرٹیفکٹ پر صرف "دھنپت رائے" تحریر ہے۔

پریم چند اب شہر میں رہنے لگے پانچ روپیہ ماہوار پر ایک وکیل صاحب کے یہاں ٹیوشن بھی مل گئی اس میں سے دو روپے خود رکھتے اور تین روپے گھر بھیج دیتے اس کے بعد اٹھارہ روپے ماہوار پر ایک نائب مدرسی مل گئی یہ ۱۸۹۹ء کا زمانہ تھا

سنہ ۱۹۰۱ء سے ناول اور کہانیاں لکھنی شروع کیں سنہ ۱۹۰۷ء میں راجپوتانہ کے ایک تاریخی قصہ کا اردو ترجمہ کیا، اور "نواب رائے" کے نام سے زمانہ پریس کانپور سے شائع کیا، اسی سال سوز وطن کے نام سے پانچ کہانیوں کا مجموعہ زمانہ پریس کانپور میں شائع کیا، چونکہ انہوں نے یہ "نواب رائے" کے نام سے لکھا تھا اور چونکہ یہ برطانوی سامراجی اور سخت گیری کا زمانہ تھا اس لئے پریم چند کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا، حکومت کو پتہ چل گیا۔ اور ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلا سنہ ۱۹۱۲ء میں ایک ہندی ناول "پریما" لکھا سنہ ۱۹۱۳ء میں "جلوہ ایثار" اور سنہ ۱۹۱۳ء میں "بازار حسن" شائع کئے۔

کچھ عرصہ بعد ان کی ملاقات مہادیو پرشاد سے ہو گئی جو بڑے ادب نواز تھے اور ان کی ترغیب سے پھر افسانے لکھنے شروع کر دیئے۔ سیوا سدن لکھا۔ پرائیوٹ بی اے پاس کیا پریم آشرم (گوشۂ عافیت) لکھا

۱۹۲۰ء میں گاندھی جی گورکھپور گئے، پریم چند ان کا اپدیش سن کر بہت متاثر ہوئے اور بیس سالہ ملازمت سے استعفیٰ دیدیا اور دیہات سدھار کے کام میں مصروف ہو گئے، بعدہٗ بنارس گئے اور اصلاحی کاموں میں اپنا وقت صرف کرنے لگے، اسی زمانہ میں انہوں نے ایک پریس قائم کیا اور "ہنس" ماہنامہ ہندی میں نکالا۔

منشی جی نے تین ڈرامے لکھے [1]

۱۔ شب تار

۲۔ کربلا ۱۹۲۶-۲۷ء

۳۔ روحانی شادی ۱۹۳۳ء

شب تار یہ ماٹرلنگ کے کسی ڈرامہ سے ماخوذ ہے

کربلا یہ ڈرامہ "زمانہ" ماہوار کانپور میں مسلسل شائع ہوا تھا [2] چونکہ اس میں واقعات کربلا پیش کئے گئے تھے اس لئے مسلمانوں نے اس کی سخت مخالفت کی، خود ہندو اخبارات نے مصنف پر لے دے کی۔ پریم چند جب ایک فلمی اسٹوری بنام "مل" لکھ رہے تھے تو اسٹوڈیو (بمبئی) کے احاطہ میں انکی چند مسلمانوں سے تو تو میں میں ہو گئی۔ اور انہوں نے کربلا پھاڑ کر ان کے منہ پر دے مارا اور بہت سے ناشائستہ الفاظ کہے، ایک جرمن خاتون مسز نرگس ہینرے نے بیچ بچاؤ کیا۔

یہ ڈراما پانچ ایکٹ اور تینتالیس [43] مناظر پر مشتمل ہے۔ ایکٹ اول میں سات سین ہیں

---

[1] منشی جی نے گالزوردی کے تین ڈرامے ہندی میں ترجمہ کئے (۱) چاندی کی ڈبیا (۲) ہڑتال اور (۳) نیائے۔ ان کے علاوہ اناطول فرانس کے ایک ڈرامہ کا ترجمہ بعنوان السنگار ہندی میں کیا

[2] جولائی ۱۹۲۶ء سے اپریل ۱۹۲۸ء تک۔

ایکٹ دوم میں تیرہ، ایکٹ سوم میں سات، ایکٹ چہارم میں دس اور ایکٹ پنجم میں چھ سین ہیں

یہ ڈراما ۱۹۳۲ء میں عصمت بک ڈپو دہلی نے پہلی بار شائع کیا۔

رومانی شادی

پلاٹ :- اوما کی شادی یوگراج سے ہو جاتی ہے دونوں میاں بیوی مسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں، اوما اپنے شوہر کا تعارف اپنی سہیلی مس جینی سے کراتی ہے جو ایک تعلیم یافتہ خاتون ہے۔ یوگراج اس کو اپنے اسٹوڈیو میں بلاتا ہے۔ اور یہ حال دیکھ کر اوما دل ہی دل میں کڑھتی ہے اور سال بھر کے اندر ہی مر جاتی ہے، یوگراج اوما کے کل زیورات مس جینی کو دیتا ہے دونوں ایک محبت کرنیوالے دوست کی حیثیت سے رہتے ہیں یوگراج اس سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن وہ اپنا مذہب (عیسائی) چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتی، یوگراج اسی سوچ بچار میں بیمار پڑتا اور مر جاتا ہے، جینی افسوس کرتی ہے کہ اس نے جھوٹے مذہبی عقائد پر سچی محبت قربان کر دی

منشی جگیشور ناتھ ورما بیتاب دہلوی لیسوان" منشی جی بحیثیت ڈراما نگار"[1] لکھتے ہیں منشی جی نے اس صنعت میں داد کمال دی ہے چنانچہ انہوں نے کربلا لکھ کر اپنے ذوق فن کا ثبوت دیا ہے۔ کربلا۔۔۔ ۔ ایک ادبی چیز ہے۔

ڈراما نویسی کے متعلق خود منشی جی کا خیال تھا اس کی اہمیت وہ گور پرشاد کی زبان سے یوں ظاہر کرتے ہیں[2] "ناٹک لکھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے، خون جگر پینا پڑتا ہے، میرے خیال میں ایک ناٹک لکھنے کے لئے پانچ سال کا وقت بھی کافی نہیں، بلکہ اچھا ڈراما زندگی میں ایک ہی بار لکھا جا سکتا ہے، یوں قلم گھسنا دوسری بات ہے، بڑے بڑے مبصروں کا قول ہے کہ ڈراما زندگی میں ایک ہی لکھا جا سکتا ہے، روس، فرانس، جرمنی تمام زبانوں کے ڈرامے پڑھے مگر کوئی نہ کوئی نقص ہر ایک میں موجود ہے

---

[1] زمانہ ماہانہ کانپور پریم چند نمبر۔ "منشی جی بحیثیت ڈرامہ نگار" از منشی جگیشور ناتھ ورما بیتاب دہلوی۔

[2] زمانہ۔ ماہانہ۔ کانپور۔ پریم چند نمبر۔ پریم چند کی زندگی اور تصنیفات پر ایک نظر از سید علی سجاد زیدی۔

زندگی کی مسلسل ناکامیوں نے آپ کو بے حد بد دل کر دیا تھا، ۸ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو تقریباً چھپن سال اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

پریم چند ہمارے ادب کے سرتاجوں میں سے تھے[1] وقتی مسائل کی اہمیت کو انھوں نے اس شدت سے محسوس کیا کہ فن کے معیار کو اس پر قربان کر دیا، افسانہ نگاری میں ان کا وہی مرتبہ ہے جو شاعری میں حالی کا، دونوں پیش رو تھے، دونوں پیغمبر تھے، دونوں بیداری کے نقیب تھے، شخصی حیثیت سے بھی ایک دوسرے کے قریب تھے، سادگی کے رسیا اور خلوص کے پجاری، انھوں نے زندگی کا یہ پیغام سنایا، اسی میں عمر گزاری اور سختیاں جھیلیں اور شہادت کے درجہ کو پہنچے انھوں نے ادب کو زندگی کا ترجمان بنایا، زندگی کو شہر کی تنگ گلی کوچوں میں نہیں بلکہ دیہات کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں جا کر دیکھا، انھوں نے بے زبانوں کو زبان دی اور ان کی بولی میں بولنے کی کوشش کی۔

پریم چند کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں[2]

پیسہ اخبار۔ لاہور

۱۔ شہر لائنز کی بیگم

شہر لائنز کی بیگم یہ ڈرامہ پانچ ایکٹ اور نو سین پر مشتمل ہے اور لارڈ لٹن مشہور افسانہ نگار و ڈرامانویس و سابق گورنر جنرل و وائسرائے ہند کے مشہور ڈرامہ "لیڈی آف لائنز" کا ترجمہ ہے، جسے کارپردازان پیسہ اخبار لاہور نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا اور ۱۹۱۱ء میں تیسری بار شائع کیا[2]

پلاٹ:۔ موسیو ڈی شیپس کی بیٹی پولاتن خوبصورتی میں اپنی نظیر آپ ہے، سینکڑوں دولتمند اس سے شادی کے خواہاں ہیں لیکن وہ شادی سے انکار کرتی ہے، ایک نامرا عاشق موسیو بوسنٹ

---

[1] اردو سہ ماہی۔ حیدرآباد دکن۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء

[2] پریم چند کی دیگر تصانیف۔ (دیکھئے صـ۱۷۳)

اپنے دوست ہوسیڈ گلیوس سے مشورہ کرتا ہے جو اس کو رائے دیتا ہے کہ پولائن کا غرور توڑنے کے لئے پہلے اس کی شادی اس کے کسی غریب عاشق سے کرادی جائے اور پھر یہ راز افشا کردیا جائے چنانچہ ایک غریب عاشق کلاڈ ملنوٹ کو شہزادہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے، شادی ہو جاتی ہے میاں بیوی میں جھگڑے شروع ہوتے ہیں کلاڈ ملنوٹ طلاق دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔

(ب) اردو مختصر افسانے

۱۔ سوز وطن۔ پانچ مختصر افسانوں کا مجموعہ

۲۔ خاک پروانہ۔ سات مختصر افسانوں کا مجموعہ

۳۔ پریم پچیسی (دو جلدیں) پچیس مختصر افسانوں کا مجموعہ دارالاشاعت پنجاب لاہور۔

۴۔ پریم بتیسی (دو جلدیں) بتیس مختصر افسانوں کا مجموعہ پہلا اڈیشن زمانہ پریس کانپور سے اور دوسرا اڈیشن دارالاشاعت پنجاب لاہور سے۔

۵۔ پریم چالیسا (دو جلدیں) چالیس مختصر افسانوں کا مجموعہ۔ لاہور

۶۔ فردوس خیال۔ گیارہ افسانوں کا مجموعہ (۱۹۲۹ء) انڈین پریس الہ آباد

۷۔ زاد راہ بارہ افسانوں کا مجموعہ (۱۹۳۶ء) حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی

۸۔ دودھ کی قیمت، نو افسانوں کا مجموعہ (۱۹۳۶ء) عصمت بکڈپو دہلی۔

۹۔ واردات۔ تیرہ افسانوں کا مجموعہ (۱۹۳۰ء) جامعہ دہلی

ناول۔ ۱۔ روٹھی جوانی (۱۹۰۷ء) زمانہ پریس کانپور۔

۲۔ کشنا۔ (۱۹۰۷ء) ہندوستانی پریس لکھنو۔

۳۔ جلوہ ایثار (۱۹۱۲ء) انڈین پریس الہ آباد

۴۔ بازار حسن (دو جلدیں) ''سیوا سدن'' ہندی کا ترجمہ ہے اس کی فلم بھی تیار ہو چکا ہے۔

۵) گوشہ عافیت (دو جلدیں) دارالاشاعت پنجاب لاہور

۶۔ چوگان ہستی (۱۹۲۷ء) (دو جلدیں) دارالاشاعت پنجاب لاہور۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء سے ۱۲ اگست ۱۹۲۳ء تک مسلسل اخبارات میں چھپتا رہا۔ (دیکھئے صـ ۱۶۳)

پولائن خدمت کرنیکا وعدہ کرتی ہے، پولائن کا چچازاد بھائی کرنل ڈیمس ملنوٹ کو فوج میں بھرتی ہونیکا مشورہ دیتا ہے۔ ملنوٹ ڈھائی سال بعد کرنل ماریہ بن کر واپس آتا اور یہ معلوم کرکے افسوس کرتا ہے کہ موسیو ڈی شپلس کی مالی حالت بہت خراب ہے، وہ پولائن کو مجبور کرتا ہے کہ وہ موسیو بوسنٹ سے شادی کرے جو اس کے خاندان کا قرض چکانے کے لئے تیار ہے، کرنل ڈیمس اپنے دوست کرنل ماریہ کے ساتھ پولائن سے ملنے کیلئے جاتا ہے دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے بغلگیر ہوتے ہیں کرنل ماریہ موسیو ڈی شپلس کا قرض ادا کر دیتا ہے

تاج۔ سید امتیاز علی۔ بی اے

۱۔ انارکلی

۲۔ رتناولی

۳۔ دلہن

۴۔ پرتھوی راج

۵۔ قسمت

بسلسلہ ۷۔ پردہ مجاز (دو جلدیں) لالہ لاجپت رائے اینڈ سنز۔ لاہور
۸۔ نرملا (۱۹۲۷ء) لاہور
۹۔ غبن۔ لاہور
۱۰۔ بیوہ۔ سرسوتی پریس بنارس
متفرق۔ ۱۔ باکمالوں کے درشن۔ زمانہ میں شائع شدہ سوانح حیات کا مجموعہ رام نرائن لال الہ آباد۔
۲۔ رام چرچا (رامائن کی کتھا) لالہ لاجپت رائے اینڈ سنز لاہور
ہندی مختصر افسانے
۱۔ پریم دوادشی (بارہ مختصر افسانوں کا مجموعہ) سرسوتی پریس بنارس
۲۔ پریم پرتما دسمبر ۱۹۲۶ء
۳۔ پریم تیرتھ دسمبر ۱۹۲۶ء سرسوتی پریس، بنارس
۴۔ پریرنا دسمبر ۱۹۳۲ء " " " "
۵۔ پانچ پھول سنہ ۱۹۳۵ء " " " "
۶۔ مان سروور (دو جلدیں) سنہ ۱۹۳۶ء " " "
۷۔ کفن اور دوسرے افسانے سنہ ۱۹۳۶ء " " "
۸۔ سمت سروج " " " " " "
۹۔ پریم پچیسی " " " " " " (دیکھئے صفحہ ۶۴)
۱۰۔ تونڈی " " " " " "

۶۔ پورس

۷۔ یاسمین

ان کے علاوہ تاج کے مندرجہ ذیل ڈرامے نشر ہو چکے ہیں (۱) اصفہان کے متشاعر (۲) اردو کی زبان (۳) امن و سکون (۴) ان کے ابا (۵) حریم قلب (۶) خوشی (۷) شیخ برادران (۸) صرف کانوں کے لئے (۹) صید و صیاد (۱۰) قرطبہ کا راضی (۱۱) کمرہ عشق (۱۲) گونگی جورو (۱۳) در جیسا

انارکلی یہ ڈراما تاج کا شاہکار ہے، ہندوستان کے علاوہ جاپان میں بھی اسٹیج

انارکلی کا اصل نام نادرہ بیگم تھا، اکبر کے حرم سرا کی ایک کنیز کی لڑکی اپنے حسن و جمال میں شہرہ آفاق تھی، بعض مورخین کا بیان ہے کہ خود جہانگیر یا کوئی دوسرا شہزادہ اس پر عاشق ہو گیا تھا اس کی موت اسی عشق کے جھگڑے میں بمقام لاہور واقع ہوئی، جہاں اس کا مقبرہ تعمیر ہوا جو اب تک موجود ہے جس کو ترمیم کر کے گرجا بنا لیا گیا ہے، جس جگہ یہ مقبرہ واقع ہے اس کے قرب جوار کی آبادی محلہ انارکلی کے نام سے مشہور ہے۔ (قاموس المشاہیر۔ جلد اول۔ ص۱۱)

بسلسلہ ص۱۶۳ ۱۱۔ پریم پرشون سرسوتی پریس رس

۱۲۔ اگنی سمادھ " "

۱۳۔ سمر جاترا " "

ناول ۱۔ سیوا سدن (بازار حسن کا اردو سے ترجمہ)

۲۔ پریم آشرم

۳۔ پردان

۴۔ پرنگیا، بیوہ کا اردو ترجمہ جو پہلے پریما کے نام سے شائع ہوا

۵۔ رنگ بھومی

۶۔ غبن

۷۔ وکرم بھومی۔ میدان عمل اردو سے ترجمہ

۸۔ نرملا

۹۔ گیئو دان۔ دسمبر ۱۹۳۶ء سرسوتی پریس بنارس

۱۰۔ کایا کلپ

۱۱۔ منگل سوتر۔ ناکمل ناول۔ ص۸۵ (دیکھئے ص۱۶۵)

پلاٹ :۔ شاہزادہ سلیم کی نظر یں شہنشاہ اکبر کی ایک کنیز نادرہ عرف انار کلی پر پڑتی ہیں اور شاہزادہ اس کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا ہے اور چھپ چھپ کر اس سے ملتا ہے۔ شہنشاہ کی ایک دوسری کنیز دلآرام جو شاہزادہ پر فدا ہے اس کو طربیہ مبارک باد دیتی ہے، شہنشاہ کی سالگرہ پر دلارام حلبی آئینوں کو اس طرح ترتیب دیتی ہے کہ بادشاہ سلامت سلیم اور انار کلی کے اشارے و کنایہ بخوبی دیکھ سکیں شہنشاہ اکبر دونوں کو مسکراتے دیکھ کر غضبناک ہو جاتا ہے اور انار کلی کو قید خانہ میں ڈالنے کا حکم صادر کرتا ہے، شاہزادہ سلیم بندی خانہ میں انار کلی سے ملتا ہے، ناظم اُس کی اطلاع شہنشاہ کو دیتا ہے شہنشاہ مستقبل کے خطرات سے بے چین ہو کر انار کلی کو دیوار میں زندہ چنوا دینے کا حکم دیتا ہے، شاہزادہ سلیم رنج و غم میں دیوانہ ہو جاتا ہے اور برسرِ اقتدار ہوتے ہی اس کا مقبرہ بنواتا ہے۔

تاج۔ تاج الدین

۱۔ دہلی کا مظلوم بادشاہ

تاراپور۔ برزورجی فیروز جی

۱۔ مظلوم دوشیزہ۔

بسلسلہ صفحہ ۱۶۴ ڈرامے۔ ۱۔ سنگرام
۲۔ کربلا
۳۔ پریم کی دیوی
بچوں کے لئے۔ ۱۔ کتے کی کہانی سرسوتی پریس۔ بنارس
۲۔ جنگل کی کہانی 〃 〃
۳۔ رام چرچا (راماین کی کتھا) 〃 〃
۴۔ من موہنی 〃 〃
۵۔ شیخ سعدی 〃 〃
۶۔ درگاداس 〃 〃
تالیف و ترجمے۔ آزاد کتھا (فسانۂ آزاد کا خلاصہ) 〃
۲۔ چاندی کی ڈبیا (گالزوردی کے ڈرامہ کا ترجمہ) ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد
۳۔ ہڑتال 〃 〃
۴۔ نیائے 〃 〃
۵۔ انکار (اناطول فرانس کے ڈرامہ کا ترجمہ) سرسوتی پریس بنارس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

مظلوم دوشیزہ - یہ برنارڈشا کے "جون آف آرک" کا ترجمہ ہے [1]

عبدالقدوس ہاشمی اپنے تعارف میں لکھتے (مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۹ء)

"سینٹ جون کا یہ ڈراما شاکی شاہکار تصانیف میں شمار ہوتا ہے اور انگریزی ادب میں انمول جواہر کا مقام رکھتا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ مدت ہوئی کہ "دوشیزہ اورلیان" کے نام سے طہران میں شائع ہوا تھا۔ اور عربی ترجمہ "آنسہ خیر النساء" کے نام سے قاہرہ سے شائع ہوا ہے"

اس میں "جون آف آرک" کا مشہور قصہ برنارڈ نے اپنے طریقہ پر بیان کیا ہے کہ جون نے کس طرح ہنری پنجم کی فوجوں کا مقابلہ کیا اور جان عزیز ملک پہ قربان کر دی

تاثیر۔ محمد دین۔ ایم اے۔

۱۔ لیلائے وطن

۲۔ سیب کا درخت

تبسم۔ صوفی غلام مصطفیٰ۔ ایم اے

۱۔ جاہ و جلال

یہ کیرل چیپک کے ڈرامہ "پاور اینڈ گلوری" کا ترجمہ ہے۔ [2]

جاہ و جلال جی۔ ڈی۔ سوندھی۔ پرنسپل و پریسیڈنٹ۔ گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب لاہور "عرض حال" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں (مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء)

"جاہ و جلال مشہور و معروف چیک ڈراما نویس کیرل چیپک کے ڈرامہ پاور اینڈ گلوری" کا ترجمہ ہے۔ اور اس سلسلے بس تراجم کی پہلی کڑی ہے۔ یہ کتاب اس لئے انتخاب کی گئی ہے کہ یہ ڈراما نہایت

(بقیہ حاشیہ ص ۱۶۵)

۶۔ سکھ داس (اناطول فرانس کے ڈرامہ کا ترجمہ) سرسوتی پریس بنارس

۷۔ ٹالسٹائی کی کہانیاں " " "

۸۔ پتا کے پتر۔ پتری کے نام " " "

۹۔ سرشٹی کا آرمبھ (آمیتیں کائنات) " " "

۱۰۔ گلپ سموچیہ " " "

۱۱۔ گلپ رتن " " "

1. BERNARD SHAW. JOAN OF ARK
2. CARAL CHAPPIK. POWER AND GLORY.

پُر زور ہے ایک مشہور ڈراما نگار کا لکھا ہوا ہے اور اس کا موضوع حالات حاضرہ کے مطابق ہے "دیباچہ سے پتہ چلتا ہے"۔

یہ ڈراما تہذیب حاضرہ پر ایک زبردست تعریض ہے، اس ڈرامہ کا دنیا کی ہر مہذب زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے اور گورنمنٹ کالج لاہور کے اسٹیج پر اردو زبان میں کھیلا جا چکا ہے اس کا اردو ترجمہ سید امتیاز علی تاج اور پروفیسر احمد شاہ بخاری کی متفقہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔

پلاٹ :- پروفیسر سائی گیبن اپنے دواخانہ (کلینک) میں سفید وبار کے تجربات کرتا ہے، ڈاکٹر گیلین جو ایک جنرل پریکٹیشنر ہے اس سے ملتا ہے اور بتلاتا ہے کہ اس نے سفید وبار کا علاج معلوم کر لیا ہے۔ پروفیسر اپنی کلینک کا وارڈ ۱۳ اسکو تجربہ کے لئے دیتا ہے لیکن ڈاکٹر گیلین کے کامیاب تجربات سے خود شہرت حاصل کرتا ہے اور ڈاکٹر کو طریق علاج بتلانے سے مجبور کرتا ہے لیکن وہ انکار کرتا ہے۔ جھگڑا بڑھتا ہے اور ڈاکٹر کلینک سے چلا جاتا ہے، وہ غریبوں کا علاج کرتا اور امیروں کے علاج سے انکار کرتا ہے، بیرن کرگ جو کرگ کارخانہ اسلحہ جات کا مالک ہے، سفید وبار کا شکار ہو جاتا ہے، وہ دو کروڑ روپیہ کے عوض اپنا علاج کرانا چاہتا ہے لیکن ڈاکٹر گیلین انکار کر دیتا ہے، بیرن کرگ اس کی شکایت صدر جمہوریہ (مارشل) سے کرتا ہے مارشل ڈاکٹر کو بیرن کا علاج کرنے پر مجبور کرتا ہے لیکن وہ اس پر بھی انکار کرتا ہے بیرن گرگ خودکشی کر لیتا ہے۔ ڈاکٹر چھوڑ دیا جاتا ہے، مارشل جنگ کا اعلان کرتا ہے، اس کی فوجیں دشمن کے ملک میں آگے بڑھ جاتی ہیں، لیکن دشمن کی فوجیں سخت مقابلہ کرتی ہیں، پال گرگ (بیرن گرگ کا بھتیجا) اور انٹیہ (مارشل کی بیٹی)، مارشل کو صلح کا مشورہ دیتے ہیں، جنگ ختم ہو جاتی ہے ڈاکٹر بلایا جاتا ہے، لیکن راستہ ہی میں مارا جاتا ہے

ترلوک چند۔ حکیم

۱۔ حیدرآباد

حکیم ترلوک چند نے یہ ڈراما راجستھان تھیٹریکل کمپنی آف دہلی کے لئے لکھا تھا جو دہلی میں

سنہ ۱۹۲۰ء میں دکھلایا گیا اور مقبول عوام و خواص ہوا

تصدق۔ تصدق حسین

۱۔میری منشاء

تقی۔ مرزا تقی حسین

۱۔ وہم وگمان۔ یہ شیکسپیر کے ونٹرز ٹیل سے ماخوذ ہے[1]

تقی حسین۔ خواجہ محمد و پنڈت ہیرالال

سنہ ۱۹۲۷ء ۱۔ صفائی کی دیوی

۲۔ بن دیوی

صفائی کی دیوی

سرورق پر تحریر ہے

ہرگز یہ کسی پر نہیں احسان ہمارا سکھلاتا رہا کام یہ ایمان ہمارا

بس قوم کی اور ملک کی خدمت کا ہی دعویٰ اس کھیل میں البتہ نگہبان ہمارا

یہ ڈراما گورنمنٹ نارمل اسکول گھکھڑ کے ہیڈ ماسٹر سردار موہن سنگھ شوکت کی ساعی جمیلہ سے انجام پذیر ہو کر متعدد اضلاع اور . . . نمائش کے موقعوں پہ بے حد مقبول ہوا اور اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔

پلاٹ:۔ مرزا غلاظت بیگ، ملیریا خاں، ہیضہ سنگھ، مسٹر پلیگ صفائی کی دیوی کی بحث میں مصروف ہیں اور بضد ہیں کہ وہ ہندوستان کو اپنا مستقر بنائیں کیونکہ یہ ملک ہر لحاظ سے بہت پیچھے ہے صفائی کی دیوی کہتی ہے کہ جس طرح ان کو فرانس، انگلستان اور جرمنی سے نکالا گیا اسی طرح انکو ہندستان سے بھی نکالا جائیگا

صفائی کی دیوی اپنے کام میں مصروف ہو جاتی ہے وہ رضا کار بھرتی کرتی اور انسانوں

---

[1] SHAKESPEARE. THE WINTER'S TALE.

کو زندگی کے مختلف شعبوں خاص کر صفائی کی تعلیم دیتی ہے، لالہ پرمانند ہیضہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جلال اور برکت ملیریا کا شکار ہوتے ہیں، دھنا سنگھ شراب پیتا ہے، گوردیال پلیگ میں مبتلا ہو جاتا ہے رو والنٹیرز، رضا کار آتے اور علاج کرتے ہیں، صفائی ستھرائی اور رضا کار دل کی مسلسل دیکھ بھال سے شفا پاتے ہیں

بن دیوی یہ ایک اصلاحی ڈراما ہے جس میں ہندوؤں کی فضول اور بے ہودہ رسموں کے خلاف آواز بلند کی گئی ہے خاص کر بے جوڑ شادی بیوگان. جہیز کا مطالبہ وغیرہ۔ ان رسموں کی مذمت کی گئی ہے اور مجموعی حیثیت سے ان کو ملک و قوم کے لئے نقصان دہ ثابت کیا گیا ہے۔

تمکین کاظمی۔ سید منشی فاضل و عبدالمنعم سعیدی بی اے۔

۱۔ آرنسٹ

آرنسٹ۔ یہ آسکر وائلڈ کے ڈرامہ "امپارٹنس آف بینگ" کا ترجمہ ہے [۱]

پلاٹ: سالگرنان مونگریف (الگی)، اور جان ورد نگ (جیک)، بات چیت میں مصروف ہیں، جیک مس گوینڈولین فیرفاکس پر عاشق ہے جو الگی کی رشتہ دار ہے الگی جیک کو اس کا سگریٹ کیس واپس دیتا ہوا اس سے دریافت کرتا ہے کہ سسلی گارڈ لو کون ہے؟ اور سگریٹ کیس پر اس کا نام کیوں درج ہے، جیک کہتا ہے کہ وہ ایک اٹھارہ سالہ دوشیزہ ہے اور وہ اس کا سرپرست ہے اور چونکہ مس فیرفکس کو آرنسٹ کا نام بہت پسند ہے اس لئے اس نے اپنا شہری نام، آرنیسٹ رکھا ہے، اور وہ اسی نام سے مشہور ہے

مس فیرفکس اپنی ماں لیڈی برکنیل کے ساتھ آتی اور جیک (ارنسٹ) سے ملتی ہے لیڈی برکنیل جیک کے خاندانی حالات معلوم کر کے اس کو سخت و سست کہتی ہے اور اپنی بیٹی

---

1. OSCAR WILD . THE IMPORTANCE OF BEING EARNEST.

کے ساتھ چلی جاتی ہے

الگی جیک کا بھائی بنکر اس کے گھر پہنچتا اور مس سیلی سے عشق کرتا ہے، اسیوقت مس فیرفکس آتی ہے اور یہ معلوم کرکے کہ ارنسٹ کا اصلی نام جیک ہے بہت خفا ہوتی ہے لیڈی بریکنل بھی آتی ہے۔ غلط فہمیاں دور ہو تی ہیں، الگی کی شادی مس سلی سے اور جیک کی مس فیرفکس سے ہو جاتی ہے

تھانوی۔ ارشد

۱۔ اجتماع ضدین

تھانوی۔ شوکت۔ شیخ محمد عمر

شیخ محمد عمر نام شوکت، تخلص ہے ۲ فروری ۱۹۰۴ء کو بمقام بندرابن ضلع متھرا پیدا ہوئے، جہاں ان کے والد منشی صدیق احمد صاحب کوتوال تھے چونکہ تھانہ جولی ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے اس لئے "شوکت تھانوی" کے نام سے مشہور ہو گئے" ان کا تاریخی نام تسخیر احمد" ہے

ابتدائی تعلیم کے بعد وہ الگزنڈر ہائی اسکول میں بھیجے گئے اور غیر معیاری جماعت میں داخل ہوئے ۱۹۱۴ء میں جب ان کے والد ملازمت سے سبکدوش ہو کر لکھنؤ آباد کیا تو ان کو مولینا عین القضاۃ رح کے اسکول مدرسہ فرقانیہ میں داخل کر دیا اس کے بعد چرچ مشن اور پھر گورنمنٹ ہائی اسکول حسین آباد میں تعلیم پائی

طالب علمی کے زمانے ہی میں شاعری کا شوق ہوا اور وہ ترچھی نظر میں غزلیں بھیجنے لگے۔ ۱۹۲۱ء میں مولوی محمد سجاد حسین کی صاحبزادی "سعیدہ بیگم" سے شادی کی، سجاد حسین صاحب مشن ہائی اسکول میں عربی و فارسی کے مدرس تھے اور مطب بھی کرتے تھے، شادی کے بعد تعلیم کا سلسلہ ختم ہو گیا، شعر و شاعری میں مولینا آسی کیسامنے زانوے ادب تہ کیا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۲۸ء کو ان کے والد کا انتقال ہو گیا، چونکہ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اس لئے چالیس روپے ماہوار پر

۲۔ مابدولت از شوکت تھانوی۔

ہمدم میں ملازم ہوگئے اور ایک عرصہ تک شذرات اور مکاہات لکھتے رہے

شوکت تھانوی نے ۱۹۳۰ء میں نیرنگ خیال لاہور کے سالنامہ کے لئے سودیشی ریل نامی افسانہ لکھا جو بہت مقبول ہوا۔ اس کے بعد آپ نے سودیشی ڈاکخانہ، سودیشی کونسل اور سودیشی عدالت لکھے لیکن وہ مقبولیت عوام حاصل نہ کرسکے

اس کے بعد "اودھ اخبار" (لکھنؤ) میں چلے گئے اور ایک سال تک ادارتی فرائض انجام دیتے رہے۔ اس زمانے میں آپ کے مضامین کا پہلا مجموعہ "موج تبسم" کے نام سے شائع ہوا ستمبر ۱۹۳۱ء میں "سرپنچ" کے نام سے ایک ہفت روزہ جاری کیا اودھ اخبار کی ملازمت چھوڑ کر روزنامہ "حق" میں اسسٹنٹ ایڈیٹر ہوگئے۔ ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو "طوفان" نکالا۔ پھر لکھنؤ ریڈیو میں کام کرنے لگے۔ آپ کا پہلا ریڈیائی ڈرامہ "خدا حافظ" تھا جو آپ کے مجموعہ "سنی سنائی" میں شامل ہے بعدہٗ "غالب کے ڈرامے" لکھے۔

آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [۱]

تیغ۔ فقیر محمد

۱۔ انجام الفت

۲۔ بے نظیر، بدر منیر

---

[۱] ۱۔ انشاء اللہ — ۲ بڑ بھس
۳۔ بحر تبسم — ۴۔ بکواس
۵۔ بیوی — ۶ خانم خان
۷۔ دل پھینک — ۸۔ ڈھونگ
۹۔ سوتیا، چاہ — ۱۰۔ سودیشی ریل
۱۱ شیش محل — ۱۲۔ شیطان کی ڈائری
۱۳۔ کتیا — ۱۴۔ گرگٹ
۱۵۔ قاضی جی (مکمل) — ۱۶۔ مابدولت
۱۷۔ قبرستان — ۱۸۔ مسکراہٹیں
۱۹۔ مجھے خرید لو — ۲۰۔ معمہ خاتون۔ (دیکھئے ص ۱۷۲)

ٹیگور۔ ڈاکٹر سر رابندر ناتھ

۱۔ ٹیگور کے ڈرامے

۲۔ چترا

۳۔ ڈاک گھر

۴۔ راجہ

۵۔ رانی کرن

۶۔ قربانی

۷۔ کنتی

۸۔ مالتی

۹۔ مکٹ دھارا

جام ٹونکی۔ حافظ محمد عمر

محمد عمر نام۔ جام تخلص [لہ] ٹونک کے باشندہ وہیں تعلیم پائی اور اسٹیٹ تھیٹریکل کمپنی کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حافظ محمد عبدالکریم تھا آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے ۱۔ مایا

۲۔ جرنل

۳۔ عورت مرد

بسلسلہ صفحہ ۱۷۱

۲۱۔ مونڈی کاٹے
۲۲۔ نورتن
۲۳۔ شرمناک افسانے
۲۴۔ دنیائے تبسم
۲۵۔ طوفانِ تبسم
۲۶۔ سیلابِ تبسم
۲۷۔ معراجِ تبسم
۲۸۔ بردکھا
۲۹۔ بقراط
۳۰۔ برقِ تبسم
۳۱۔ مولانا
۳۲۔ سسرال
۳۳۔ خدانخواستہ
۳۴۔ مضامینِ شوکت۔

لہ بشکریہ سید جمیل الدین ابن سید عزیز الدین لبند ادبی۔

بقیہ صفحہ ۱۷۳ پر

۴۔ بہرام گور

۵۔ ڈان جان

۶۔ کھیت والی

۷۔ طلسمی انگوٹھی

۸۔ خاموش انتقام

۹۔ واٹر فال

۱۰۔ گندھی لڑکی یا باون سبھا

۱۱۔ کرشن کملا

۱۲۔ شاہ جنات کی لڑکی

۱۳۔ جدید سپہ سالار

جاوید اقبال

۱۔ آقا

۲۔ سفر

صفحہ ۱۷۲

بسلسلہ ۲۵۔ نابدولت — ۳۶۔ جڑ توڑ

۳۷۔ پینگ — ۳۸۔ حامد مرحوم

۳۹۔ خدانخواستہ — ۴۰۔ دوزخ

۴۱۔ دردانہ — ۴۲۔ رقاصہ

۴۳۔ پیچ — ۴۴۔ سانچ کو آنچ

۴۵۔ سسرال — ۴۶۔ غزالہ

۴۷۔ کہا مرزا غالب نے — ۴۸۔ لاٹری کا ٹکٹ

۴۹۔ مغالطہ — ۵۰۔ مون لائٹ تھیٹریکل کمپنی آف کاٹھ گودام

۵۱۔ مولانا — ۵۲۔ میر صاحب

۵۳۔ نہیں مگر ہاں

۳۔ عذرا

۴۔ گردش

۵۔ لتھا

۶۔ نرادارد

۷۔ بیلو

جعفر حسین

۱۔ خونی بلا

۲۔ خونی دل

جعفری۔ علی سردار

۱۔ پیکار

۲۔ تین مختصر ڈرامے ۱۹۴۲ء

۳۔ منزل

۴۔ یہ کس کا خون ہے ۱۹۴۳ء

تین مختصر ڈرامے۔ سجاد ظہیر نے تین مختصر ڈرامے بعنوان "نئی تصویریں" مرتب کئے ان میں ایک ڈرامہ "ہائیڈرک" ہے جو علی سردار جعفری کا لکھا ہوا ہے، اس میں دکھلایا گیا ہے کہ وہ لوگ جو تھرڈ جرمن رائش تنغ کے خلاف کسی صورت میں بھی علم بغاوت کرتے ہیں ان کو ہٹلر کے گسٹاپو زن کے افسر اعلیٰ ہملر اور ان کا نمائندہ ہائیڈرک ہمیشہ کے لئے موت کے آغوش میں سلا دیتے ہیں، برٹش اور امریکی بمبار جرمنی پر بمباری کرتے ہیں، چین بھی جاپان کے خلاف محاذ قائم کرتا ہے، ہندوستان بھی جرمن اور جاپان کے خلاف جنگ کرتا ہے۔

۲۔ مارشل تموشنکو۔ یہ مختصر ڈرامہ بھی "نئی تصویریں" میں شامل ہے، اس میں ہٹلر کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کیا گیا ہے کہ وہ تین ہفتہ میں روس فتح کر لیگا۔ ایک سال بعد روس میں حملہ کی

قوت پیدا ہو جاتی ہے، موسم بہار شروع ہوتے ہی جرمن راستوف اور خارخوف کی جانب سے ماسکو پر حملہ کرتے ہیں اور اس میں شکست کھاتے ہیں، روسی نوجوان کی کمان مارشل تموشنکو کرتا اور میدان کارزار میں زخمی ہوتا ہے۔ ڈرامہ پر تاریخ لکھنؤ جون ۱۹۴۲ء درج ہے۔

۳۔لال جھنڈا۔ اس میں فرانس روس اور امریکہ میں لال جھنڈے کی اہمیت بتلائی گئی اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ ہٹلر کی فوجیں روس کے مزدوروں کے جھنڈے کو نیچا نہیں دکھلا سکتیں کیونکہ یہ ساری دنیا کے عوام کا پرچم ہے۔

یہ کس کا خون ہے

یہ ڈراما ہندوستانی عوامی تھیٹرز ایسوسی ایشن (بمبئی) نے جنوری اور فروری ۱۹۴۳ء میں سات بار اسٹیج کیا۔

پلاٹ:۔ علی حسین زمیندار چیانگ کانگ کی بیٹی سکینہ اپنے کالج کے ساتھی اور منگیتر اقبال سے باتیں کر رہی ہے کہ اس کا بھائی اقبال آتا ہے اور باتوں میں شریک ہو جاتا ہے، اسی دوران میں اس کا باپ خاں بہادر علی حسین آتا اور اپنے مختار کی شکایت کرتا ہے

دوسری طرف اقبال اور اس کے دو کمیونسٹ ساتھی امیو اور سنتوش شراب پی کر بہک رہے ہیں اور ایک دوسرے کی کمزوریاں بیان کر رہے ہیں کہ اس نے پارٹی کے ساتھ غداری کی ہے اور ساتھیوں کو پھانسی پر لٹکایا ہے۔

کسان آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ جاپان کے مقابلے میں تحفظ کا انتظام جنتا کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ لوگ ملک میں کسان اور مزدوروں کی حکومت چاہتے ہیں، ایک کمیونسٹ ان کو بتلاتا ہے کہ اتحاد و اتفاق اور عوام میں جنگی روح پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ عوام کو تیروں، نیزوں اور تلواروں سے مسلح کیا جائے، پولیس کمیونسٹوں کو گرفتار کر لیتی ہے

جاپان کے ایجنٹ:۔ امیو اور سنتوش شہر میں یہ افواہ اڑاتے ہیں کہ جاپانی آ رہے ہیں، چیانگ کانگ کے چار ہزار کسان بم اور برچھے لیکر آتے ہیں، جاپانی ہوا باز ان پر بمباری کرتے ہیں

اور ساتھ ہی یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر ہندوستانی اس جنگ میں حصہ لیں گے تو وہ ملک پر حملہ نہیں کریں گے۔ چالیس ہزار مزدور خان بہادر کا گھر گھیر لیتے ہیں، اسوان پر گولی چلانا چاہتا ہے کہ ایک کسان اس کی طرف بندوق تان لیتا ہے

پردہ کے پیچھے سے آواز آتی ہے "یہ جنگ ہے جنگِ آزادی"

جگت موہن لال

۱۔ فریب عمل

جمیل احمد کندھائے پوری۔ ایم اے

۱۔ یادگار حشر

۲۔ ڈاک گھر

یادگار حشر آغا حشر اور ان کے آرٹ پر چھبیس صفحات کا ایک مضمون ہے جس میں حشر کے متعلق بے حد غلط بیانیاں کی گئی ہیں، اس میں "آنکھ کا نشہ" اور "عشق و فرض" کے چند سین "شکریہ یورپ" اور "موج زمزم" نامی نظمیں بھی دی گئی ہیں

ڈاک گھر یہ ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور کے ڈرامہ "پوسٹ آفس" کا ترجمہ ہے لیکن مترجم نے اپنی کتاب میں کہیں اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ جمیل صاحب اپنے دیباچہ میں تحریر میں فرماتے ہیں، "انھی زندگی میں ٹیگور نے بہت سے ڈرامے لکھے، قربانی، کنارہ، شادی، بھاگن راجہ رانی، تاج، پانچ بھوت، وقت کا سفر وغیرہ ان تمام ڈراموں میں ڈاک گھر کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور یہ ڈراما دنیا کے مشہور ترین ڈراموں میں شمار کیا جاتا ہے"

پلاٹ:۔ مادھو اور اس کی بیوی ایک بچہ امل کو گود لیتے ہیں، یہ بچہ بہت باتیں بناتا ہے دید جی اسے گھر سے باہر جانے اور کھیلنے سے منع کرتے ہیں، اس لئے وہ اپنی کھڑکی میں بیٹھا ہوا دہی بیچنے والے، چوکیدار، مکھیا، سودھا وغیرہ سے باتیں کرتا ہے۔ مادھو کا دوست دجعفر روزانہ اس کے پاس فقیر کے لباس میں آتا اور دنیا بھر کے دلچسپ قصے سناتا ہے، امل یہ سن کر خوش ہوتا ہے

کہ وہ بادشاہ کا ڈاکیا بنے گا، بادشاہ اس سے ملنے کے لئے آئے گا۔ مکھیا اس کے پاس آتا۔ بادشاہ کا خط دیتا اور اس سے کہتا ہے کہ آج شب کو بارہ بجے بادشاہ اس سے ملنے کے لئے آئے گا امل خوش ہوتا اور رات بھر آرام سے سوتا ہے، وہ سوتا رہتا ہے، شاہی طبیب سب کو منع کرتے ہیں کہ کوئی شخص اس کو بیدار نہ کرے، اب وہ بیدار نہ ہوگا

جوہر۔ پنڈت ہری کرشن۔ ساہتیہ النکار۔

ا۔ پتی بھگتی

پتی بھگتی۔ پنڈت ہری کرشن جوہر نے یہ ڈراما پارسی الفنسٹن ڈرامیٹک کمپنی کیلئے لکھا تھا اور کورنتھین تھیٹر میں اسٹیج ہوا

پلاٹ:۔ رتن چند اور اس کی بیوی لکشمی اپنے بیٹے روپ سین کے عادات و اطوار سے بیحد خوش ہیں

روپ سین کی ملاقات سوار تھ چندر سے ہوتی ہے جو اس کو کام کلا طوائف کے گھر کا راستہ بتلاتا ہے، روپ سین کی بیوی یہ دیکھ کر اپنے میکے چلی جاتی ہے، روپ سین سوار تھ چندر اور کام کلا کے چکر میں پھنس کر اپنے ہی گھر میں چوری کرتا اور پکڑا جاتا ہے۔ اس کی ماں اس کو بچانا چاہتی ہے لیکن وہ اسی کو دھکا دیکر فرار ہو جاتا ہے

لیلاوتی گوالن کے بھیس میں اپنے شوہر سے ملتی اور اس کی اصلاح کرنا چاہتی ہے لیکن اسی درمیان میں سوار تھ اس کو خون کے ایک مقدمے میں ماخوذ کرا دیتا ہے۔ لیلاوتی خون کی ذمہ داری اپنے سر لیتی ہے، صحیح واقعات سامنے آتے ہیں اور دونوں بری ہو کر مسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

چتر سین شاستری

ا۔ ہندو کوڈ بل

چٹرجی - بابو کیشو چند

۱- اوما

چغتائی عصمت

۱- دہانی بانکپن

دہانی بانکپن - یہ ڈرامہ جون ۱۹۴۶ء میں پہلی بار شائع ہوا تھا۔ کتابی سائز کے ۸۰ صفحات اور تین سین پر مشتمل ہے

پلاٹ :- اس میں ایک مسلمان حامد علی اور اس کی بیوی عائشہ اور حامد علی کے دوست برج نرائن اور اس کی بیوی روپا کی محبت اور ان کی اولادوں خورشید اور سورج کی محبت اور ہندو مسلم فساد کے بھیانک مناظر دکھلائے گئے ہیں، عائشہ اور روپا جب دہانی بانکپن پہنتی ہیں تو ان کے شوہر فساد میں مارے جاتے ہیں، جب ان کی بہوئیں چوڑیاں پہنتی ہیں اور فساد ہوتا ہے تو دونوں بے ہوش ہو جاتی ہیں اور ایک نامعلوم خطرہ ہر وقت ان کے دل و دماغ پر مسلط رہتا ہے

عصمت چغتائی کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [۱]

چغتائی - مرزا عظیم بیگ - بی اے ال ال بی (علیگ)

مرزا عظیم بیگ کے نانا منشی امداد علی مصنف "رزم بزم" اور "البرٹ بل" ایک مشہور ناول نویس تھے، ان کے والد قسیم بیگ چغتائی یو پی میں ڈپٹی کلکٹر تھے، آبائی وطن آگرہ تھا اور وہیں ان کی جائداد تھی، قسیم بیگ صاحب بڑے ٹھاٹ باٹ کے آدمی تھے سرسید کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے علی گڑھ کے ابتدائی گریجویٹس میں سے تھے اپنے زمانے کے اچھے کھلاڑی تھے

مرزا صاحب نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم اٹاوہ میں حاصل کی، اس کے بعد علیگڈھ سے بی اے اور پھر ایل ایل بی کیا، دوران تعلیم میں جان سن ولاک فیکٹری میں ملازم تھے جو اس

---

[۱] چوٹیں۔

وقت نواب مزمل اللہ خان مرحوم نے خرید لی تھی، ابتدائی زندگی میں زیادہ تر بچوں کے لئے افسانے لکھے۔ "قصرِ صحرا" کا پہلا حصہ میٹرک پاس کرنے سے پہلے ہی لکھ چکے تھے۔ فیکٹری کی ملازمت کے دوران آپ نے ایک موٹر سائیکل خرید لی تھی جس پر بیوی کے ساتھ سیر کیلئے جایا کرتے تھے۔ وہ اس وقت ڈگی میونڈ کے ایک بنگلہ میں رہتے تھے جو یونیورسٹی حدود کی سرحد پر واقع ہے لوگ ان کی اس حرکت کو بڑے تعجب سے دیکھتے تھے، شروع میں نماز روزہ کے پابند تھے، قرا‌ءت بھی سیکھ لی تھی۔ بی اے میں تاریخ اسلام بھی ایک مضمون تھا لیکن خدا جانے کس طرح بہک گئے۔ شیطان نے کب انگلی دکھائی۔ "قرآن اور پردہ" اور "حدیث اور پردہ" جیسی کتابیں لکھ کر اپنی اور اپنے خاندان کی بے عزتی کا باعث بنے، ملک کا شاید ہی کوئی اخبار ہو جس نے ان کی دریدہ ذہنی پر لعنت ملامت نہ کی ہو۔ دوستوں نے بہت سمجھایا لیکن نہ مانے ۱۹۲۳ء سے افسانہ نویسی کی طرف مائل ہو گئے۔ ان کے بیشتر افسانے شاہد احمد دہلوی نے شائع کئے: اور ہمیشہ ان کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔ شاہد احمد نے "مرزا عظیم بیگ چغتائی" کے عنوان سے نقوش کے شخصیات نمبر جلد اول میں اپنے تاثرات پیش کئے ہیں

مرزا جنگی

۱۔ مرزا جنگی

پلاٹ:۔ تاج دار اودھ — واجد علی شاہ — اپنے درباریوں کے ساتھ مسند نشین ہیں، جنگ کا نقشہ درپیش ہے، کار پردازان ایسٹ انڈیا کمپنی سے کہہ دیا گیا ہے کہ شاہ اودھ پنشن لینے کو تیار نہیں ہیں، امید ہے کہ انگریزی فوجیں دار السلطنت اودھ پر حملہ کریں گی، مصاحبین بڑھ چڑھ کر زباندانی کے جوہر دکھا رہے ہیں۔ وزیر حرب اور مرزا جنگی نے بڑے وثوق کے ساتھ بادشاہ کو یقین دلا دیا ہے کہ انوری اور حیدری دستے انگریزی فوجوں کا قلع قمع کر دیں گے بادشاہ فوج کی تیاری کا حکم دیتا ہے، اکابرین دولت فوجی تیاریوں کے بجائے ذاتی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ انگریزی فوجیں حملہ کرتی اور دو بدو کی لڑائی میں ان کو شکست دے کر اودھ پر قبضہ کر لیتی ہیں۔

عظیم بیگ چغتائی کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ ہیں [1]

چغتائی ۔ نسیم

۱۔ اندھی دنیا

اندھی دنیا یہ ڈرامہ ایک باب اور سولہ مناظر پر مشتمل ہے۔ بعض مکالمے اس قدر طویل ہیں کہ تین تین صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، کتاب آغا حشر مرحوم کے نام معنون ہے۔

پلاٹ:۔ مسعود ۔ ایک قدامت پرست وکیل اپنی سلیقہ مند اور وفا شعار بیوی ۔ زہرہ کے ساتھ عیش کی زندگی بسر کرتا ہے، شوخ مزاج اور مغربی تہذیب کے دلدادہ مسعود کو ورغلاتے ہیں کہ وہ زہرا کو بے پردہ پھرائے اور کلب میں لیجائے۔ تفریح پسند دوست مسعود کا تعارف ایک نوجوان اور آزاد مزاج حسینہ ۔ شیریں سے کرا دیتے ہیں، شیریں تھوڑے ہی دنوں میں مسعود کو مقروض کرا دیتی ہے، جب مسعود بیمار پڑتا ہے تو اس کی تیمارداری سے بھی انکار کرتی اور شوہر کو ایک نرس کے حوالے کر کے کلب چلی جاتی ہے۔ زہرہ اس کی تیمارداری کرتی ہے۔

عقیلہ ۔۔ جو ایک خدا پرست خاتون ہے شیریں کو راہ راست پر لاتی ہے، شیریں ایک باعزت خاتون کی حیثیت سے بقیہ زندگی بسر کرتی ہے۔

چندن لال لالہ

۱۔ انقلاب زمانہ

۲۔ مانول دیوی

۳۔ چندر بدن

۴۔ سری رام چندر جی سیتا جی چرتر

---

[1] (۱) پھریری (۲) جنت کا بھوت (۳) خطوط کی ستم ظریفی (۴) ٹکٹ چیکر (۵) کولتار (۶) کھرپا بہادر (۷) قریب عرف ڈیمایار (۸) خانم (۹) یکی (۱۰) ملفوظات حاجی (۱۱) گستروری (۱۲) شکست (۱۳) آدم خور (۱۴) چغتائی کے افسانے (۱۵) بینی کی انگوٹھی (۱۶) شریر بیوی (۱۷) فل بوٹ (۱۸) کیوں اور کیسے (۱۹) مضامین چغتائی (۲۰) قرض مقراض محبت (۲۱) خانم (۲۲) قصہ دلفان (۲۳) فرزند مرحوم (۲۴) جنگ

چودھری سلطان حسین

چودھری سلطان کے ڈرامے (۳) مجموعہ میں مندرجہ ذیل مختصر ڈرامے شامل ہیں جو آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر ہوئے (۱) راجہ بکرماجیت حصہ اول (۲) راجہ بکرماجیت حصہ دوم (۳) راجہ بکرماجیت حصہ سوم (۴) شہنشاہ ظہیر الدین بابر (۵) شہنشاہ ہمایوں (۶) شہنشاہ اکبر (۷) شہنشاہ جہانگیر (۸) شہنشاہ شاہجہاں (۹) میلے کی سیر (۱۰) رستم وسہراب (۱۱) ٹرہائی کی عینک (۱۲) افیم کی ترنگ - یہ پتا نہ چل سکا کہ یہ ڈرامے کن تاریخوں میں نشر ہوئے - یہ مجموعہ رشید احمد اسٹیشن ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو کے نام معنون ہے، محمد الیاس رشیدی، جوائنٹ ایڈیٹر انجام دیکلی دہلی نے اس کا تعارف لکھا چودھری سلطان کو ڈراموں کا دوسرا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے

چیخوف

۱- دو ڈرامے

حبیب تنویر

۱- آگرہ بازار

حامد عزیز-

۱- اوتھیلو

حسرت - سری کرشن

۱- راماتن

۲- مہاتما کبیر

حسن - آغا محمد - ایم اے - (علیگ)

۱- ابوالحسن

۲- کبڑے کا قاتل

ابوالحسن۔ پلاٹ:۔ باپ کے انتقال کے بعد ابوالحسن اپنی بے شمار دولت خوشامد پرستوں پر نثار کر رہا ہے ...... وہ توبہ کرتا اور روزانہ ایک پردیسی مسافر کو اپنا مہمان کرتا اور صبح کو رخصت کر دیتا ہے۔ ایک دن ہارون الرشید ایک مسافر کے لباس میں اس کا مہمان بنتا، اس کی شکایات سنتا اس کو شراب میں خواب آور دوا پلاتا اور اپنے محل پہنچاتا ہے۔

ابوالحسن مسند خلافت پر بیٹھتا اور حکم احکام مثل خلیفہ کے جاری کرتا ہے، ہارون الرشید دوسری شب پھر اس کو گھر پہنچا دیتا ہے۔ ۔ خلیفہ اس کو طلب کرتا اور اپنی ایک کنیز نزہت سے اس کی شادی کر دیتا ہے، دونوں خلیفہ اور زبیدہ بیگم سے لمبی لمبی رقمیں اینٹھتے ہیں: خلیفہ ان کے مذاق سے بہت خوش ہوتا اور ان کی تنخواہیں مقرر کر دیتا ہے

یہ ایک ایکٹ اور سات مناظر کا ڈراما ہے۔ الف لیلی سے ماخوذ ہے۔ آغا محمد حسن نے آغا محمد اشرف کی فرمائش پر تعلیم بالغان کے سلسلے میں لکھا جوان کے ڈرامے تریا بٹ" کے ساتھ شائع ہوا۔ (ملاحظہ ہو اشرف۔ آغا محمد)

کبڑے کا قاتل یہ ایک منظر کا ڈراما ہے

پلاٹ:۔ دربار۔ اراکین دولت اپنے منصب اور عہدے کے لحاظ سے اپنی نشستوں پر براجمان ہیں، وزیر سلطنت کبڑے کا مقدمہ پیش کرتا اور جانی واکر کو اس کا قاتل ثابت کرتا ہے۔ گندھی۔ حکیم صاحب۔ درزی پیش ہوتے ہیں، ہر ایک خود کو کبڑے کا قاتل بتلاتا ہے، تفتیش سے پتا چلا کہ کبڑے نے درزی کو گانا سنایا۔ درزی نے کھانا کھلایا، کبڑے نے مچھلی کھائی کانٹا اٹکا اور مر گیا اس نے اسے حکیم کے دروازہ پر کھڑا کر دیا حکیم نے اسے مردہ سمجھ کر گندھی کی دوکان پر لا کھڑا کیا۔ جانی واکر شراب کے نشہ میں مست ادھر سے گزر رہا تھا کہ اس کی ٹھوکر لگی اور کبڑا گر گیا۔ وہ پکڑا گیا۔

حسین۔ سلطان الیف

۱۔ دیپک۔

۲۔ نقشے

حفیظ جاوید

۱۔ ریحانہ

۲۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے

۳۔ قیدی

۴۔ کردار

حمیدہ بمنفی بی اے۔

۱۔ یہ بمبئی ہے اور سوتیلا بیٹا۔

یہ بمبئی ہے اور سوتیلا بیٹا

پلاٹ :۔ افضل کی بیوی شاکرہ اپنی ہندو پڑوسن امرناتھ کی ماں تحفے دیتی ہے جو اس سے اپنی مرحوم بیٹی شیلا کی طرح محبت کرتی ہے۔ امرناتھ خوشخبری دیتا ہے کہ وہ بمبئی میں دو سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گیا ہے اور اپنی ماں اور بھانجے للو کے ساتھ بمبئی جاتا ہے، امرناتھ بمبئی کی تمدنی زندگی کا شکار ہو جاتا ہے لیکن اس کی ماں اور للو گھبرا جاتے اور وطن لوٹ جاتے ہیں، یہ ڈراما حیدرآباد دکن ریڈیو سے نشر ہوا

سوتیلا بیٹا۔ پلاٹ :۔ میر جعفر کی بہن عالیہ اپنے شوہر کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ دوسری شادی کرے، وہ راضی ہو جاتا ہے، رضیہ آتی اور ناصر کے خلاف شوہر کو بہکاتی ہے، ناصر پہلی بیوی کا بچہ ہے، میر جعفر اس کو اپنی بہن کے پاس بھیج دیتا ہے، جعفر بیمار پڑتا اور مر جاتا ہے، رضیہ کے بچے زاہد اور زبیدہ کل جائداد کے مالک بنتے ہیں، ناصر کا پھوپھا رضیہ پر مقدمہ چلاتا ہے، لیکن ناصر یہ خیال کر کے کہ زاہد اور زبیدہ کی پرورش کا خیال کرنے والا کوئی نہیں ہے وہ مقدمہ واپس لے لیتا اور اپنی ماں رضیہ اور بھائی بہن کے ساتھ رہتا ہے

حنیف بیگ۔ مرادآبادی

۱۔ دھرم کا بندہ۔ عرف پورن جتی

حیدر لکھنوی، منشی حیدر حسین

۱۔ وردِ الفت

منشی حیدر لکھنوی نے یہ تماشا نیو البرٹ تھیٹریکل کمپنی آف پنجاب کے لئے لکھا جو کافی مشہور ہوا۔

خادم محی الدین

۱۔ دل کی دھڑکن

۱۔ گڑیا کا گھر

خالد بشیر

۱۔ بہشت

حیرتؔ شکوہ آبادی الٰہ آبادی

۱۔ کرشمہ شباب عرف مارآستین

کرشمہ شباب۔ عرف مارآستین

اس ڈراما کا پلاٹ شکسپیر[1] کے انٹونی اینڈ کلوپٹرا سے ماخوذ ہے اور مترجم نے اسے مہاراجہ سجن سنگھ والئی رتلام کے نام معنون کیا ہے

پلاٹ۔ اختر پاشا ایک دوشیزہ حسینہ عالم کی چاہت میں تخت و تاج سے بے پروائی برتتا ہے، ملکہ زہرہ دختر شاہ روم کی بیٹی اور اختر پاشا کی بیوی اپنے شوہر کو خط لکھتی ہے۔ حسینہ عالم قاصد قتل کرا دیتی ہے اور ملکہ زہرہ کو بھی تہ تیغ کراتی ہے

شاہ روم کا ولی عہد اپنے ملازم خاص کو حکم دیتا ہے کہ وہ اختر کے بیٹے اصغر کا سر کاٹ لائے۔

---

1. SHAKESPEARE. ANTONY AND CLEOPATRA.

اختر پاشا ولی عہد سلطنت کی موت کا حال سن کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ حسینہ عالم خودکشی کر لیتی ہے

خاندر۔ رفیق محمد۔ ایم اے

۱۔ شاہجہاں

خلیق احمد

۱۔ عورت۔ مرد۔ دنیا

خلیل۔ خلیل احمد

۱۔ دنیا کے بہترین ڈرامے

۲۔ ٹالسٹائی کے ڈرامے

۳۔ ٹیگور کے ڈرامے

۴۔ مزاحیہ ڈرامے

۵۔ پروفیسر کی غلطی

دنیا کے بہترین ڈرامے یہ دنیا کے بارہ ممالک کے بہترین ڈراموں کا مجموعہ ہے جسے خلیل صاحب نے اپنے صاحبزادہ "جمیل میاں" کے نام معنون کیا ہے، تاج کمپنی لمیٹڈ نے شائع کیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل ڈرامے شامل ہیں (۱) دیوتا اور انسان (انگلینڈ) (۲) اولاد آدم (فرانس) (۳) زوال (جرمنی) (۴) پادری (امریکہ) (۵) قرض خواہ... (روس) (۶) انسانیت (روس) (۷) مقدس گناہ (۸) بوڑھا کسان (آسٹریلیا) (۹) ڈاکو (پولینڈ) (۱۰) رہزن (جاپان) (۱۱) شاداب تربیت (چین) (۱۲) خشک سالی (جنوبی افریقہ) (۱۳) سنیاسی (ہندستان)

یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ کن ڈراموں کے ترجمے یا خاکے ہیں۔ پیش لفظ کی آخری سطر سے صرف اس قدر معلوم ہو سکا کہ "سنیاسی" "ٹیگور کا ڈرامہ ہے" جو خالص مشرقی رنگ میں ڈوبا ہوا؟"

سید رضی ترمذی اپنے "پیش لفظ" میں لکھتے ہیں

"اردو ڈرامہ کی تخلیق بہت حوصلہ شکن ہے، معیاری ڈرامے تو ایک طرف اردو میں ڈرامے بالکل ملتے ہی نہیں اور ادب کی یہ صنف روز بروز تخریب و انحطاط کی سیاہ گہرائیوں میں گرتی چلی جاتی ہے حشر کی شہرت کی وجہ یہ نہیں کہ اس کی تصنیفات ادب عالیہ کا درجہ رکھتی ہیں بلکہ اس کی عالمگیر مقبولیت کا باعث یہ تھا کہ اس وقت ہمارے ہاں ڈرامانویس سرے سے تھے ہی نہیں۔"

ٹیگور کے ڈرامے یہ رابندر ناتھ ٹیگور کے پانچ مختصر ڈراموں کے ترجمے ہیں۔ ۱، مکٹ دھارا (ایک ایکٹ)، (۲) مالتی (دو ایکٹ) (۳) قربانی (ایک ایکٹ) (۴) راجہ کرن (دو ایکٹ) (۵) کنتی (ایک ایکٹ)

خلیل صاحب اپنے "تعارف" میں لکھتے ہیں۔

"مکٹ دھارا" میں ڈرامانگاری نے مادہ پرستی پر ایک ایسا وار کیا ہے جو موجودہ دور کے کسی مصنف میں نہیں پایا جاتا، ہماری معاشرت صرف جسم کی فریب کاریوں میں پھنس کر رہ گئی ہے، اس کا صرف ٹیگور کو ہی احساس ہوا اور اس لئے یہ تہیہ کر لیا کہ جب تک ہندوستان کی مجلسی زندگی اس تانے بانے سے آزاد نہ ہوگی، ہندوستان کا معیار زندگی بلند نہیں ہو سکتا راجہ رانی، قربانی اور مالتی میں عورت کی فطرت اور سماجی بندھنوں کا شاعر نے ایسا نقشہ پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا اپنے اندر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کرنے لگتا ہے

ان ڈراموں کے ہر قدم پر زندگی لرزاں و رقصاں اور شاداں و فرحاں نظر آئیگی، ایک بھی کردار ایسا نہیں جو انسانی فطرت میں سما نہ جانا چاہتا ہو۔"

مزاحیہ ڈرامے خلیل صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں" ایک ایکٹ کے ڈرامے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کوئی افسانوی پہلو ڈرامائی رنگ میں اس طرح پیش کیا جاتے کہ اس میں سارے اسٹیج کی خصوصیات نفوذ ہوں

اس گلدستے میں مندرجہ ذیل ڈرامے شامل ہیں

ا۔"مصنف کی بیوی"۔ یہ فرانس کے ڈراما نویس جارج کورٹلین کے کسی مختصر ڈرامے کا ترجمہ ہے یا خاکہ ہے۔ اس میں مصنف اور اس کی بیوی کے خاندانی جھگڑوں کو لطیف پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

دیرینہ دوست"۔ یہ بھی فرانس کے ایک ڈراما نویس ایڈ منڈ سی کے ایک مختصر ڈرامے کا ترجمہ یا خاکہ ہے"۔ اس میں حالیہ طرز حکومت اور دوسرے طور وطریق پر دلچسپ نکتہ چینی کی گئی ہے

۳۔"مغنی شہزادہ"۔ اس میں معاشرتی کمزوریوں پر تنقید کی گئی ہے اور ایک شاہزادہ کو جو شادی سے قبل اپنی منصوبہ بندیوں کو عملی جامہ اختیار کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا، مذاحیہ انداز میں پیش کیا گیا ہے، یہ غالباً کسی انگریزی ڈرامہ کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ایک خاوند کی ضرورت"۔ موجودہ شادی اور اس کے غلط طریقہائے زندگی ـــ پر پرلطف اور ظریفانہ طنز۔

۵۔"درخواست"۔ ایک روسی مختصر ڈرامہ کا ترجمہ

۶۔ایک ہسپانوی ڈرامہ کا ترجمہ

خلیل کھنڈوی۔ محمد عمر ولد محمد سلطان افسر صدیقی امروہوی کے شاگرد ہیں۔

ا۔ انجام حق

انجام حق

یہ ڈراما تین ایکٹ اور سترہ سین پر مشتمل ہے

پلاٹ۔ حیات بی اپنی سہیلیوں ـــ نسیم۔ نسترن اور نسرین کے ساتھ باغ کی سیر میں مصروف ہے فضل غلطی سے باغ میں داخل ہوتا ہے، دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اسی درمیان میں حیات بی کا بھائی احمد آتا اور افضل کو بندی خانہ بھیج دیتا ہے، حیات بی مردانہ لباس میں قید خانہ جاتی اور افضل کو آزاد کر دیتی ہے؛ احمد ایک احسان

کے بدلے میں حیات بی کی شادی افضل سے کرنا منظور کرتا ہے

خلیل بدایونی۔ منشی محمد عبدالغنی

۱۔ طلسم نوبہار عرف مرقع نگار

خلیل مرادآبادی۔ خلیل الرحمٰن

۱۔ آہ مظلوم

۲۔ مزاحیہ ڈرامے

خوشدل کرنالوی۔ پنڈت مکٹ بہاری لال

۱۔ شریمد بھاگوت

خورشید لکھنوی

۱۔ سلطانہ رضیہ

سلطانہ رضیہ

یہ ڈراما پانچ سین پر مشتمل ہے اور اس میں "سلطانہ رضیہ" کا تاریخی پلاٹ درج ہے۔ خورشید لکھنوی صاحب "تمہید" کے عنوان سے لکھتے ہیں "یہ تاریخی ڈراما پردۂ سیمیں پر پیش نہیں ہوا ہے، اس ڈرامہ کے لکھنے کا اصل منشا یہ ہے کہ ایک تاریخی غلطی کو دور کیا جائے۔"

سید احتشام حسین صاحب اپنے "پیش لفظ" میں لکھتے ہیں کہ

ہندوستان میں اسٹیج کی کمی اور زبوں حالی کی وجہ سے اردو ڈراما خاطر خواہ ترقی نہ کر سکا ابتدائی ترجمے اور طبعزاد ڈرامے دونوں نقائص سے بھرے ہوئے تھے جب یہ امید ہو سکتی تھی کہ اب قدم اور آگے بڑھیں گے اس وقت ناطق فلموں نے ہندوستان میں جنم لیا اور اسٹیج کی رہی سہی قامت بھی تقریباً ختم کر دی

ماہ جون ۱۹۴۹ء میں یہ ڈراما نامی پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔

دبیر

۱۔ افی جی نا

افی جی نا یہ گوئٹے کے ایک مختصر ڈرامہ افی جی نا کا ترجمہ ہے [1]

پلاٹ:۔ افی جی نا جو فی الحال مندر میں دیوی کی پجارن ہے یونان کے شاہی خاندان کی شہزادی ہے۔ اس کا بھائی اس سے ملنے کے لئے جزیرہ تاوراید جہاں دیوی کا مندر واقع ہے، جاتا ہے، اس کے ساتھ اس کا دوست بھی ہے جو شادی کی پیش کش کرتا ہے لیکن وہ انکار کر دیتی ہے، بادشاہ کا ملازم خاص سے۔ ارکاس بھی اس کو سمجھاتا ہے لیکن اس کے پائے استقلال میں فرق نہیں آتا۔

بادشاہ کو اطلاع ملتی ہے کہ دو شخص اس کی ریاست میں داخل ہوئے ہیں۔ اول پیلیٹس۔ افی جی نا کا سگا بھائی۔ دوم۔ اس کا دوست۔ بادشاہ ان کو افی جی نا کے پاس بھیجتا ہے دونوں یونان کے قصے بیان کرتے ہیں اور اسکو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ مورتی چرا کر اس کے ساتھ یونان بھاگ چلے؛ افی جی نا اس کی اطلاع بادشاہ کو دیتی ہے اور وہ ان سے ملنے کے لئے مندر میں آتا ہے۔ افی جی نا اور اس کا بھائی دونوں بادشاہ کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے ہیں، بادشاہ خوشی کے ساتھ ان کو یونان جانے کی اجازت دیتا ہے اور ان جہازوں کو چھوڑ دیتا ہے جو شاہی حکم سے گرفتار کرئے گئے تھے، سب ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے وطن جاتے ہیں

دلاور حسین شاہ سعید بی اے

۱۔ پنجاب میل

۲۔ رحمن ڈاکو

۳۔ غریب کی عید

۴۔ فریاد

---

1. GOETHE JOHANN WOLFGANG (1749-1832) APHEJANIA

۵۔ سوہنی مہینوال

دوگل۔ کرتار سنگھ

۱۔ دیا بجھ گیا

دیوانہ۔ منی رام

۱۔ پتوار ۱۹۴۳ء

پتوار۔ دیوانہ صاحب "پوری بات" کے عنوان سے لکھتے ہیں

"راکھی کی مقبولیت نے میرے حوصلوں کو امید سے زیادہ جرات دلائی۔ کئی سالوں بعد اردو دنیا نے ایک کامیاب ڈراما دیکھا اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، کچھ ہی مہینوں میں اسکا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا اور یہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ اردو دنیا ڈرامے کے لئے کس قدر بے تاب اور بیقرار ہے۔

سب نے میرے انتخاب کی تائید کی اور متفقہ طور پر "پتوار" ہی کو پریمی جی کا شاہکار قرار دیا گویا اس طرح ہندی زبان کے ایک زندہ جاوید ڈرامانویس کا ایک غیر فانی شاہکار آج اردو میں منتقل ہو رہا ہے مجھے یقین ہے کہ اردو علم و ادب اسے پاکر فخر محسوس کریگا۔"

کتاب پر ۱۴ جولائی ۱۹۴۳ء درج ہے

پلاٹ:۔ ایک ادیب ۔ پرکاش نامی اور اس کی بیوی چھایا غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کی بیٹی سینہ بھی ان کے مصائب میں شریک ہے۔ اس کے مقابلہ میں پرکاش کا دوست رجنی کانت اور اس کی بیوی جیوتسنا عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں، جیوتسنا اپنی آبرو بیچ کر اپنے شوہر کے لئے شراب و کباب مہیا کرتی ہے، پرکاش اپنے ماحول سے پریشان ہو کر دریا میں ڈوبنے کے لئے جاتا ہے، وہاں اس کی ملاقات ایک عصمت فروش عورت مایا سے ہوتی ہے جو نسیم کے نام سے عصمت لٹاتی اور اپنا پیٹ پالتی ہے۔ پرکاش یہ دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے۔

چھایا ایجوکیشن بورڈ کے ایک ممبر سے مل کر اپنے شوہر کی تصنیف میٹرکس کے لئے منظور کراتی ہے، کتاب منظور ہو جاتی ہے، چھ ماہ بعد ایک سو روپیہ رائلٹی ملتی ہے جو پرکاش ایک شرابی کی عزت بچانے پر صرف کر دیتا ہے۔ چھایا پرکاش کی کتاب چھپوا کر فروخت کرتی اور اس کا روپیہ کر اسوقت پہنچتی جب قانون پرکاش پر حملہ کرنیوالا تھا اور اس کو بچا لیتی ہے

ذاکر حسین خان۔ ڈاکٹر۔ ایم اے۔ پی ایچ ڈی (برلن)

ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۸۹۷ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے [۱]

ان کے والد فدا حسین خان ضلع فرخ آباد یوپی کے مشہور قصبہ قائم گنج کے رہنے والے تھے اور حیدر آباد دکن میں وکالت کرتے تھے ۱۹۰۷ء میں وہ اسلامیہ ہائی اسکول اٹاوہ بھیج گئے جسے سرسید کے دور کے ایک رفیق مولوی بشیر الدین نے قائم کیا تھا ۱۹۱۳ء میں علی گڈھ گئے اور ایم اے او کالج سے انٹر سائنس پاس کیا ۱۹۱۶ء میں بی ایس سی کا امتحان دینے کے بعد لکھنؤ کرسچن کالج میں داخلہ لیا تاکہ میڈیکل کالج میں شامل ہو سکیں لیکن علالت کے باعث علی گڈھ واپس آنا پڑا، دوسرے سال آرٹس کورس لیا ۱۹۱۸ء میں بی اے اور بعدہٗ اقتصادیات میں ایم اے پر دیس کیا۔ ضابطہ کی تیاری تھی کہ ترک موالات کا زلزلہ آیا اور ایم اے او کالج مسلم یونیورسٹی بن گیا۔

کالج کے چند طلباء نے مل کر "جامعہ ملیہ" قائم کیا۔ انہی میں ڈاکٹر ذاکر صاحب بھی تھے وہ دو سال تک مولانا محمد علی کا ہاتھ بٹاتے رہے اس کے بعد ۱۹۲۲ء میں معاشیات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے برلن چلے گئے ۱۹۲۶ء میں واپس آئے۔

۱۹۲۷ء میں حکیم اجمل خان کا انتقال ہو گیا اور قریب تھا کہ جامعہ ملیہ کا انتقال ہو جائے لیکن ڈاکٹر صاحب نے سنبھال لیا اس کی سوکھی ہوئی بیل کو اپنے خون سے سینچا اور پروان چڑھایا "انجمن تعلیم ملی" کی بنیاد ڈالی۔ انجمن نے جامعہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے چلایا ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۸ء تک کا زمانہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں کے لئے

---

[۱] ڈاکٹر ذاکر حسین از ڈاکٹر عابد حسین۔ نقوش شخصیات نمبر جلد اول ص ۲۷۰

سخت آزمائش کا زمانہ تھا، بعدہٗ، انقلاب نے ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۴۸ء میں جامعہ ملیہ کو اپنے ساتھیوں کے سپرد کر کے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کو اندر اور باہر کے بے شمار خطرات سے بچانے کی جدوجہد کی اور یونیورسٹی کمیشن کیساتھ ملک کا دورہ کیا ۱۹۴۹ء میں ایک شدید قلبی مرض کا دورہ پڑا، جان کے لالے پڑ گئے۔ محبان وطن اور ہمدردان اردو کی دعائیں کام آئیں اور وہ بچ گئے سنہ ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء کا زیادہ وقت مسلم یونیورسٹی کی خدمت میں صرف کیا اور اس کو ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں ایک بلند مقام پر پہنچا کر دم لیا ۱۹۵۲ء سے ان کی مصروفیتوں کا دائرہ اور وسیع ہو گیا، بہار کے گورنر بن گئے۔

آپ نے بچوں کے لئے ایک اصلاحی ڈرامہ لکھا

(۱) دیانت

دیانت یہ ایک ایکٹ کا مختصر سکولی ڈرامہ ہے

پلاٹ۔ رشید آباد کے نواب — ظالم جنگ۔ بہادر کا ملازم گھسیٹا جو لکڑیاں کاٹنے پر مجبور ہے، دن رات کی محنت سے سخت پریشان ہے، اس کا کام جنگل میں لکڑیاں چننا ہے ایکدن اس کی ملاقات ایک باشندیہ سے ہو جاتی ہے جو اس کو عمدہ، عمدہ غذائیں کھلاتا ہے، لیکن جب گھسیٹا لکڑیاں کاٹنے کے لئے جنگل میں جاتا ہے تو وہ اس کی کلہاڑی غائب کر دیتا ہے، وہ اسکو پہلے سونے کی اور پھر چاندی کی کلہاڑی لاکر دیتا ہے لیکن گھسیٹا اس کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے نواب ظالم جنگ یہ سن کر آتا ہے ——— باشندیہ اس کی تلوار غائب کر دیتا ہے، وہ پہلے سونے اور پھر چاندی کی تلوار پیش کرتا ہے نواب کے دل میں بدی آتی ہے اور سونے کی تلوار لے لیتا ہے اسی وقت نواب سلامت جنگ نواب ظالم کو ختم کر کے دنیا سے ظلم مٹا دیتا ہے

راز۔ محمد اسمٰعیل

۱۔ فتح حق عرف حریص سلطان

فتح حق پلاٹ:۔ دربار جمع ہے، شاہ ناصر اپنے وزراء کے مشورہ سے شاہ انجم کو خط بھیجتا

اور اس سے اطاعت اور خراج کا مطالبہ کرتا ہے۔ خط میں تحریر ہے کہ اس کا باپ بھی باج گزار تھا اس لئے یہ خط دیکھتے ہی خراج روانہ کرے اور آئندہ سے اطاعت و وفاداری کا وعدہ کرے۔ انجم جواب دیتا ہے کہ اس کا باپ ہمیشہ سے آزاد تھا اس لئے اطاعت و فرماں برداری اور خراج کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ شاہ ناصر اصرار کرتا ہے دونوں سے مقابلہ کی تیاریاں ہوتی ہیں، ناصر کو شکست ہوتی ہے اور وہ پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا جاتا ہے

رام چند۔ آسانند

۱۔ فریب طرار عرف قسمت بہار

فریب طرار۔ عرف قسمت بہار

یہ ڈراما انیس ۱۹ سین پر مشتمل ہے۔ کتاب پر سنہ ۱۹۰۱ء درج ہے

پلاٹ۔ طرار خان اور بیدار خان —— دونوں بھائی آوارہ گرد ہیں ایک دن جب کہ طرار معاش کی فکر میں بیٹھا ہوا تھا کہ بیدار خان اس سے کہتا ہے کہ وہ پیر دخان سے اس کا تعارف کرائے طرار خان اس سے پانچ سو روپیہ اینٹھ لیتا ہے، جب بیدار خان اس سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے تو وہ اس کو گھر سے نکال دیتا ہے، دو سال کے بعد طرار خان پیر دخان سے سونے کا ایک ہار اینٹھتا ہے لیکن پکڑا جاتا اور سزا پاتا ہے۔

آخری چار صفحات میں ایک دلچسپ مضمون ہے جس میں عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ غربا کی امداد کریں اور عیسائیت قبول نہ کریں

رام سروپ

۱۔ تصویر خانہ

رائے دولچند لال

۱۔ شاہجہاں

۲- نور جہاں

۳- درگا داس

رسوا لکھنوی- ڈاکٹر مرزا محمد ہادی- بی اے- پی- ایچ- ڈی

۱- مرقع لیلیٰ مجنوں

مرقع لیلیٰ و مجنوں یہ ڈراما پانچ ایکٹ اور تیرہ سین پر مشتمل ہے- اس میں لیلیٰ مجنوں کا مشہور قصہ نظم ہے

مرزا رسوا "یا مصور جل فانہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں-

ذوق سخن سرائی نے صلاح دی کہ تو بھی انہی متعارف قصوں سے کوئی قصہ لیکر مرقع بنا، دوستوں کو جو اس قصد کی اطلاع ہوئی مجھ کو اور بھی دیوانہ بنا دیا، اصرار کو حد سے بڑھایا کہ اگر قصد ہے تو پھر دیر کیا ہے، آج کل تم کو فرصت ہے جو دم ہے غنیمت ہے، خدا جانے کہاں جانا ہو، کہاں رہنا ہو، یہ جوش رہے یا نہ رہے شوق ہے ہا بزور ہے حسن و عشق کے قصوں میں لیلیٰ مجنوں کا افسانہ (جس کو تاریخی وقعت حاصل ہے) عموماً مشرقی طبائع کو مرغوب ہے لاتھی بہت خوب ہے، دل نے اسی کو اختیار کیا"

تاریخ نومبر ۱۸۸۴ء درج ہے

یہ اردو زبان کا سب سے طویل ڈراما ہے

رشید احمد- راجہ

۱- عالم محبت

عالم محبت۔ یہ شیکسپیر کے "ایز یو لائک اِٹ" کا ترجمہ ہے۔ مترجم نے اپنے "دیباچہ" میں ترجمہ کی وجہ تسمیہ بتلائی ہے اور احباب اور کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کیا ہے

کتاب پر ۱۲ مئی ۱۹۲۸ء درج ہے۔

رشید جہاں عبداللہ۔ ڈاکٹر۔ ایم بی بی ایس

شیخ عبداللہ۔ بی اے۔ ال۔ ال بی وکیل اور سابق ٹرسٹی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور وحید جہاں بیگم کی دختر۔ علیگڑھ میں پیدا ہوئیں۔ مسلم گرلس اسکول سے میٹرک پاس کیا، لکھنؤ گئیں اور ازابیلا تھوبرن کالج سے ایف اے کیا۔ لیڈی ہارڈنگ کالج دہلی سے ایم بی بی ایس کیا

طالب علمی کے زمانہ ہی سے افسانے لکھنے کا شوق تھا، لکھنؤ کی آب و ہوا راس آئی اور متعدد افسانے لکھے ۱۹۳۲ء میں کمیونسٹ پارٹی میں شرکت کی اور رسوائے عالم کتاب "انگارے" میں دو عدد ایسے گندے افسانے لکھے کہ ہندستان بھر کے مسلم اخبارات نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی حکومت نے کتاب ضبط کر لی

آپ نے دو مختصر ڈرامے بھی لکھے

۱۔ بچوں کا خون

۲۔ نفرت

جنّی تصویریں" مرتبہ سجاد ظہیر میں شائع ہوئے۔ دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں اردو کی ممتاز افسانہ نگار۔ ڈاکٹر رشید جہاں طویل عرصہ تک پیٹ کے سرطان میں مبتلا رہیں، ہندستان میں ہر ممکن علاج کرانے کے بعد ۲۵ جولائی ۱۹۵۲ء کو بمبئی ہوتی ہوئی ماسکو گئیں، جہاں ۲۹ جولائی ۱۹۵۲ء مطابق ۵ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ انتقال فرمایا ۳۰ جولائی کو سپرد خاک ہوئیں۔ انتقال سے تین روز قبل وہ ماریفیا دے کر بے ہوش کر دی گئی تھیں، ان کے شوہر صاحبزادہ محمود الظفر بوقت انتقال ان کے پاس موجود تھے دونوں حضرات وزارت صحت۔ حکومت روس کے مہمان تھے۔

رشید مجولا ہوری۔ محمد رشید احمد خاں

۱۔ محمد رشید وفا عرف سوبحرس والھندیا سپاہی کی دلہن

خورشید وفا عرف سولجرس وائف یا سپاہی کی دلہن

یہ ڈراما تین ایکٹ اور بائیس سین پر مشتمل ہے اور غالباً کسی انگریزی ڈرامہ کا ترجمہ ہے کتاب مدکپتان صاحبزادہ سید محمد میاں نذر علی خان (عرف ممی میاں) کے نام معنون ہے۔

پلاٹ:۔ سر آر کے بالڈ کی حسین دختر لوسی ایک غریب شخص فریڈرک سے محبت کرتی ہے اس کا باپ اس کی شادی کپتان ریڈبرن سے کرنا چاہتا ہے، لیکن لوسی اپنی پھوپھی جین کی مدد سے فرار ہو جاتی ہے اور چھاونی میں قیام کرتی ہے جہاں اسکا عاشق فریڈرک سپاہیانہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ فریڈرک اپنے رسالدار سے جنگ آزما ہوتا ہے اور اس کو اپنی پستول کا نشانہ بناتا ہے؛ فریڈرک لوسی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے کہ بیٹس اس کو دیکھ لیتا اور گرفتار کر کے چھاؤنی لے جاتا ہے، فریڈرک کو پانچ سو بیدوں کی سزا ملتی ہے۔

کپتان ریڈبرن لوسی کو بے ہوش کرنے کے بعد اس کو ایک تہ خانہ میں لیجاتا ہے، بیٹس فریڈرک کو اطلاع دیتا اور اس کیلئے ایک پستول بھی فراہم کرتا ہے، فریڈرک کپتان ریڈبرن کو گولی مارتا ہے اور لوسی کو لے کر فرار ہونا چاہتا ہے کہ بیٹس اسکو گرفتار کرا دیتا ہے فریڈرک کو سزائے موت کا حکم ملتا ہے

راز افشار ہوتا ہے، فریڈرک جین کا حرامی بچہ ثابت ہوتا ہے جو پادری آرڈنٹ کے نطفہ سے تھا، بالڈ پادری کو گولی کا نشانہ بنا کر خودکشی کر لیتا ہے، فریڈرک کو گولی سے اڑا دیا جاتا ہے، لوسی خودکشی کر لیتی ہے

رشید۔ مرزا رشید الدین

۱۔ کامیاب عاشق ۱۹۲۲ء

کامیاب عاشق یہ ڈراما تین ایکٹ اور تیرہ سین پر مشتمل ہے، کتاب پر مولفہ ایم ایس جوہر اور تاریخ "اپریل ۱۹۲۲ء" درج ہے

پلاٹ :۔ ایمان داری اور بے ایمانی میں جنگ ہوتی ہے، ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے ہیں، جزیرہ صقلیہ کے حاکم کارلوس کی بہن بوران ایک رئیس کے ساتھ داد عیش دے رہی ہو کہ کارلوس آتا اور رئیس کو قتل کر دیتا ہے، بوران اپنے بھائی کے خنجر بھونک دیتی ہے، کارلوس کے دو بیٹے ہیں۔ ۱۔ قمران اور ۲۔ کاروان۔

بوران کا بھائی مرجان تخت حکومت پر بیٹھتا ہے، چونکہ وہ اپنی بہن سے بے حد محبت کرتا ہے اس لئے ہر معاملہ میں اپنی بہن سے مشورہ طلب کرتا ہے بوران اس کوشش میں ہے کہ اس کی بیٹی سلطانہ تخت نشین ہو یا شاہزادہ قمران کی بیوی بن کر ملکہ کہلائے لیکن قمران وزیر فرمان کی بیٹی ضیادہ سے محبت کرتا ہے اور اس سے شادی کا وعدہ کر چکا ہے۔

مرجان کاروان کو قتل کرتا اور قمران کو ملزم ٹھہراتا ہے، ضیادہ قمران کی اور فرمان ضیادہ کی مدد کرتے ہیں بادشاہ سب کو گرفتار کرتا اور موت کا حکم دیتا ہے، اسی درمیان میں بوران بھی آ جاتی ہے اور مرجان کی روح دیکھتی ہے، جزیرہ کے سپاہی تہ خانہ کو گھیر لیتے ہیں، مرجان اور بوران بے ہوش ہو جاتے ہیں، قمران کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے اس کی شادی ضیادہ سے ہو جاتی ہے

رضوی کمال احمد

۱۔ گاہے خنداں گاہے گریاں

۲۔ مرغابی

رضوی۔ سید مسعود حسن۔ ایم اے

۱۔ اردو کا شاہی اسٹیج

۲۔ اردو کا عوامی اسٹیج

رضی ترمذی

۱۔ اجنبی

۲۔ ازل سے ابد تک

۳۔ ڈاکٹر ناؤسٹ

رفعت جمال

۱۔ چٹانیں

۲۔ ناری

رفیع الدین

۱۔ کشمکش

رفیع۔ پیرزادہ

۱۔ اوتار

۲۔ تصادم

۳۔ تکمیل جرم

۴۔ دیوانہ بکار خویش

۵۔ ساز و نیاز

۶۔ ساز و باز

۷۔ سناٹا

۸۔ عقبیٰ کا میزبان

۹۔ لیلیٰ

۱۰۔ ناز

۱۱۔ ناموس

١٢- نقاب

١٣- دے بجز گزشت

رفیعی اجمیری - غلام محمد رفیع الدین

غلام محمد رفیع الدین نام، عرفیت رفن صاحب - رفیعی تخلص ۱۹۰۷ء میں بمقام اجمیر شریف پیدا ہوئے[۱] آپ کے والد کا نام شیخ سلام الدین تھا، کشمیر میں جاگیر تھی، ابتدائی تعلیم اجمیر میں حاصل کی۔ گورنمنٹ اسکول میں ہائی اسکول تک ثانوی تعلیم پائی لیکن پنجاب سے میٹرک کیا، اردو، فارسی عربی کی تعلیم اپنے والد سے پائی، تعلیم کے آخری مدارج گورنمنٹ کالج اجمیر میں طے کئے لیکن بی اے کا امتحان نہیں دیا

بچپن سے لکھنے کا شوق پیدا ہو گیا تھا اور غالباً ان کا سب سے پہلا مضمون "اودھ پنچ" میں شائع ہوا تھا، رفیعی صاحب شاعر بھی تھے اور بہت اچھی نظمیں کہتے تھے، نظموں کے مسودات قیسی رام پوری کو چھپوانے کے لئے دیئے گئے تھے، لیکن ایک عرصہ کے بعد قیسی صاحب نے اطلاع دی کہ ان کے لڑکے نے ردی کاغذ کے ساتھ رفیعی صاحب کی نظموں کے مسودات بھی فروخت کر دیئے۔

رفیعی صاحب نے ملازمت کبھی نہیں کی، جائداد کی آمدنی پر گزارہ تھا، کچھ عرصہ اپنے شوق کے تحت روزنامہ خلافت میں کام کیا، رفیعی صاحب کے والد بھی شاعر تھے نادر تخلص فرماتے تھے، اور ماموں میاں نواب عبداللہ خان مطلب داغ کے نہایت ممتاز شاگردوں میں سے تھے، گھر پر اہل علم کا ہمیشہ جمگھٹا رہتا تھا۔ داغ مرحوم جب اجمیر شریف آتے تھے تو آپ کے یہاں قیام رہتا تھا، مطلب اس پایہ کے شاعر تھے کہ داغ کو ان پر ناز تھا

---

[۱] از قلم مولوی ممتاز الدین صاحب۔ مولوی صاحب۔ رفیعی اجمیری کے برادر بزرگ ہیں اور آج کل پاکستان میں مقیم ہیں۔ رفیعی اجمیری مرحوم از قیسی رام پوری۔ ساقی ماہنامہ۔ دہلی۔ مئی ۱۹۴۱ء

قیسی رام پوری کی تحقیق کے مطابق رفیعی صاحب مارچ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے

دوران قیام بمبئی میں انہوں نے اہل قلم اور اہل سیاست کا ایک خاص حلقہ بنالیا تھا، خلافت ہاؤس میں قیام رہتا تھا، خلافت ہاؤس کے پرانے کھلاڑیوں سے تعلقات تھے پہلے مقامی پھر ملکی اور بعد میں بین الاقوامی خبروں کے ترجمے کرتے تھے، پھر نوٹس اور اداریے لکھنے لگے، احسن رام پوری (ایڈیٹر) سے ان کے اچھے تعلقات تھے۔

وہ پہلے رفیعی اجمیری کے نام سے لکھتے تھے اس کے بعد اعظمی اجمیری کے نام سے لکھنے لگے۔ انگریزی میں ان کا پہلا افسانہ [1] تھا جو ہندوستان ٹائمز میں شائع ہوا۔ اس کے بعد [2] لکھا جو بہت پسند کیا گیا

انگریزی صحافت میں داخل ہونے سے پہلے ہی انہوں نے اردو میں لکھنا بند کر دیا تھا لیکن جب ان کے محترم دوست سید جمیل الدین صاحب نے "ہفت روزہ سماج" بمبئی سے جاری کیا تو "پتنگ کی جنگ" لکھا۔ یہ اردو میں ان کا آخری افسانہ تھا جو ۱۶ر مئی ۱۹۳۶ء کو شائع ہوا۔

۵ر جون ۱۹۳۹ء کو بمبئی میں ان کا انتقال ہوا اور وہ بڑے قبرستان میں دفن کئے گئے ان کے انتقال کے بعد ماہنامہ "تنویر" بمبئی کی مدیرہ سحر صاحبہ نے "پتنگ کی جنگ" ایک مختصر نوٹ کے ساتھ اس طرح شائع کیا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مرحوم نے یہ افسانہ خاص تنویر کے لئے لکھا تھا

رفیعی صاحب کے برادر بزرگ ممتاز الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "مرحوم کے انتقال کے بعد سحر صاحبہ نے ان سے درخواست کی کہ مرحوم کا کوئی غیر مطبوعہ مضمون انہیں دیا جائے' چنانچہ انہوں نے موصوفہ کو مرحوم کی ایک درد انگیز نظم چھپنے کے لئے دی جو تنویر میں شائع ہوئی غالباً اس نظم کا عنوان تھا "دلہن کا جنازہ"

ممتاز الدین صاحب کے اپنے کم عمر بھائی کے انتقال کا بے حد صدمہ تھا، انہوں نے کوشش

---

1. IN DEFENCE OF WIFE BEATENS.
2. REVOLT OF HENS.

کی کہ مرحوم کے "نقیش" افسانے، چار تحقیقی مقالے اور ایک ڈرامہ بنام "ظریف کی ہیمپین روح" ایک گلدستہ کی شکل میں شائع ہو جائیں، چنانچہ بنام "کہکشاں" یہ گلدستہ شائع ہوا۔

رفیق محمد

۱۔ تصویر

روان اناوی۔ جگت موہن لال۔ ایم اے ال ال بی

۱۔ فریب عمل

یہ جان گالزورذی کے "اسکن گیم" کا پاکیزہ ترجمہ ہے [1]

فریب عمل کتاب کے شروع میں ڈاکٹر تارا چند۔ سکریٹری۔ ہندوستانی اکیڈمی یو۔پی الہ آباد۔ کا ایک فاضلانہ دیباچہ شامل ہے۔

پلاٹ:۔ہل کرالیٹ ایک پرانے خیال کا زمیندار اپنی بیوی (امی)، اور بیٹی (جل) کے ساتھ اپنے قدیم طرز کے دیہاتی مکان میں رہتا ہے۔ اس کے قریب ہی ہارن بلوئر [2] جو حال ہی میں دولت مند بنا ہے اپنے بیٹے (چارلس)، اور (رولف) اور چارلس کی بیٹی (کلو) کے ساتھ رہتا ہے، ہارن اپنی زمین پر ایک کارخانہ بنانا چاہتا ہے اور چونکہ ہل کرالیٹ سے دشمنی ہے اس لئے اس کی چمنیاں ٹھیک اس کے گھر کے سامنے قائم کرنا چاہتا ہے۔ بات بڑھتی ہے اور ہارن بلوئر دو سو ایکڑ زمین نو ہزار پونڈ میں خریدتا ہے،

اسی درمیان میں ہل کرالیٹ کے مختار (ڈاکر) کو پتا چلتا ہے کہ: ہارن بلوئر کی بہو کبھی آوارگی کرتی رہی ہے، ہل کرالیٹ اور اس کی بیوی ہارن بلوئر کو دھمکی دیتے ہیں کہ اگر اس نے ساڑھے چار ہزار پونڈ میں سنٹری نا پس نہ کی تو وہ راز افشا کر دیں گے ہارن راضی ہو جاتا ہے۔ چارلس اپنی بیوی پر شک کرتا ہے، کلو ایک تالاب میں ڈوب کر مرنا چاہتی ہے لیکن مسٹر ہل کرالیٹ اسے بچا لیتی ہے۔ چارلس درگذر کرتا ہے

---

1. JOHN GOLSWORTHY. SKIN GAME.
2. HORN BLUIR.

روش صدیقی جوالاپوری

ا۔ معصوم کلیسا

معصوم کلیسا یہ ایک انگریزی ناول یا ڈرامہ کا چربہ یا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔ صفحہ اول پر درج ہے "معصوم کلیسا" مولفہ فطرت نگار جناب روش صدیقی صاحب جوالاپوری"

پلاٹ:۔ قرطبہ یونیورسٹی کا پروفیسر علامہ منذر ہسپانیہ کے مشہور دولت مند شخص آرلوس نامی کی بیٹی جولیانا سے محو گفتگو ہے۔ جولیانا اظہار عشق کرتی ہے، منذر قبول کرتا ہے ہسپانیہ کا معزز ڈیوک جولین جولیانہ سے اظہار محبت کرتا ہے کہ منذر آجاتا ہے، جولین اور منذر میں تلخ گفتگو ہوتی ہے جولین چلا جاتا ہے۔

جولین کا دوست پلاجیس جو کلیسائے ہسپانیہ کا اسقف ہے جولین کے اصرار پر جولیانا کو بدمعاشوں کے ذریعے سنٹرل کیتھڈرل میں منگاتا ہے، جولیانا اس پر طنز کرتی ہے آرلوس ــ ڈائرکٹر جنرل آف پولیس کو اطلاع دیتا ہے کہ اس کی بیٹی کو فرار کیا گیا ہے۔ ڈائرکٹر جنرل پتا چلاتا اور اپنے دوست منذر کے ساتھ کیتھڈرل میں جاتا ہے جولین معافی مانگتا ہے، جولیانا کی شادی منذر کے ساتھ ہو جاتی ہے، کارلوس جولیانا اور پلاجیس اسلام قبول کر لیتے ہیں

ریاض حسین حیدری

ا۔ فاؤسٹ

فاؤسٹ گوئٹے کا اوریجنل فاوسٹ ایک ضخیم ڈراما ہے اس کے انگریزی میں متعدد ترجمے ہوئے ہیں اس کے اختصار بھی ہیں، ریاض نے غالباً کسی اختصار فاوسٹ کا ترجمہ کیا ہے۔ روزنامۂ "انقلاب" لاہور کے سب ایڈیٹر نے "تعارف" لکھا ہے، گوئٹے کی مختصر سوانح حیات بھی دی گئی ہے

پلاٹ:۔ اسرافیل، جبرئیل اور میکائیل۔ صفات الٰہی بیان کرتے ہیں، ابلیس ایک

پہاڑ کی چوٹی سے نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے "انسان خود ہی قعر ندامت میں گرنے کیلئے تیار رہتا ہے اس کو تباہ کرنے کے لئے کسی دشواری کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔

ابلیس فاوسٹ کی طرف دیکھتا اور مسکراتا ہے، فاوسٹ، فلسفہ، طب اور الہیات کا استاد ہے۔ ابلیس اس کو گمراہ کرنے کا اعلان کرتا ہے، دونوں میں تلخ گفتگو ہوتی ہے فاوسٹ ایک عہد نامہ پر اپنے خون سے دستخط کرتا ہے کہ ابلیس ہمیشہ اس کا غلام رہے گا، صرف مرنے کے بعد وہ اس کے جسم کا مالک ہوگا۔

ابلیس اس کو جوان بناتا اور مختلف مناظر دکھلانے کے بعد اس کو ایک گرجا کے قریب لیجاتا ہے، جہاں اس کی نظریں مارگریٹ سے لڑتی ہیں اور وہ اس پر عاشق ہوجاتا ہے دونوں عہد و پیمان کرتے ہیں، ابلیس فاوسٹ کو خواب آور دوا کے نام سے زہر دیتا ہے جو مارگریٹ اپنی ماں کو پلا دیتی ہے اور رات فاوسٹ کے ساتھ بسر کرتی ہے، ابلیس اس راز کو آشکارا کرتا اور مارگریٹ کے بھائی ونسٹائن کو فاوسٹ کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتارتا ہے

ابلیس فاوسٹ کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لیجاتا اور حیرت انگیز مناظر دکھلاتا ہے ہیلین کے بعد قلوپطرہ اور پھر مارگریٹ دکھائی دیتی ہیں، مارگریٹ کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ہیں اسکا بچہ اس کے پیروں میں پڑا ہوا ہے، مارگریٹ افسوس کرتی اور کہتی ہے کہ جس سزا کی وہ مستحق تھی اسے مل گئی اور غائب ہو جاتی ہے۔ ابلیس فاوسٹ کو جیل خانہ لیجاتا ہے، جہاں مارگریٹ اپنے بچہ کے ساتھ قید ہے وہ مارگریٹ کو آزاد کر دیتا ہے لیکن وہ قید خانہ سے باہر نکل کر مر جاتی فاوسٹ غصہ میں ابلیس کو رخصت کر دیتا ہے

کچھ عرصہ بعد ابلیس اپنی اصلی پوشاک میں فاوسٹ سے ملتا اور اسے وعدہ یاد دلاتا ہے۔ فرشتے مارگریٹ کی طرح اس کی روح کو بھی آسمان کی طرف لیجاتے ہیں

زہرا بیگم

۱۔ مال خاتون

مال خاتون

یہ مختصر ڈراما دس سین پر مشتمل ہے
کتاب پر تاریخ سنہ ۱۹۲۶ء درج ہے

پلاٹ:۔ سلطان سلیم مسند خلافت پر بیٹھتے ہی اپنے پندرہ سوتیلے اور ایک سگے بھائی کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے اس کے بعد وہ اپنی ماؤں کو تہ تیغ کرتا ہے، لیکن الوارث اور اسکی ماں بچ جاتے ہیں، دونوں ایک نامعلوم جگہ پر زندگی کے دن گزارتے ہیں، الوارث جوان ہوتا ہے، اس کی ماں اس کو ایک انگوٹھی دیتی اور سارا قصہ بیان کرتی ہے

اسی زمانہ میں سلطان سلیم ایک حسین دوشیزہ مال خاتون پر عاشق ہو جاتا ہے، وہ پالکی بھیج کر اس کو اپنے محل میں طلب کرتا ہے۔ ایک بار پالکی ٹوٹ جاتی ہے، الوارث امداد کرتا ہے، مال خاتون محل پہنچ کر گونگی ہو جاتی ہے، حکیم بلائے جاتے ہیں۔ الوارث بھی حکیم بنکر جاتا ہے۔ وہ سلیم کو گرفتار کرتا اور بھرے دربار میں قتل کرنے کے بعد تخت حکومت پر بیٹھتا ہے۔

زیبا۔ لالہ کشن چند

۱۔ کایا پلٹ۔ عرف اچھوت ادھار

۲۔ دان ویر کرن

۳۔ سیواجی مرہٹہ عرف آفتاب مہاراشٹر

۴۔ آفتاب راجستھان

۵۔ انقلاب زندہ باد

۶۔ آفتاب عصمت

۷۔ بیوی اور بیسوا

۸۔ دہرم ادہرم یدھ

۹۔ دیش دیپک

۱۰۔ دیو سنگرام

۱۱۔ زخمی پنجاب

۱۲۔ ستیہ وان ساوتری

۱۳۔ شروَن کمار

۱۴۔ شہید سنیاسی

۱۵۔ شہید عزیز

۱۶۔ قومی تلوار

۱۷۔ کرشن اوتار

۱۸۔ کرشن سداماں

۱۹۔ گریجویٹ مزدور

۲۰۔ لنگوٹی والا

۲۱۔ نورتن بھارت

آفتاب عصمت زیبا صاحب نے اپنے "دیباچہ" میں ہندستانی خواتین کی خوبیاں بیان کی ہیں

پلاٹ :۔ راجہ اشوپتی عبادت میں مصروف ہے شنکر جی اس سے کہتے ہیں کہ جو مراد وہ چاہے وہ مانگ لے، وہ اولاد مانگتا ہے شنکر جی کہتے ہیں کہ اولاد اس کی قسمت میں نہیں ہے وہ ساوتری دیوی سے رجوع ہو۔ راجہ سمادھی لگاتا ہے۔ ساوتری اس کو کنیا کی خوش خبری دیتی ہے، راجہ اپنی بیٹی کا نام ساوتری رکھتا ہے۔

اسی وقت راجہ ورِدھی اور راجہ دولت سین میں جنگ ہوتی اور راجہ دولت سین کو شکست ہوتی ہے راجہ وردھی دولت سین اور اس کی بیوی سو بھاسا کی آنکھیں نکلوا لیتا ہے دونوں اپنے بیٹے ستیہ وان کے ساتھ جنگل کی راہ لیتے ہیں

ساوتری ملک کا دورہ کرتی ہوئی ستیہ وان سے ملتی۔ اور اس سے شادی کرتی ہے ستیہ وان کی ایک سالہ زندگی پوری ہوتی ہے، سانپ اس کو ڈس لیتا ہے، ساوتری اس کی روح کو واپس بلاتی ہے دونوں پرمسرت زندگی بسر کرتے ہیں

بیوی اور بیسوا۔ پلاٹ :۔ رام ناتھ اپنی اکلوتی بیٹی سوبھدرا کی شادی ایک مالدار شخص پرمودھ سے کر دیتا ہے۔ وہ ایک جلسہ میں نسیم نامی طوائف کو بلاتا ہے پرمودھ نسیم سے عشق بازی کرتا اور دو سو روپے ماہوار پر اسے ملازم رکھ لیتا ہے، پرمودھ کا باپ اسی غم میں مر جاتا ہے، رام ناتھ بھی بیمار پڑتا اور زندگی سے بے آس ہو جاتا ہے پرمودھ نقد روپیہ صرف کرنے کے بعد سوبھدرا کے زیورات پر زندگی بسر کرتا ہے۔ جب سوبھدرا کے زیورات بک جاتے ہیں تو پرمودھ کی ماں دمکلا، اس کو گھر سے نکال دیتی ہے سوبھدرا اپنی بدقسمتی پر آنسو بہاتی ہوئی دریا میں ڈوب کر مرنا چاہتی ہے لیکن ایک ملاح اس کو بچا لیتا ہے۔

پرمودھ اپنی دولت برباد کرنے کے بعد نسیم کی ملازمت اختیار کرتا ہے، ایک دن نسیم کے بالاخانہ پر قتل ہو جاتا ہے۔ نسیم پرمودھ کو قاتل ٹھہراتی ہے۔ سوبھدرا انیتا آشرم کی بد کاریاں دیکھ کر ملازمت کی تلاش میں جاتی اور اپنی سہیلی سرد بالا اور اسکے شوہر پرشوتم سے ملتی ہے، پرشوتم آشرم کے منتظمین کو گرفتار کراتا ہے، پرشوتم کے سامنے پرمودھ کا مقدمہ پیش ہوتا ہے، عدالت اس کو پھانسی کا حکم دینا چاہتی ہے کہ سائیں داس (اصل قاتل) اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے، پرمودھ چھوڑ دیا جاتا ہے

دان ویر کرن۔ پلاٹ :۔ مہاراجہ دھرت راشٹر کے حکم سے ہستناپور میں ایک انگ شالہ کا اجلاس ہوتا ہے، مقصد یہ ہے کہ کورو اور پانڈو اپنی اپنی قوت کا اظہار کریں۔ ارجن کی تیر بازی کے بعد کرن میدان میں اترتا ہے لیکن ارجن یہ دیکھ کر کہ وہ چھتری نہیں ہے مقابلہ سے انکار کرتا اور چلا جاتا ہے۔ دریودھن کرن کو انگ دیش کا راجہ بناتا اور تاج پہناتا ہے

کرن کو چونکہ اپنے ماں باپ کا پتا نہیں ہے اس لئے وہ بے حد فکرمند ہوتا اور خودکشی کرنا چاہتا ہے کہ نارد جی اور سوریہ بھگوان اس کو آکر بتلاتے ہیں کہ وہ راجکمار نہیں ہے کرشن جی خود کرن کی آزمائش کرتے ہیں، کرن کسی سائل کو واپس نہیں بھیجتا اور کرشن جی کو جو ایک فقیر کے لباس میں آتے ہیں اپنا محل جس میں ستر دروازے چندن کے ہیں دیدیتا ہے۔ اندر یہ دیکھ کر ارجن سے کہتا ہے کہ وہ فقیر کے بھیس میں جائے اور سوریہ بھگوان کی دی ہوئی کنڈلی اور کوچ مانگے، اگر اس نے دیدیئے تو وہ پانڈوں پر فتح نہیں پا سکے گا۔ اگر انکار کیا تو اس کا دہرم نشٹ ہو جائیگا

سوریہ بھگوان کرن کو اس کی اطلاع دیتے اور کہتے ہیں کہ وہ دونوں چیزیں دیکر اندر سے شکتی مانگے، کرن اندر کو اور اندر کرن کی مطلوبہ چیزیں دیدیتے ہیں۔ کرشن جی کنتی کو بھیجتے ہیں کہ وہ پرشورام کے دیئے ہوئے پانچوں بان مانگ لائے، کرن دیدیتا ہے

جنگ شروع ہوتی ہے۔ کرن کے رتھ کا پہیہ زمین میں دھنس جاتا ہے، وہ اتر کر پہیہ نکالتا ہے ارجن کرن کو بان سے مارتا ہے، کرشن جی اور ارجن سادھوؤں کے لباس میں اس کے پاس جاتے اور دست طلب دراز کرتے ہیں۔ کرن اپنے دانت پر چڑھا ہوا سونا نکال کر آسمان پر تیر چلاتا اور دہو کر کرشن کو دیتا ہے۔ کرشن جی ظاہر ہوتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ کرن کہتا ہے کہ چونکہ وہ کنواری کے بطن سے پیدا ہوا ہے اس لئے وہ پاک جگہ پر مرنا چاہتا ہے، کرشن جی اس کو ہتھیلی پر بھسم کر کے تاپتی کے سپرد کر دیتے ہیں

دیوسنگرام اس ڈرامہ میں بتلایا گیا ہے کہ ایک مہاتما پرش یعنی مہاتما دودھگت کس طرح دہرم کے مقابلہ میں دنیا کی ساری جاہ و حشمت، دولت اور عیش و عشرت پر لات مارتے ہوئے سیوک کس طرح ملک و قوم پر قربان ہوتے ہیں، مائیں اپنے پتروں اور پتریوں کو کس طرح ملک پر قربان کر کے اپنی قسمت پر ناز کرتی ہیں آخر میں گیتا کا منوہر اپدیش اور دہرم کی جے کے نظارے پیش کئے جاتے ہیں

شہید سنیاسی شری شردہانندجی مہاراج نے ہندو جاتی اور ملک کے لئے کیسے کیسے کشٹ سہے اس کا ذکر شہید سنیاسی میں کیا گیا ہے، اس میں سوامی جی کے کام۔ دہرم پرچار گورو کل دیش بھگتی اور شدھی کے مکمل حالات بیان کئے گئے ہیں، یہ ڈرامہ حکومت نے ضبط کرلیا تھا لیکن بعد میں اس کی اشاعت کی اجازت دیدی گئی۔

شہید وطن عرف تیاگی جیون

ڈراما کے ابتدائی ۳۲ صفحات پر پنڈت موتی لال نہرو اور ان کے خاندانی حالات درج ہیں اس کے بعد اصل ڈرامہ شروع ہوتا ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہے اول زردار نہرو دوم نادار نہرو

پلاٹ:- پنڈت موتی لال نہرو عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں، ان کو رات کے وقت بھارت ماتا خواب میں دکھلائی دیتی ہیں، وہ ان سے قربانی طلب کرتی ہیں موتی لال ملک و قوم کے لئے اپنی زندگی وقف کردیتے ہیں، وہ گاندھی جی کے پرستار بن کر ملک کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں

سیواجی مرہٹہ عرف آفتاب مہاراشٹر۔

کتاب کے اندرونی حصہ میں اس کا نام اس طرح درج ہے "آفتاب مہاراشٹر عرف چھترپتی سیواجی"

زیبا صاحب اپنے ڈرامہ کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"میری نظروں سے ایک پستک "سیواجی اور روشن آرا" گزری ہے، اپنی طرف سے مصنف نے اپنے کٹر ہندو ہونے کا ثبوت دیا ہے لیکن اس نے یہ سمجھنے کا اریوگ نہ کیا کہ اس کی غلط بیانی سے ہندو قوم پر کیا داغ آرہا ہے، اورنگ زیب کی لڑکی روشن آرا پر سیواجی مہاراج کا فریفتہ ہونا، روشن آرا کا گربھوتی ہونا اور اس کے اور سے سمبھاجی کا ہونا یہ سب کی سب ایسی لچر اور فضول باتیں ہیں جو نہ صرف من گھڑت اور

بناوٹی ہیں بلکہ سیواجی جیسے مہاپرش کے پوتر اچاریہ پر نہایت گندہ اور کمینہ حملہ کرتی ہیں

زیبا نے اس لئے ضروری سمجھا کہ سیواجی کا ڈراما لکھ صحیح واقعات پیش کئے جائیں۔

پلاٹ: سیواجی قلعہ میں محصور ہے، سپہ سالار بیجاپور دا افضل خان، اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے پڑا ہے، سلطان بیجاپور نے شیواجی کے باپ کو طلب کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو لکھے کہ وہ ہتھیار ڈال دے مگر سیواجی کی ماں اس سے کہتی ہے کہ وہ ملک کی عزت، گائے کی حفاظت اور ہندو عورت کی خاطر ہر قیمت پر یہ جنگ جاری رکھے، سلطان پنڈت گوپی ناتھ کو شیواجی سے ملنے کے لئے بھیجتا ہے، شیواجی افضل خان سے تنہا ملتا اور دھوکہ سے اُسے قتل کر دیتا ہے وہ راستہ میں روشن آرا کی سواری روک لیتا اور دھوکہ سے شائستہ خان پر حملہ کرتا ہے وہ گرفتار ہوتا لیکن اپنے ساتھیوں کی امداد سے فرار ہو جاتا اور راجہ بننے کا اعلان کرتا ہے۔

قومی تلوار اس میں جنگ جرمن اور بعد کے واقعات پر تبصرہ ہے۔ یہ حقیقت کا فوٹو ہے اور واقعات عالم کا مرقع ہے اس کے مطالعہ سے انسان اپنی بے بسی اور بے کسی پر افسوس کرتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اس کا صرف ایک ہی علاج ہے: اسپیوگ کی قومی تلوار

کایا پلٹ عرف اچھوت ادھار: زیبا صاحب کے اپنے "دیباچہ" میں مشورہ دیا ہے کہ اگر وہ دنیا میں باعزت زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو دیہرم اور ادہرم کے جھگڑوں سے باز رہیں

پلاٹ:۔ ایک غریب اچھوت عورت مر جاتی ہے اس کی لڑکی کسم در بدر

کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اس کو آخری منزل پر پہنچانے کا انتظام کرتی ہے ہندو کسی قیمت پر اسے چھونے کے لئے تیار نہیں ہوتے اودے شنکر برہمن کا بیٹا پیارے شنکر جو بیرسٹر ہے اس کی کریا کرم کرتا اور کسم کو اپنے گھر میں جگہ دیتا ہے، برہمنوں کی جماعت پنچایت کی پگڑی اودے سنگھ کی بجائے رادھے لال کے سر پر رکھتی ہے چونکہ رادھے لال نے اودے شنکر کو بدنام کرنے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا اس لئے وہ اس کو نیچا دکھانے کی قسم کھاتا ہے

رادھے لال کا لڑکا گوپی ناتھ جو کالج میں پڑھتا ہے کسم پر عاشق ہو جاتا ہے، پیارے شنکر جب تیرتھ سے واپس آتا ہے تو کسم کو پرتھوی ناتھ کے یہاں بھیج دیتا ہے، گوپی ناتھ اس کو برہمن کی لڑکی سمجھ کر اس سے شادی کر لیتا ہے. جب گوپی کی بہن کی شادی ہیمنت بیرسٹر کے لڑکے کے ساتھ قرار پاتی ہے اودے شنکر اس کو اطلاع دیتا ہے کہ گوپی کی عورت اچھوت ہے، گوپی کسم سے بگڑ جاتا ہے، لیکن اس سے تعلقات منقطع کرنا بھی پسند نہیں کرتا برہمنوں کی پنچایت رادھے لال کے سر سے بھی صدارت کی پگڑی اتار لیتی ہے۔

آخر میں جانکی ناتھ کے سمجھانے سے برہمن اپنے دروازے اچھوتوں کے لئے کھول دیتے ہیں۔

کرشن اوتار۔ عرف مرلی منوہر

زیبا صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں:۔

بھگوان تریلوکی ناتھ سے اپنے بھگتوں کی یہ درد شانہ دیکھی گئی اور کرشن روپ سنسار میں پرگٹ ہو کر پرتھوی کا ادھار کیا...... وہ آیا اپنا چکر سدرشن دھار کر آیا اور ایک ہی کیا ہزاروں ہی کنسوں کی ہستی کو مٹا کر چلا گیا۔ آج بھی بھارت ماتا کی گود اس کے لئے ترستی ہے.... آج بھی اس دیو بھومی کے کان اسی مرلی منوہر کی دھن سننے کو ترستے ہیں اس لئے میں بھی اپنے اٹل پریم اور اگادھ شردھا سے اس کی مدھر بنسی

کے گن گان ناٹک روپ سے کرنا چاہتا ہوں۔

ڈراما کی ابتدا پرانے طریقہ پر دیو کی اور گنس سے کی گئی ہے اس کے بعد کرشن جی کے حالات پیش کئے گئے ہیں۔ کتاب پر ۱۹۴۵ء بار اول درج ہے

مندرجہ بالا کتاب کے آخری صفحہ پر مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے

کرشن سداماں بھگوان سری کرشن جی مہاراج اور سداما بھگت کی دوستی کا رقت انگیز نظارہ اور مہاراج ادھیراج کا ایک کنگال کے ساتھ اگادھ پریم پرانی دوستی کے انگ کا پالن

لنگوٹی والا اس ڈرامہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ اہنسا کے اوتار گوتم بدھ لنگوٹی والا نے اس سے پہلے جنم میں کس طرح جنگ و جدال کا خاتمہ کر دیا تھا

نوین بھارت بھگت کبیر کی سوانح ان کے خیالات اور اپدیشوں کا مجموعہ ڈرامہ کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، اس میں ہندو مسلم اتحاد کے نظارے بھی ہیں۔

زین العابدین۔ محمد

ا۔ فکر مت کرو

س۔ ر۔ ک

ا۔ نیرنگ

ساغر نظامی صمد یار خان چشتی

صمد یار خان نام۔ ساغر تخلص ۔ وطن باندہ۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۰۵ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ڈاکٹر احمد یار خان وارثی علی گڑھ کے مشہور لوگوں میں سے تھے جن کی حکیمانہ قابلیت کا شہرہ دور دور تھا۔ ان کا سارا خاندان ڈاکٹر کے نام سے مشہور تھا۔

ساغر کو زمانہ طالب علمی ہی میں شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں حضرت سیماب اکبر آبادی کے زمرہ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ استاد کی توجہ اور اپنی ذہنی، دماغی اور خداداد قابلیت سے بہت جلد ترقی کر گئے۔ دور حاضرہ کی ادبیات اور انشاپردازی کے مطالعہ نے ان کو جدید شاعری کے رموز سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ ان کے اشعار میں جہاں مشرق کی پرواز خیال ہے وہاں مغرب کی جدت پسندی کا رنگ بھی نمایاں ہے قدر دانان سخن کی جانب سے آپ کو نسیم الکلام کا خطاب ملا ہے اور تمغے بھی ملے ہیں، پڑھنے کا انداز نہایت دلکش ہے، خواجہ حسن نظامی دہلوی کے مرید ہیں [1]

آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے تصنیف و تالیف اور مرتب کئے۔

۱۔ انسان	۱۹۲۵ء
۲۔ دولت	۱۹۲۹ء
۳۔ وادیاں	۱۹۴۴ء
۴۔ شکنتلا (منظوم)	۱۹۶۰ء

آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [2]

دولت یہ ڈراما ۱۹۲۹ء میں لکھا گیا اور ۱۹۳۹ء میں نواب صاحب رامپور کے ہاتھ فروخت کیا گیا

وادیاں یہ ان پندرہ ڈراموں کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً ایشیا میں شائع ہوئے ان میں سے گیارہ اوریجنل ... ہیں اور چار ترجمے۔ یہ گلدستہ کتب خانہ تاج آفس

---

[1] خمخانہ جاوید۔ مرتبہ لالہ سری رام۔ جلد چہارم۔ بار اول ۱۹۲۶ء ص ۲۰
آج کل۔ ماہانہ۔ دہلی۔ ۱۵ اپریل ۱۹۴۵ء "ساغر اور زندگی کی نئی قدریں" از مرزا ارشاد بیگ۔

[2] (۱) بزم ساغر (۲) میخانہ (۳) افسانہ ثریا
(۴) بادہ مشرق (۵) شبابیات (۶) صبوحی

بمبئی نے ۱۹۴۰ء میں شائع کیا۔

سالک بٹالوی۔ عبدالمجید

عبدالمجید سالک کے انتقال سے ایک ایسا شخص اٹھ گیا جس نے صحافت، مزاح نگاری معاشرتی اور سیاسی مضمون نگاری میں بہت ممتاز درجہ حاصل کیا تھا، وہ بہت ہی مقبول انشاء پرداز تھے اور اردو زبان کی جو خدمت انہوں . . . نے کی وہ کبھی فراموش نہیں کیجا سکتی ۲۷ ستمبر ۱۹۵۹ء کو بعمر پینسٹھ سال لاہور میں انتقال ہوا

آپ نے مندرجہ ذیل ڈراما لکھا

۱۔ چترا یہ بنگالی سے ترجمہ ہے

سالک علیم الدین۔ بی اے

۱۔ جرم وفا

۲۔ برق غضب

سبط حسن۔

۱۔ تین مختصر ڈرامے

تین مختصر ڈرامے

یہ تینوں مختصر ڈرامے (۱) قرض (جاپان) (۲) گوگول (روس) اور (۳) موچی کالڑکا (روس) "نئی تصویریں" مرتبہ سجاد ظہیر کے مجموعہ میں شامل ہیں (۱) قرض۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ جاپانی درندے کس طرح چینیوں اور برمیوں کو قتل کرتے ہیں، اس بربریت کا مقصد یہ ہے کہ شہنشاہ جاپان کیلئے نئے ممالک حاصل کئے جائیں۔ اس ڈرامے میں ایک ڈائری کے چند اوراق پیش کئے گئے ہیں۔ اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح جاپانیوں نے دوسرے ممالک کو فتح کیا اور ظلم ڈھائے

(۲) گوگول۔ نازیوں نے جب روس کے مشہور ناول نویس گوگول کے وطن پر قبضہ کیا تو اس کے مکان کو جسے حکومت روس نے عجائب خانہ بنا دیا تھا جلا کر خاکستر کر دیا۔

۱۔ چیخو

نازیوں نے اسی طرح ٹالسٹائی اور پشکین کے کتب خانوں کو تباہ و برباد کیا اس تباہی و بربادی کے باوجود روس کی آنے والی نسلیں اپنے ادیبوں اور شاعروں کو یاد رکھیں گی۔

(۲) موچی کا لڑکا۔ اس میں صدر جمہوریہ روس۔ موسیو اسٹالن کی سوانح عمری درج ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک موچی کا لڑکا ترقی کرتے کرتے ملک کا سب سے بڑا عہدہ دار بن گیا۔ اس کو اس منزل پر پہنچنے کے لئے کس طرح آٹھ بار جیلخانہ اور سات بار جلاوطن ہونا پڑا۔

سجاد ظہیر۔ سید۔ بیرسٹر ایٹ لا

۱۔ بیمار

۲۔ نئی تصویریں

بیمار پلاٹ:۔ شام کا وقت ہے، عزیز اپنے کمرے میں ایک کوچ پر پڑا ایک کتاب کے اوراق الٹ پلٹ کر رہا ہے، چونکہ چاے کا وقت گزرا جا رہا ہے اس لئے بیحد ناراض ہے، وہ اپنے ملازم بدل سے اس کی وجہ دریافت کرتا ہے وہ جواب دیتا ہے کہ وہ بشیر صاحب کی دوا لینے کے لئے گیا تھا۔ عزیز کی بیوی سلیمہ آتی ہے دونوں میں گرما گرم گفتگو ہوتی ہے۔

بشیر دونوں کی باتیں سنکر تفریح کے بہانے گھر سے جاتا ہے، سلیمہ فوراً نوکر کو اسے بلانے کے لئے بھیجتی ہے۔ وہ آتا ہے عزیز اور بشیر میں دل شکن گفتگو ہوتی ہے، جس میں عزیز اشارہ کرتا ہے کہ مریض کے لئے بہترین جگہ ہسپتال ہے۔ بشیر کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ آخری ہچکی لے کر اس جہان فانی سے رخصت ہو جاتا ہے، سلیمہ ایک چیخ مار کر گر پڑتی ہے، وہ آہستہ آہستہ یہ کہتے ہوئے اٹھتی ہے کہ بشیر تو زندہ ہے لیکن عزیز مر گیا۔

نئی تصویریں یہ آٹھ مختصر ڈراموں کا مجموعہ ہے جسے سجاد ظہیر نے مرتب کیا۔ اس میں کمیونسٹ پارٹی کے ترقی پسند ادیبوں مثلاً سردار جعفری سبط حسن اور رشید جہاں کے شاہکار درج ہیں

"پیش لفظ" سید سجاد ظہیر کے قلم سے ہے جس میں ترقی پسند ادب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب پر تاریخ "ار ستمبر ۱۹۴۲ء درج ہے۔

سحر بریلوی۔ پنڈت ہر نرائن

ا۔ اٹھتا جنازہ

اٹھتا جنازہ پنڈت جی مرزا نوشاہ عالم آخر بریلوی کے شاگردوں میں سے تھے

یہ ڈراما بیتاب دہلوی کے "حسن فرنگ" سے ماخوذ ہے۔

پلاٹ:۔ شاہ فارس اپنی ملکہ کے ساتھ باتیں کر رہا ہے کہ سلطان روم کا قاصد آتا اور اپنے شاہزادے برجیس قدر کا پیغام شہزادی حور لقا کے لئے دیتا ہے۔ شاہ فارس اپنی بیٹی حور لقا۔ اس کی دائی اور دائی کی بیٹی حرفہ۔ ناظم و قاسم سپاہی اور مستا باورچی کیساتھ دارالسلطنت روم کو روانہ کر دیتا ہے

راستہ میں دائی کی نیت خراب ہو جاتی ہے اور وہ سپاہیوں کو پچاس ہزار روپے کا لالچ دیکر شہزادی کو قتل کرنیکا حکم دیتی ہے۔ سپاہی کپڑے اتار کر اسے آزاد کر دیتے ہیں۔ دائی یہ مشہور کر دیتی ہے کہ حرفہ غائب ہو گئی اور حرفہ کو شہزادی کے کپڑے پہنا کر روم لیجاتی ہے دائی یہ خیال کرکے کہ مستا باورچی چغلی نہ کھائے اسکی شکایت کرکے اسے جیل بھجوا دیتی ہے

شاہزادہ برجیس قدر حرفہ کو دیکھ کر شک کرتا اور شاہ فارس کو شناخت کیلئے بلاتا ہے، وہ مستا باورچی کو بھی شہزادی کی تلاش میں بھیجتا ہے۔ راستہ میں اسکو قاسم و ناظم مل جاتے ہیں اور وہ دونوں کو اندھا کر دیتا ہے، وہ دائی کو گرفتار کرکے بادشاہ کے

حضور میں پیش کرتا ہے، شاہزادہ بہ جبیں قدر کی شادی شہزادی حورلقا سے ہو جاتی ہے

سحر عشکامی۔ اقبال ورما۔

۱۔ نیرنگ سحر۔ بطرز مثنوی

سدرشن۔ پنڈت بدری ناتھ۔

۱۔ اندھے کی دنیا

۲۔ آنریری مجسٹریٹ ۱۹۲۳ء

۳۔ دیانند

۴۔ عورت کی محبت ۱۹۲۳ء

۵۔ قوم پرست

۶۔ محبت کا انتقام

۷۔ مہابھارت

۸۔ رنجیت سنگھ

آنریری مجسٹریٹ سدرشن صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔ یہ ڈراما اردو میں بالکل نئی چیز ہے اس کا طرز تحریر مروجہ ناٹکوں سے جداگانہ ہے، نہ اس کی نثر مقفیٰ ہے نہ اس میں قدم قدم پر اشعار ہیں کہ یہ دونوں باتیں فن ڈراما نویسی کے خلاف ہیں۔

یہ ڈراما ۱۹۲۳ء میں پہلی بار شائع ہوا۔ اس میں دکھلایا گیا ہے کہ کس طرح دوان پڑھ سرمایہ دار جب لاہور کے آنریری مجسٹریٹ بنا دیے جاتے ہیں تو قدم قدم پر اپنی حماقت اور جہالت کا ثبوت دیتے ہیں

عورت کی محبت یہ بنگال کے مشہور ڈراما نویس بابو دویجیندر لال رائے کے مشہور

ڈرامہ "پر پارسے" کا اپنایا ہوا ترجمہ ہے جو ۴ر اگست ۱۹۲۳ء کو شائع ہوا۔

پلاٹ :- ایک شریف بیوہ (لاجونتی) رام پیاری پر گھریلو تعلیم کے سلسلہ میں سختی کرتی ہے۔، چمن لال اپنی ماں کو جواب دیتا ہے۔ رام پیاری اپنی ساس سے معافی مانگتی ہے۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی شہر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ایک سال گزر جاتا ہے چمن لال واپس نہیں آتا۔ لاجونتی کا انتقال ہو جاتا ہے۔

چمن لال کے اخراجات کے لئے اس کا خسر پانچ سو روپے بھیجتا ہے۔ اس میں سے وہ چار سو روپے ماہانہ ایک طوائف کو دیدیتا ہے۔ بقیہ اپنی ذات پر صرف کرتا ہے۔ رام پیاری بھوکوں مرجاتی ہے۔ اس کا بیٹا تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے۔ دینا ناتھ چمن لال کے خسر کو اِن حالات سے مطلع کرتا ہے۔ دونوں میاں بیوی رام پیاری کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں منی رنڈی رام پیاری کو منع کرتی ہے کہ وہ چمن لال کو ایک پیسہ نہ دے چمن لال اس کو گولی مار دیتا ہے۔ وہ مرجاتی ہے۔ چمن لال گرفتار ہو جاتا ہے۔ منی عین وقت پر حاضر ہوتی ہے۔ چمن لال رام پیاری سے ملتا ہے۔

محبت کا انتقام

اس ڈرامہ کے ہندی اڈیشن پر پنجاب ٹکسٹ بک کمیٹی نے مصنف کو پانچ سو روپیہ انعام دیا تھا۔ سدرشن صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔ "اس ڈرامہ کا پلاٹ جین کتب سے لیا گیا ہے۔ سکھدا کا کیرکٹر بالکل فرضی ہے۔ اسی طرح ودیت پربھ کی سازشیں مصنف کے دماغ کی اختراع ہیں"

پلاٹ:۔ امرت پور کی راجکماری سکھدا پرلا دوریا دھر کے راجکمار پون سے محبت کا اظہار کرتی ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ وہ مہد پور کی راجکماری انجنا کو دل دے چکا ہے اور شادی کی بات بھی پکّی ہو چکی ہے۔ راجکمار اپنے مصاحب ایوشن کے ساتھ انجنا کو دیکھنے کے لیے جاتا اور اس کے باغ میں کسی سہیلی کی زبان سے اپنی بُرائی سنکر یہ عہد کرتا ہے کہ وہ بارہ برس تک اپنی بیوی سے بات چیت نہیں کرے گا۔

ودیت پربھ ایک راجکمار جو سکھدا سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن جسے سکھدا نے صاف جواب دیدیا تھا۔ پون پر غصّہ ہوتا ہے۔ سکھدا پون اور انجنا سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے ودیت پربھ سے ملتی ہے۔ دونوں مل کر انجنا اور پون کو ختم کردینا چاہتے ہیں لیکن محبت کے یہ دیوتا اپنی محبت میں ثابت قدم رہتے اور آلام و مصائب کے بعد ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔

وجے سنگھ

یہ بنگال کے مشہور ڈراما نویس بابو دویجیندر لال رائے کے ڈرامہ وجے سنگھ کا ترجمہ ہے۔ سدرشن صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔ "یہ ناٹک اردو داں حضرات کے روبرو رکھتے ہوئے مجھے مسرت کرنا ہے کہ یہ اپنی قسم کی بالکل نئی چیز ہے۔ اس سے پیشتر جو ناٹک اردو میں شائع ہوئے یا ہورہے ہیں وہ اس سے بہت ہی مختلف ہیں۔ ان میں اشعار اور گانوں کی بھرمار ہے۔ ان ناٹکوں میں ہر شخص گاتا ہے۔ ہر ایک شخص شعر پڑھتا ہے اور کثرت کے ساتھ۔ اس سے اسٹیج کی شان شاید بڑھ جاتی ہو مگر مذاق سلیم اسے پسند نہیں کرتا۔ یہ ڈراما ان نقائص سے قطعی پاک ہے۔

یہ ڈراما بنگال کے شہرہ آفاق ڈراماٹسٹ بابو دوجیندر لال رائے کے ایک ناٹک کا ترجمہ ہے۔ مگر اس میں بہت کچھ ردو بدل کر دیا گیا ہے۔ خیالات میں بھی میرے ناکارہ دماغ کا بہت کچھ حصّہ شامل ہے۔ امید ہے کہ احباب پسند فرمائیں گے۔"

پلاٹ :۔ والی بنگال سنگھ باہو دوسری شادی کرتا ہے جس سے ایک لڑکا سُمر پیدا ہوتا ہے۔ رانی وزیر سلطنت کو تختِ حکومت کا خواب دکھلا کر راجہ کے بڑے لڑکے وجے سنگھ پر ایک برہمن دوشیزہ کو خراب کرنے کا الزام لگا کر جیل خانہ بھجوا دیتی اور اسے قتل کرانے کا انتظام کرتی ہے وجے سنگھ کی بہن سرما اور بیوی لیلا یہ سن کر بہت پریشان ہوتی ہیں۔ سرما اپنے بھائی کی زندگی خیرات مانگتی۔ لیکن وہ انکار کرتی ۔ اور وزیر کو زہر کا گلاس دے کر جیل خانہ بھیجتی ہے۔ لیکن وجے سنگھ اس کے پینے سے انکار کر دیتا ہے رانی وزیر کو زخمی کرنے کے بعد سرما کو قتل کرنا چاہتی ہے کہ وجے سنگھ کا قدیم ملازم بھیرو۔ جواب ڈاکو ہے ــــ آتا اور وجے سنگھ اور سرما کو اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔ بھیرو ایک عوامی فوج تیار کرنے کے بعد راجہ سنگھ باہو پر فوج کشی کرتا اور راجہ کو گرفتار کر لیتا ہے۔ وجے سنگھ دوبارہ اپنے باپ کو مسندِ حکومت پر بٹھلاتا ہے۔ راجہ اسے ملک بدر ہونے کا حکم دیتا ہے اور وہ سیلون چلا جاتا ہے۔

وہ راستہ میں لنکا کی راجکماری ترلوچنا کو ڈوبنے سے بچاتا ہے۔ راجکماری اسے لنکا پر حملہ کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ وہ حملہ کرتا اور لنکا فتح کر لیتا ہے۔ وجے اپنے باپ کو یاد کرتا ہے۔ جسے سندھ کے راجہ نے شکست دینے کے بعد فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور اب وہ جنگل، جنگل مارا پھر رہا تھا۔

وجے اپنے باپ سے ملنے کے لئے جاتا ہے۔ راجہ بھی اپنے بیٹے کو یاد کر کے بہت روتا اور آخر میں سمندر میں کود کر جان دیدیتا ہے۔ وجے بنگال فتح کرنے کے بعد لنکا کے لئے روانہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی جگہ سُمر کو تختِ حکومت پر بٹھلاتا ہے۔ ترلوچنا خودکشی کر لیتی ہے۔

وجے سنگھ کا دل ایک طرف باپ اور دوسری طرف بیوی سے نہ ملنے کے باعث ٹوٹ جاتا ہے۔ اور وہ بقیہ زندگی بھکشوؤں کی طرح گزارتا ہے۔

سردار انور خاں بی اے (علیگ) ایس ٹی سی

۱۔ مفسد ایمان عرف روسی شیطان ۱۹۲۴ء

عرف روسی شیطان

مفسد ایمان یہ ڈراما الیگزو ینڈرا تھیٹریکل کمپنی نے متعدد بار دہلی میں اسٹیج کیا۔ فیض عام پریس علیگڑھ نے اسے ۱۹۲۴ء میں شائع کیا۔ سردار انور نے یہ ڈراما اپنی طالب علمی کے زمانے میں لکھا تھا۔ سردار صاحب فرماتے ہیں۔

"یہ تاریخی واقعات سے متعلق ہے اور قصہ خیالی اور اوریجنل ہے۔ روسی مظالم جس سے مسلمانوں کو قدیم حکومت زارین سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ ان کا تذکرہ اس ڈرامہ میں کیا گیا ہے اس میں ہر قسم کے گانے اور مقفیٰ عبارت۔ رزم و بزم کی جملہ لطافتیں موجود ہیں۔ رومانی اور ظریفانہ دلچسپیاں اور مناسب مقامات پر شاعرانہ نازک بیانیاں اس ڈرامہ کو ادبی معیار سے کہیں گرنے نہیں دیتی ہیں"

سردار بیگم - سیدہ اختر

سیدہ اختر ۱۹ مارچ ۱۹۲۳ء کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئیں۔ ۱۹۳۶ء میں آپ کی شادی خان بہادر شیخ عبدالغنی۔ گورنمنٹ اینڈ آرمی کنٹراکٹر و مالک فرم شمس الدین اینڈ سنز و رئیس اعظم نصیر آباد سے ہوئی۔ آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے۔ آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [۱]

۱۔ اشرفی

۲۔ پرچم اتحاد

سریندر ناتھ سیٹھ

۱۔ الادے

---

[۱] (۱) خرات دل (۲) ستارے (۳) آیات غم (۴) برگ پروانہ (۵) اختر و اقبال (۶) رشک تبسم (۷) گلہائے رنگ رنگ (۸) مے خانہ (۹) گوہر یکدانہ (۱۰) آئینہ عجم (۱۱) تاثرات خاص (۱۲) گلہائے عقیدت (۱۳) انسانیت و درندگی (۱۴) گل صد برگ

سریش چودھری

۱۔ سنتِ تلسی داس ۱۹۴۸ء

سریش چودھری نے یہ تماشا ہندستان تھیٹرز کے لیے ۱۹۴۸ء میں لکھا تھا

سعدی مچھلی شہری۔ سید سعد جعفری الزینبی الطیاری

۱۔ بچہ کا دل اور دوسرے ڈرامے ۱۹۳۵ء

بچّے کا دل اور دوسرے ڈرامے اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل چھ مختصر ڈرامے شامل ہیں۔ جو کم عمر بچوں کے لیے لکھے گئے ہیں۔

۱۔ بچّے کا دل (چار منظر) (۲) خودداری کی حفاظت (پانچ منظر) (۳) مہارانا پرتاب سنگھ، (چھ منظر) (۴) ثریا (تین منظر) (۵) عقلمند قاضی (تین منظر) (۶) بغداد کا حجام (چار منظر) ان میں سے بعض ڈرامے رسالہ ہونہار دہلی۔ رسالہ کنول لاہور۔ رسالہ لیلیٰ لاہور۔ رسالہ باغ و بہار دہلی رسالہ ڈسٹرکٹ گزٹ علیگڈھ۔ رسالہ حکایت لاہور اور رسالہ مونس اٹاوہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

اس کتاب کا مقدمہ "خواجہ حسن نظامی دہلوی نے" دیباچہ "شوکت تھانوی نے" تعارف" سید فرید جعفری مچھلی شہری نے اور "گزارش" مصنف نے لکھی ہے۔ کتاب نواب سر محمد مزمل اللہ خاں والیٔ ریاست بھیکم پور (علیگڈھ) کے نام معنون ہے۔ تاریخ اپریل ۱۹۳۵ء درج ہے۔

سلیم پرتاب گڑھی۔ محمد سلیم

۱۔ شیرِ ہندستان

۲۔ پی کہاں

۳۔ عید ملاپ

محمد سلیم نام۔ سلیم تخلص۔ پرتاب گڑھ سٹی کے رہنے والے۔ جولائی ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ عبدالسبحان کنٹر کٹر تھے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۲۱ء میں کلکتہ گئے اور ایک

سال بعد پارسی الفنسٹن ڈرامیٹک کمپنی میں ملازم ہو گئے اور اسٹیج کے مختلف فرائض انجام دیتے رہے۔ فروری ۱۹۲۷ء میں ہری کرشن پلے کی دی گریٹ ایسٹرن پارسی تھیٹریکل کمپنی میں ملازم ہو کر رنگون گئے اور وہاں "شیر ہندوستان" نامی ڈراما لکھا جس میں عنایت حسین۔ عبداللطیف محمد علی۔ رحمت اور حسینہ وغیرہ نے کام کیا۔

کمپنی بند ہو جانے کے بعد کلکتہ آئے اور میڈن تھیٹرز میں ملازم ہو گئے سن رائز اور ٹالی وڈ پکچروں کیلئے مکالمے لکھے۔ اس کے بعد کورنتھین تھیٹر میں ملازم ہو گئے اور "پی کہاں" اور "عید ملاپ" لکھے۔

۱۹۴۱ء میں جب کلکتہ پر بمباری ہوئی تو اپنے وطن چلے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں پھر کلکتہ گئے۔ وہاں فلمی اداکار یعقوب سے ملاقات ہوئی جو اپنے ساتھ بمبئی لے آئے اور اپنے تماشہ "آئینہ" میں اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام لیا۔ اس کے بعد ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو گوپ پروڈکشنز میں ملازم ہو گئے۔

پی کہاں

یہ ایک سوشل کمیڈی ہے۔ اسے نثار احمد نے ڈائرکٹ کیا۔ اور ماسٹر گاما نے میوزک دیا۔ اس میں ٹیگن کیرکٹر زہرہ عرف مادھوری نے کیا۔ پروہال کا عبداللہ کابلی نے سنیاپتی کا نثار احمد نے۔ دھوندھو مل کا ماسٹر گاما نے۔ چوہالال کا ماسٹر چمپالال نے اور راجکماری پدمنی کا رشیدہ عرف پسپارانی نے۔ رسیلی کا۔ شانتا نے اور جھونڈر کا مرلی نے کیا۔

سندر سنگھ۔ سردار

۱۔ سندریا عرف سندر مکھ

سوندھی ۔ بی ۔ ڈی

۱۔ پانچ ڈرامے

سہائے۔ رادھا سوامی

۱۔ سرن آشرم کا سپوت

یہ سرن آشرم کا شائع کردہ ایک تبلیغی ڈراما ہے

سرن آشرم کا سپوت اس میں آشرم کی خدمات ڈرامہ کی صورت میں پیش کی گئی ہیں۔

پلاٹ :۔ شب (شیو) رام ضعیفی میں شادی کرتا ہے۔ اس کی نئی نویلی دلہن اپنے سوتیلے بچوں پر ظلم کرتی ہے۔ ایک دن اس نے شب رام کو بھی ایسا دھکا دیا کہ وہ گرا اور گرتے ہی مر گیا۔ بہاری لال (لڑکے) اور سوبھی (لڑکی) نے یہ واقعہ دیکھا اور من وعن اہل محلہ سے بیان کر دیا۔ بھوندی اس دن سے بچوں کی اور زیادہ دشمن ہو گئی۔

ایک نیک دل پڑوسی (پریم لال) نے ان بچوں کو "سرن آشرم آگرہ" میں داخل کر دیا لیکن بھوندی نے انہیں وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور آشرم سے مطالبہ کیا کہ اس کے بچے واپس بھیج دے جائیں۔ رائے بہادر بررودھ چند نے جو آشرم سے دشمنی رکھتے تھے بھوندی کا ساتھ دیا اور آشرم پر مقدمہ دائر کر دیا وہ غلط بیانات کے باعث پھنس گیا۔ لیکن اپنی نیک سیرت بیوی کی جدوجہد کے باعث رہا ہو گیا۔

اٹھارہ سال کی عمر میں سوبھی (شوبھاونتی) اور بہاری (پریم بہاری لال) آشرم سے رخصت کر دے گئے۔ لیکن ان کی درخواست پر کہ ان کو آشرم کی خدمت کا موقع دیا جائے اُن کو رکھ لیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد آشرم نے مصنوعی ریشم بنانے کی تجویز پاس کی اور پریم بہاری کو ولایت تعلیم کے لئے بھیجا گیا پریم لندن میں ایک سال قیام کے باوجود کسی کارخانہ میں داخلہ نہ پا سکا لیکن اس کی ملاقات ایک اطالوی خاتون سے ہو گئی جس نے اسے اٹلی بھیجدیا جہاں اسے شاہ اٹلی کی جان بچانے کے عوض ایک لاکھ ڈالر انعام ملے۔ اس سے اس نے آشرم کے لئے مشینیں خریدیں اطالوی خاتون کے ساتھ ہندستان آیا۔ آشرم میں دونوں کی شادی ہو گئی۔

سی جان صاحب

۱۔ فریبِ شیطان

۲۔ شمس و قمر

جان صاحب نے یہ دونوں ڈرامے دی گرانٹ ایسٹرن پارسی تھیٹریکل کمپنی۔ رنگون۔ کے لئے ۱۹۲۶ء میں لکھے تھے جو اسٹیج ہوئے۔ یہ ڈرامے منصف حسین نے ڈائرکٹ کئے اور ان میں پورے اسٹاف نے کام کیا۔

سیتارام۔ لالہ

۱۔ اردو شیکسپیئر عرف اردو ترجمہ کنگ لیر

سیف۔ سیف الدین

۱۔ قیدِ حیات

۲۔ مسافر

شاد ہاشمی بوندوی ——— سید قطب الدین احمد

۱۔ کیفرِ کردار عرف عورت کا پیار

۲۔ فریبِ ہستی عرف عورت کا دل

۳۔ غیبی مدد عرف ہیرے کی چوری

۴۔ انجامِ غفلت

۵۔ کنور سبھا

۶۔ محشرِ خیال

کیفرِ کردار

عرف عورت کا پیار

شاد نے اس سے قبل ۳، ۴، ۵، ۶ ڈرامے لکھے۔

پلاٹ: صوبہ دار ——— سپاہی عزیز کی منگیتر فریدہ کو دیکھ کر عاشق ہو جاتا اور اس

سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ عزیز آڑے آتا ہے۔ صوبہ دار اس کو گرفتار کرنے کے بعد اس پر مقدمہ چلاتا ہے۔ عدالت سے اسے موت کی سزا ملتی ہے۔ اس ناانصافی کی اطلاع شاہ وقت کو ہوتی ہے۔ اور وہ انصاف کرنے کے لئے اس وقت وہاں پہنچتا ہے۔ جب عزیز کو پھانسی دی جانے والی ہوتی ہے۔ وہ عزیز کی بجائے صوبہ دار کو پھانسی دیتا ہے۔ عزیز صوبہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ بادشاہ اس کی شادی فریدہ سے کر دیتا ہے۔

عرف عورت کا دل

فریب ہستی

شاد صاحب "گزارش مصنف" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

اس کا پلاٹ رسالہ "انکشاف" لکھنؤ (سالگرہ نمبر) بابتہ ماہ جون ۱۹۳۰ء کے اس افسانہ سے ماخوذ ہے۔ جسے تین قابل ادیبوں نے اپنی دماغی کاوشوں سے تیار کیا تھا۔"

پلاٹ:۔ باطوم کا حاکم ہمایوں سخت بیمار ہے۔ ولی عہد سلطنت ایرج کا چھوٹا بھائی سلیم وزیر سلطنت صفدر سے ملکر اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ تخت حکومت پر بیٹھے ہمایوں کے مرتے ہی صفدر ولی عہد ایرج اور اس کی چچا زاد بہن پروین (جو اس کی منگیتر ہے) کو گرفتار کر لیتا ہے۔ سلیم پروین سے اظہار محبت کرتا ہے۔ پروین کے انکار پر سلیم اس کو قتل کا حکم دیتا ہے۔ صفدر پروین سے کہتا ہے کہ اگر ایرج تخت سے دست برداری لکھدیگا تو وہ دونوں کو مصر بھجوا دے گا۔ پروین اس پیش کش کو منظور کر لیتی ہے وہ موقع کی منتظر رہتی اور موقع پاتے ہی صفدر کو ہلاک کر دیتی اور جیل خانہ سے فرار ہو جاتی ہے۔ سپہ سالار افواج شاہی پروین کے حکم سے دارالسلطنت پر حملہ کرتا اور سلیم کی فوج کو شکست دیتا ہے۔

ایرج تخت حکومت پر بیٹھتا اور پروین سے شادی کرتا ہے۔

شاطر غزنوی

۱۔ زرتاج

شاہد احمد دہلوی - بی - اے (آنرز)

١- آندھی

٢- پروین و ثریا

٣- ملوجی

٤- کھڑکی

٥- نرگس جمال

پروین و ثریا یہ ڈراما موریس مٹرلنگ کے انگلخان اینڈ سالسٹ کا پاکیزہ ترجمہ ہے

پلاٹ :- اختر اور ثریا دونوں عیش و مسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اختر کی دوست پروین اس سے ملنے کے لئے آتی ہے۔ ثریا انہیں لب بوس ہوتے ہوئے دیکھتی ہے۔ پروین ثریا سے کہتی ہے کہ وہ ایک دن بعد چلی جائے گی لیکن ثریا یہ دیکھ کر کہ اس کا شوہر پروین سے محبت کرتا ہے۔ ایک پرانے مینارے سے گرتی اور جاں بحق تسلیم ہوتی ہے۔

نرگس جمال یہ بھی موریس مٹرلنک کے ڈرامہ "جیرال" کا ترجمہ ہے۔ اس پر فضل حق قریشی اور علامہ مضحک نے "شاہجہاں" میں اور انصار ناصری نے "ساقی" کے سالنامہ جنوری ۱۹۳۴ء میں ریویو کیا۔

شجاعت علی سندیلوی - سید - ایم اے پی ایچ ڈی

١- راکھی

شرر لکھنوی - منسا رام

١- یہودی کی لڑکی ۱۹۲۰ء

شریف بریلوی - مہدی حسن

١- در بے بہا عرف چندر ماہ لقا

۲- تاک جھانک عرف پاک دامن

عرف چندر رامہ لقا

دُرِ بے بہا شریف بریلوی صاحب نے اس ڈرامہ کا پلاٹ اپنے ماموں منشی کریم الدین صاحب بریلوی مرحوم کے ڈرامہ "چترا بکاولی" سے اخذ کر کے بہ فرمائش دُرِ بے بہا اور جناب بابو متر اداس صاحب سب انجینئر ضلع فیض آباد مرتب کیا۔ موصوف اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔

"یہ بکاولی کے قصّہ کا آخری باب ہے۔ جسے مخدومنا۔ استادنا حضرت مولانا منشی کریم الدین احمد نے "چترا بکاولی" کے نام سے نامزد فرمایا ہے۔ میں نے کچھ نام بدل کر اس کا نام دُرِ بے بہا رکھا ہے۔

" مجھکو گویا غرض تھی کہ اس کھیل پر قلم اٹھاتا۔ مگر پارسیاں بھی کا وہ عقیدہ توڑنے کے لئے کہ (منشی کریم الدین کے ساتھ ڈراما نویسی بھی ختم ہو گئی) لکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ وہ یہ سمجھ لیں کہ گو منشی صاحب مرحوم سے زمانہ خالی ہو گیا مگر ان کے نورِ کمال کا آفتاب ویسے ہی چمک رہا ہے یعنی انہوں نے اپنے شاگردوں میں سے اکثروں کو ایسا چھوڑا ہے جو ان کے جیسا رنگ کر دکھا سکتے ہیں اور اپنے مرحوم استاد کی روح کو فرطِ مسرت سے خوش و خرم بنا سکتے ہیں۔

شرما۔ پرسرام

۱۔ مہاراجہ بھرتری

پلاٹ :۔ مہاراجہ بھرتری انصاف کی کرسی پر مسند نشین ہے اور اپنے وزیر سے دریافت کرتا ہے کہ اس کے بھائی راج سین کو جو خون کے جرم میں ماخوذ ہے پھانسی دیدی جائے۔

راجہ اپنی تین سو رانیوں میں سے پنگلا سے بے حد محبت کرتا ہے مگر پنگلا ایک

سائیس کے عشق میں گرفتار ہے۔ اور اپنی کنیز دربدا اور مادھورو کے ذریعہ اسے بلاکر محل میں ملتی ہے۔ اس سے سائیس (اشوپال) کا دماغ خراب ہو جاتا اور وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے۔ ماتحت راجہ سے شکایت کرتے ہیں۔ راجہ تحقیقات کرتا ہے۔

ایک برہمن راجہ کو ایک امر پھل دیتا ہے۔ راجہ یہ پھل اپنی محبوب رانی پنگلا کو دیدیتا ہے۔ رانی اسے اشوپال کو دیدیتی ہے۔ اشوپال اپنی طوائف کو دیتا ہے۔ طوائف انعام واکرام کے لالچ میں راجہ کو پیش کرتی ہے۔ راجہ یہ سن کر کہ اس کی محبوب رانی کا تعلق ایک سائیس سے ہے۔ دنیا سے بیزار ہو جاتا اور راج پاٹ چھوڑ کر گرو گورکھ ناتھ کے پاس جاتا ہے۔ گروجی اسے اپنے ہمراہ محل میں لے جاتا ہے۔ جہاں راجہ —— رانی پنگلا کو "ماں" سے مخاطب کرتا ہے۔

شرما جگناتھ

۱۔ پورن بھگت

۲۔ دروپدی

پورن بھگت

پلاٹ :۔ خاندان بکرماجیت والی سیالکوٹ کا راجہ سالباہن اولاد نہ ہونے کے باعث انتہائی رنجیدہ ہے اس کا وزیر تسلی دیتا ہے۔ اور جوتشی کل بھوشن کو بلاکر راجہ کا مستقبل معلوم کرتا ہے۔ جوتشی بتلاتا ہے کہ راجہ کے محل میں نو مہینے اور دس دن بعد ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بہت مذہب پرست ہوگا۔ راجہ کو چاہیئے کہ وہ بارہ برس تک اس کی صورت نہ دیکھے اور نہ اس سے بات چیت کرے۔

بارہ سال تنہائی میں گزارنے کے بعد پورن اپنی ماں کے پاس جاتا ہے۔ پورن کی سوتیلی ماں اسے دیکھتے ہی عاشق ہو جاتی ہے۔ وہ اس سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہے لیکن وہ انکار کرتا ہے۔ (رانی لونا) راجہ سے شکایت کرتی ہے کہ اس کا بیٹا بہت بدکار ہے۔ راجہ اس کو

ایک اندھے کنوئیں میں پھنکوا دیتا ہے۔

پورن کنوئیں میں بارہ سال تک عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ گرو گورکھ ناتھ اس کو کنوئیں سے نکالتے ہیں۔ وہ کچھ عرصہ اسے اپنے ساتھ رکھتے اور پھر اس کے والدین کے سپرد کر دیتے ہیں۔ لونا کی عیاری ظاہر ہوتی ہے۔ راجہ اسے گلے سے لگاتا اور رانی لونا کو سزا دیتا ہے۔

شرما جے کرشن

۱۔ کالیداس

یہ کالیداس کی سوانح عمری ہے۔ اور اس میں کالیداس اور اس کی تصانیف پر مبسوط تبصرہ کیا گیا ہے۔

شرما۔ ملتانی۔ پنڈت

۱۔ رامائن

شرما جی نے یہ ڈراما نیو البرٹ تھیٹریکل کمپنی آف پنجاب کے لئے لکھا تھا جو سات ڈراپ پر مشتمل ہے۔ یہ ڈراما رات کو ۹ بجے شروع ہو کر صبح آٹھ بجے تک چلتا تھا۔ یہ ڈراما اس قدر مقبول ہوا کہ کمپنی "رامائن والی" کہلانے لگی۔

شفیع الزماں۔ قاضی

۱۔ مصنوعی شوہر[ؐ]

مصنوعی شوہر پلاٹ:۔ پری بانو اپنے شوہر کے انتظار میں ہے۔ اس کا چچا علی مرزا داخل ہو کر اطلاع دیتا ہے کہ وہ آج بھی نہیں آیا پری بانو کی سہیلی دل بانو اپنے شوہر اسعد خاں کے ساتھ آتی اور اس سے قیام کی اجازت مانگتی ہے۔ وہ وعدہ کرتی ہے۔ اسی وقت پری بانو کا شوہر تقی خاں بھی آجاتا ہے۔

[ؐ] ملاحظہ ہو۔ قاضی۔ سرگزشت دز بر خاں لنگراں

اسعد خود کو پری بانو کا شوہر ظاہر کرتا ہے۔ تقی اس سے سخت کلامی کرتا اور پڑوسیوں کو بلاتا ہے۔ پری بانو اسعد کو اپنا شوہر بتلاتی ہے۔

اسی درمیان میں تقی خاں کا تقرر بحیثیت کوتوال ہوتا ہے۔ اسعد خاں کا خاص آدمی بھی آجاتا ہے۔ اسعد تقی خاں سے ایک خط حاصل کر کے اپنی بیوی کے ہمراہ جاتا اور تقی خان سے معذرت کرتا ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں غائب ہو جاتا ہے۔

یہ ڈراما "سرگزشت وزیر خاں لنگراں" سے ماخوذ ہے۔ جس کا ترجمہ لچھمی سروپ دلیتو اور محمد عبدالقوی فانی ایم اے نے کیا

شمشاد سید ایم اے و امین اختر بی اے

۱۔ ریڈیو ڈراما سنہ ۱۹۴۳ء

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں

۱۔ ڈراما۔ ڈرامہ کا نفسیاتی تجزیہ

۲۔ ریڈیو ڈراما اور اسٹیج ڈراما

۳۔ ریڈیو ڈرامے کی خوبیاں

۴۔ ریڈیو ڈرامے کی ضرورت

۵۔ ریڈیو ڈرامے کے متعلق ہدایات

۶۔ ریڈیو ڈرامے کی چند اصطلاحات

نیز اس میں مندرجہ ذیل ریڈیائی ڈرامے شامل ہیں (۱) مجسمہ ساز (یہ ڈراما لاہور سے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۲ء کو نشر ہوا۔ (۲) قربانی (پشاور ۱۲ ستمبر ۱۹۴۲ء) (۳) ڈاکو (پشاور ۲۸ مئی ۱۹۴۳ء) (۴) تخلیق اول (لاہور ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء) ۵۔ ستارہ (لکھنؤ ۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء)

مصنفین "پیش لفظ" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔ "اردو ادب میں ہنوز ڈرامے

کے متعلق کتابوں کا فقدان ہے۔ باوجودیکہ ڈرامہ ایک ایسا فن ہے۔ جس کی جڑوں کو بہترین انسانی دماغ صدیوں سے سینچ رہے ہیں۔ ریڈیو تو ابھی طفل نوزائیدہ ہے۔ اس فن پر قلم اٹھانے کے لئے کئی دفعہ ہمت بندھی اور ٹوٹی"۔

شمس گورگانی

۱۔ بھابی دولہن

۲۔ ترپ چال

۳۔ ننھے کی اماں

شمیم۔ محمد مظفر حسین

۱۔ ریڈیو ڈرامے اور افسانے

شہاب۔ قدرت اللہ

۱۔ سرخ فیتہ

شیر خاں۔ منشی

منشی شیر خاں ملتان کے رہنے والے تھے۔ پنجابی وضع کے کپڑے پہنتے تھے۔ سر پر صافہ۔ لمبا قمیص۔ تہبند۔ اوسط درجہ کی داڑھی۔ وہ بابو نانک چند کی نیو البرٹ تھیٹریکل کمپنی آف پنجاب میں ملازم تھے اور دیوانہ امرتسری کے ہم عصر تھے۔ ۱۹۱۱ء میں اس لائن سے ریٹائر ہو گئے۔ منشی جی نے پرانے ڈرامے از سر نو لکھے اور ان میں ضروری تبدیلیاں کیں۔

۱۔ خونی ہیرا

۲۔ گیان سنگھ

۳۔ گلنار فیروز

۴۔ شکنتلا

۵۔ کالی ناگن

۶۔ حورِ جنّت

۷۔ خداداد

۸۔ قمر الزماں

۹۔ خاندانِ ہامان

۱۰۔ پورن بھگت

۱۱۔ خونی شیرنی

۱۲۔ معصوم شہزادی

۱۳۔ کرن کھیلا

۱۴۔ گلرو زرینہ

شیر محمد خاں۔ خان۔ بی اے۔(علیگ)

۱۔ دولتمند ہندستان

۲۔ سکھیا بھارت

شیدا۔ حاجی محمد

۱۔ عدل ناصر

شیدا محمد

۱۔ دریائی خاتون

دریائی خاتون

یہ ڈراما ہنری البسن[۱] کے "دی۔ لیڈی فرام دی سی" کا خوبصورت ترجمہ ہے۔

پلاٹ:۔ مسز وینگل (ایلڈا) کی سالگرہ ہے۔ ایلڈا کا پرانا دوست ارنہام بھی مدعو ہے۔ وہ ایلڈا کو زمانہ سابقہ کی یاد دلاتا ہے۔ دونوں اپنی جوانی کی باتیں کرتے ہیں۔ وینگل بھی

---

1. IBSEN, HENRIK (1828 – 1906)
THE LADY FROM THE SEA.

آجاتا ہے۔ دوسرے موضوع پر گفتگو ہونے لگتی ہے۔ ونگل اپنی بیوی سے اس کی افسردگی کا سبب دریافت کرتا ہے۔ ایلڈا بیان کرتی ہے کہ کس طرح اس کی ملاقات ایک بحری افسر جانسٹن سے ہوئی تھی۔ اور دونوں نے انگوٹھیاں سمندر میں پھینک کر اور پانی کو گواہ کر کے اپنی شادی کی تھی۔ اب اس کو خطرہ ہے کہ وہ واپس آ کر اس کی مسرور زندگی میں حارج نہ ہو۔

جانسٹن آتا ہے۔ ونگل ایلڈا کو اس کے ساتھ جانے سے روکتا ہے۔ لیکن جس قدر وہ روکتا ہے۔ اسی قدر ایلڈا میں جانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ونگل لاچار ہو کر اس کو جانے کی اجازت دیتا ہے ایلڈا اجازت پا کر اپنے شوہر سے لپٹ جاتی ہے۔ جانسٹن چلا جاتا ہے۔

شیو برت لال

۱۔ ویر راجپوت

صادق سردھنوی

۱۔ لیلیٰ مجنوں

صدیقی۔ باسط سلیم

۱۔ اسلامی ڈرامے

۲۔ الیاس

۳۔ تابانہ

۴۔ طارق

۵۔ میکبتھ [1]

صغیر۔ صغیر احمد خان۔ ایم۔ اے

۱۔ ایک معمولی سی عورت [2]

---

1. SHAKESPEAKE, MACBETH

2. WILD, OSCAR, A WOMEN OF NO IMPORTACE.

یہ آسکر وائلڈ کے ڈرامہ " اے وومن آف نو امپارٹنس"

ایک معمولی سی عورت

کا ترجمہ ہے۔ صغیر صاحب نے اپنے تعارف، میں آسکر وائلڈ کی سوانح۔ اس کی تصانیف اور ڈرامہ کے کرداروں پر روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں ڈرامہ کا خلاصہ بھی درج کیا ہے۔

پلاٹ:۔ جارج ہرفورڈ (لارڈ النگ ورتھ) ریشل (مسز آربتھ ناٹ) سے اظہار محبت کرتا ہے۔ دونوں شادی کا وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن شادی سے قبل ہی ریشل کے لڑکا پیدا ہو جاتا ہے۔ جارج شادی سے انکار کر دیتا ہے۔ ریشل اپنے لڑکے کو لیکر موضع ٹن میں چلی جاتی ہے۔ بیس سال گزر جاتے ہیں۔ ایک موقع پر جارج ایک نوجوان (جیرلڈ) سے ملتا اور اس کو اپنا سکریٹری مقرر کرتا ہے۔ جیرلڈ کی ماں اس کو ملازمت سے منع کرتی ہے لیکن وہ نہیں مانتا۔ راز افشا ہوتا ہے اور جارج جیرلڈ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کی ماں کے ساتھ رہے۔

جیرلڈ ایک امریکی دوشیزہ مس ورسلی سے محبت کرتا ہے۔ جارج مس ورسلی کی توہین کرتا ہے۔ مس ورسلی جیرلڈ سے کہتی ہے کہ وہ جارج کو قتل کر دے۔ جیرلڈ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی ماں اس کو روکتی ہے۔ جیرلڈ اپنی ماں سے کہتا ہے کہ وہ جارج سے شادی کر لے لیکن وہ انکار کرتی ہے۔ مسز ورسلی بھی ریشل کی ہم خیال ہو جاتی ہے۔ جیرلڈ جارج کی ملازمت چھوڑ دیتا اور مس ورسلی سے شادی کر لیتا ہے۔ جارج اپنی بیوی اور بیٹے سے محروم ہو جاتا ہے۔

کتاب "محسنِ زبان اردو کے نام" معنون کی گئی ہے۔

صلاح الدین

ا۔ حسنت نگارام

ضامن علی

۱۔ خانگی سیاست

ضیار سرحدی

۱۔ ڈاکٹر

۲۔ تلاش

۳۔ نگار

ضمیر بریلوی ۔ ضمیر احمد

۱۔ آغاز شجاعت

۲۔ تیغ اسلام

۳۔ خاتون اسلام

۴۔ نردوش ابلا

طارق ۔ عبدالرحمن

۱۔ فرعون

۲۔ حکیم

طاہر میر

۱۔ آج کی دنیا

اس مجموعہ میں دس مختصر ڈرامے شامل ہیں۔

آج کی دنیا "سخنہائے گفتنی" کے عنوان سے الطاف مشہدی صاحب نے مصنف کا تعارف کرایا ہے۔ ڈرامے حسب ذیل ہیں (۱) جہلم کے اس پار (چار منظر) ۲۔ باغی (پانچ منظر) (۳) آگے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے۔ (چھ منظر) (۴) تہذیب (چار منظر) (۵) غلط فہمی (دو منظر) (۶) ایثار (چار منظر) (۷) صابرہ (پانچ منظر)

(۸) آداب عرض ہے (تین منظر) (۹) جیسے کو تیسا (ایک منظر) (۱۰) گنہگار (سات منظر)

مظفر۔ سراج الدین

۱۔ بازگشت

۲۔ خیرات

۳۔ محبّت

ظفرالحسن

۱۔ طبیب حاذق

عابد حسین۔ ڈاکٹر سید۔ ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی (برلن)

ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ۱۴ر صفر ۱۳۱۴ھ مطابق جولائی ۱۸۹۶ء کو بھوپال میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والد سید حامد حسین مرحوم ملازم تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ خاندان کے بعض لوگ انہیں مجتہد بنانا چاہتے تھے۔ لیکن دوسرے اس کے مخالف تھے۔ اس طرح زندگی کے تیرہ چودہ سال گزر گئے[۱]۔

عابد صاحب ۱۹۱۰ء میں جہانگریہ ہائی اسکول بھوپال میں پانچویں درجہ میں داخل ہوئے ۱۹۱۶ء میں میٹرک درجہ اول میں پاس کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے میور سنٹرل کالج الہ آباد بھیجے گئے انٹر میں ریاضی اور سائنس لی۔ بی اے میں فلسفہ لیا اور فرسٹ کلاس میں پاس کیا۔

دوران تعلیم میں مسلم ہوسٹل میگزین کے لئے ایڈیٹر رہے اور اکبر الہ آبادی سے بھی ملے۔ اس کے بعد علیگڈھ گئے اور ایم اے۔ اور کالج سے ایم اے کیا۔ اس وقت عدم تعاون کا زور تھا۔ ایک سال ضائع ہوگیا۔

ریاست کے وظیفہ پر لندن گئے اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں بی۔ اے (آنرز) کے فرسٹ پارٹ میں کامیابی حاصل کی تھی کہ مالی دشواریوں کے باعث ۱۹۲۲ء میں جرمنی چلے گئے اور

[۱] ڈاکٹر سید عابد حسین از ضیاء الحسن فاروقی نقوش "شخصیات نمبر" جلد دوم صفحہ ۹۷۵

پی۔ ایچ۔ ڈی۔ میں داخلہ لے لیا۔ نومبر ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹریٹ لی۔ اس وقت ڈاکٹر ذاکر حسین۔ پروفیسر محمد مجیب۔ خواجہ عبدالحمید اور ڈاکٹر سلیم الزماں وغیرہ برلن میں تھے۔ ہندوستانی ایسوسی ایشن ان سب کا علمی و تہذیبی پلیٹ فارم تھا۔

فروری ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر عابد۔ ڈاکٹر ذاکر اور پروفیسر محمد مجیب ساتھ ساتھ ہندستان آئے اور تینوں نے جامعہ ملیہ کو اپنی خدمات پیش کردیں۔

۱۔ پردہ غفلت

۲۔ شریر لڑکا

۳۔ فاؤسٹ

ڈاکٹر صاحب کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [۱]

پردہ غفلت

یہ کتاب حسن شاہد سہروردی مہتمم و مشیر فن ماسکو آرٹ تھیٹر کے نام معنون کی گئی ہے۔ کتاب پر ۱۹۴۰ء درج ہے یہ ڈراما جرمنی میں لکھا گیا۔

پلاٹ:۔ میر الطاف حسین اپنے بھائی میر شجاعت حسین کے انتقال کے بعد اپنے بھتیجوں منظور اور سعیدہ ۔ کی سرپرستی کرتے ہیں۔ دونوں بچے اعلیٰ تعلیم پاتے ہیں۔ میر صاحب کی بیگم (رقیہ) سعیدہ کی شادی مقامی اسکول کے ہیڈ ماسٹر محمد جواد سے کرنا چاہتی ہے۔ سعیدہ کمال پور کے نوجوان زمیندار محمد علی کو پسند کرتی ہے۔

سیتارام مہاجن جس نے بتیس ہزار روپیہ پر چالیس ہزار سود لگایا ہے چاہتا ہے کہ سعیدہ کی شادی محمد جواد سے ہوجائے تاکہ وہ کل جائیداد کا جو کئی لاکھ کی ہے واحد مالک بن جائے۔ لیکن منظور اپنے کرم فرماؤں۔ محمد علی۔ محسن۔ شیخ جی۔ (شیخ کرامت علی جو شجاعت حسین مرحوم کے اتالیق ہیں)

---

[۱] (۱) قومی تہذیب کا مسئلہ (۲) نفسیات عنفوان شباب (۳) جگ بیتی (۴) ترکی میں مغرب و مشرق کی کشمکش (۵) مضامین عابد

کی اخلاقی امداد سے جائداد کا ایک حصہ فروخت کر کے قرض ادا کرتا اور اپنی بہن کو دوسرے مکان میں بچا کر رکھتا ہے۔ تاکہ دونوں کو اطمینان کا سانس نصیب ہو اور اس کی شادی محمد علی سے ہو جائے۔

یہ مختصر ڈراما پانچ سین پر مشتمل ہے۔

شریر لڑکا

پلاٹ:۔ بورڈنگ ہاؤس کے ایک کمرہ میں طلبہ سو رہے ہیں اظہار بیدار ہو کر ادھر ادھر دیکھتا۔ داؤد اور صالح کو جگاتا اور یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ پانی کہاں سے آیا ہے ہاؤس ماسٹر بھی آجاتا اور طلبہ سے دریافت کرتا ہے کہ پانی کہاں سے آیا ہے۔ اظہار قبول کرتا ہے کہ پانی اس نے چھینکا تھا۔ ہاؤس ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر اظہار کو سمجھاتے اور سزا کے طور پر اس کی تعطیلات منسوخ کر دیتے ہیں ایک دن اسکول میں آگ لگ جاتی ہے۔ اظہار سب سے زیادہ کام کرتا ہے۔ اس خدمت کے پیش نظر اس کو تعطیلات سرما میں گھر جانے کی اجازت مل جاتی ہے۔

فاوسٹ

ڈاکٹر صاحب نے فاوسٹ کے ترجمہ سے پہلے ایک سو تیس[۱۳۰] صفحات کا ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے۔ اول۔ جرمن ادب گوئٹے سے قبل۔ دوم۔ گوئٹے کی زندگی کے حالات اور اس کی تصانیف سوم۔ فاوسٹ کا ماخذ۔ چہارم۔ فاوسٹ کی تدریجی نشو و نما۔ پنجم۔ قصہ کا خلاصہ۔ ششم تنقید اور خاتمہ۔ اس کے بعد دو سو تیس صفحات پر مشتمل فاوسٹ کا پاکیزہ ترجمہ ہے۔ جو ٹائپ میں چھپا ہے۔ فاوسٹ کا پلاٹ اوپر درج کیا جا چکا ہے۔

عابد حسین۔ صالحہ

صالحہ خاتون کا نام[1] پانی پت جائے پیدائش ستمبر ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ

---

[1] دیگر تصانیف (۱) عذرا (ناول ۱۹۴۶ء) (۲) بات چیت (ریڈیو تقریروں کا ترجمہ ۱۹۴۶ء) (۳) نراس میں آس (افسانوں کا مجموعہ ۱۹۴۸ء) (۴) یادگار حالی (سوانح عمری ۱۹۵۰ء) (۵) قطرے سے گہر ہونے تک (ناول) (۶) آتش خاموش (ناول) (۷) بھولی بچہ کہانی (۸) بنیادی حق (۹) جادو کا ہرن (۱۰) سنہر چنار

کے والد آنریبل خواجہ غلام الثقلین ہندستان کے مشہور وکیل۔ ادیب اور مصنف تھے۔ آپ کی والدہ مولانا الطاف حسین صاحب حالی کی حقیقی پوتی تھیں۔

ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی۔ "ادیب فاضل" کا امتحان درجہ اول میں پاس کیا۔ انگریزی کچھ استادوں سے اور کچھ مطالعہ سے حاصل کی۔

تصنیف و تالیف کا شوق بچپن سے ہے۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی شوق ترقی پکڑتا گیا۔ ۱۹۴۰ء میں افسانوں اور ڈراموں کا مجموعہ "نقش اول" کے نام سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ "عفت" نامی ڈراما لکھا جو ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا۔ آپ کے مندرجہ ذیل ڈرامے مشہور ہیں۔

۱۔ سازِ ہستی ۱۹۴۰ء

۲۔ عفت ۱۹۴۶ء

آپ نے زیادہ تر مختصر ڈرامے لکھے ہیں جن میں سے متعدد زنانہ اسکولوں اور ریڈیو اسٹیشنوں سے براڈکاسٹ ہوتے ہیں مثلاً پانی پت گرلز ہائی اسکول۔ پانی پت گرلس مڈل اسکول۔ پانی پت حالی مسلم ہائی اسکول۔ علیگڈھ گرلس کالج۔ آگرہ گرلس اسکول وغیرہ وغیرہ۔ آپ نے عفت پانی پت حالی مسلم گرلس اسکول کے لئے لکھا تھا جو اسکول ہذا کے علاوہ اور جگہ بھی اسٹیج ہوا۔ مکتبہ جامعہ دہلی نے اسے کتابی صورت میں شائع کیا۔ آپ کے متعدد ڈرامے ریڈیو اسٹیشنوں سے بھی نشر ہو کر مقبول ہوئے ہیں۔ مثلاً "الٹا منزر"، "شادی"، "پک نک"، "ایک پیسہ"، "آنکھ کا ڈاکٹر"

عابد۔ سید عابد علی

۱۔ اوما۔ چٹرجی کے بنگالی ڈرامہ "اوما" کا ترجمہ

۲۔ دلی کا قتل عام

۳۔ روپ متی باز بہادر

۴۔ چنگیز خاں

۵۔ شہباز

۶۔ جہاں آرا

۷۔ گلنار

۸۔ یدِ بیضا

۹۔ ایک لعل بگاڑ ہے

عاشق دسنوی۔ سعید الحق ایم۔ اے

۱۔ خوش انجام [1]

۲۔ من کی چاہ [2]

۳۔ ہنری پنجم [3]

خوش انجام یہ شیکسپیر کے ٹولتھ نائٹ کا ترجمہ ہے۔ ابتدا میں دس صفحہ کا دیباچہ ہے۔ جس میں شیکسپیر اور اس کی تصانیف پر تبصرہ ہے۔ ترجمہ میں اصلی نام بدستور رکھے گئے ہیں۔ فٹ نوٹ میں ضروری معلومات دی گئی ہیں۔

مترجم نے شیکسپیر کے ایز یو لائک اٹ کا ترجمہ من کی چاہ اور ہنری ففتھ کا ترجمہ ہنری پنجم کے عنوان سے بھی کیا ہے۔

عاصم۔ عبدالوہاب خاں۔ ایم اے۔ ایم او ایل

۱۔ خالد بن ولید

۲۔ عمر خیام

---

1. SHAKESPEARE'S TWELTH NIGHT.

2. AS YOU LIKE IT.

3. KING HENRY V

یہ ڈراما تین ایکٹ اور چوبیس سین پر مشتمل ہے۔ عاصم صاحب

خالد بن ولید نے اسے ولی عہد منگرول شیخ عبدالخالق صاحب تنالّہ کے نام نامی کے ساتھ منسوب کیا ہے۔

عاصم صاحب "احتساب" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ مضمون تین سال پہلے مانادور کی پرسکون فضا میں ترتیب دیا گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ مقالہ سے پہلے ایک مضمون میں تاریخ و تمدن اور تہذیب و اخلاق کے اعتبار سے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کا مسلمانوں سے مقابلہ اور حضرت خالد بن ولید کے حالات زندگی کی جزئیات بھی شامل کردی جائیں تاکہ معلوم ہو کہ مسلمانوں نے تسخیر ملک کے ساتھ تعمیر اخلاق اور تہذیب معاشرت میں کیا حصہ لیا۔ اور میدان جنگ کے باہر حضرت خالد کی زندگی کیا تھی۔"

مقام جے پور ۵ رشعبان ۱۳۵۶ھ" اس کے بعد سولہ صفحات میں تاریخ اسلام کا خلاصہ اور خالد بن ولید کے مختصر حالات زندگی درج ہیں۔

پلاٹ:۔ حاکم عراق ہرمز ایرانی افسروں ——— رستم۔ نرسی اور جاپان کے ساتھ مسلمانوں کو شکست دینے کا نقشہ تیار کرتا ہے۔ دوسری طرف خالد بن ولید فاتح شام و عجم اپنے سرداروں کے ساتھ سرگرم گفتگو ہیں۔ اسلامی فوجیں مجوسیوں سے ٹکراتی اور ان کو شکست دیتی ہیں۔

مغربی محاذ پر قیصر روم ہرقل۔ پاپائے روم سے مشورہ کرتا ہے۔ ایک نیک دل عیسائی ان کو جنگ سے منع کرتا ہے۔ لیکن وہ انکار کرتا ہے۔ عیسائی ایک خونریز جنگ میں شکست کھاتے ہیں۔ وہ بزدک۔ عہد نامہ لکھنے کے بعد بیت المقدس مسلمانوں کے قبضہ میں دیدیتے ہیں۔

عمر خیام عاصم صاحب نے یہ ڈراما مشہور فارسی شاعر فلسفی اور منجم عمر خیام پر لکھا ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔

کمار شری عبدالحمید خاں بابی کے نام معنون کیا ہے۔ کتاب کا "پیش لفظ"، پنڈت امرناتھ اٹل ایم اے فائی نینس منسٹر جے پور نے لکھا ہے۔ ڈرامہ سے قبل مصنف نے ۹ صفحات میں عمر خیام کی سوانح اور اس کی تصانیف پر تبصرہ کیا ہے۔

عاصم صاحب اپنے "دیباچہ" ص ۹ پر لکھتے ہیں: "عمر خیام شراب پیتا نہ تھا" [1]

پلاٹ: عمر خیام[2] خیمہ سینے میں مصروف ہے کہ اس کا دوست حکیم مظفر اسفرازی، نظام الملک طوسی کی جانب سے اس کو ایک سربمہر لفافہ دیتا اور زبانی بھی کہتا ہے کہ اس کو نیشاپور کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔ لیکن وہ صوبہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ نظام الملک طوسی اس کے لئے بارہ سو دینار سالانہ بطور وظیفہ مقرر کرتا ہے۔

---

[1] اصل واقعہ اس کے خلاف ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے عمر خیام پر ایک نہایت ہی جامع و مانع کتاب لکھی ہے اور اردو کیا شاید فارسی اور انگریزی میں بھی خیام پر اتنی مستند اور بسیط کتاب نہیں لکھی گئی۔ مولانا مرحوم نے خیام کی شراب نوشی کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے تذکرہ نگار اور ہم عصر اس کی شراب نوشی کا ذکر نہیں کرتے۔ وہ سب جانتے ہیں کہ شراب خیام کا "موضوع شاعری" تھا مگر شاعر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس نے شراب پر شعر کہے ہیں تو اس نے شراب بھی پی ہے۔ خود ہمارے زمانہ میں ریاض خیر آبادی ہی کو لے لیجئے کہ ساری عمر شراب ہی پر شعر کہے مگر شراب کو انہوں نے چھوا تک نہیں۔ عمر خیام کی زبان سے جو خیالات ادا کئے گئے ہیں بیشتر اسی کی تصنیفات سے ماخوذ ہیں۔ "فاران" ماہانہ کراچی جنوری ۱۹۵۰ء

[2] عمر خیام فارسی کا مشہور شاعر خیمہ دوز تھا جیسا کہ اس کے تخلص "خیام" سے ظاہر ہے۔ اس کی رباعیات اپنی خاص طرز میں مشہور ہیں۔ جن کا یورپ تک شہرہ پہنچا ہے اور انگریزی میں اس کا ترجمہ اور اصل کئی بار چھپ چکی ہے۔ خیام صرف شاعر ہی نہ تھا بلکہ حکیم بھی تھا۔ نیشاپور میں پیدا ہوا۔ حسن بن صباح کا ہم عصر تھا۔ علم فلسفہ میں بلند پایہ دستگاہ رکھتا تھا۔ رباعیات کے علاوہ علوم ہیئت اور ہندسہ میں اور تصانیف بھی ہیں۔ تاریخ وفات بعض کے نزدیک ۱۱۲۳ء اور بعض کے نزدیک ۱۱۲۱ء ہے۔ قاموس المشاہیر جلد دوم ص ۱۰۴

عمر خیام ملک شاہ اور نظام الملک سے ملنے کے لیے جاتا ہے۔ وہ راستہ میں منصور کی بیٹی کو بالعوض ایک ہزار دینار خریدتا ہے۔ ملک شاہ عمر خیام کی بہت عزت کرتا اور اس سے قمری و شمسی تاریخوں کا ذکر کرتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ان دونوں کا فرق مٹ جائے تو اچھا ہوگا۔ عمر وعدہ کرتا ہے۔

محتسب اور عمر خیام میں ان بن ہو جاتی ہے۔ عوام اس کے اشارہ سے عمر خیام کا مکان لوٹ لیتے ہیں۔ محتسب ملک شاہ کو اطلاع دیتا ہے کہ عمر خیام ڈاکوؤں سے ملا ہوا ہے۔ سلطان خود اس معاملہ کی تفتیش کرتا ہے۔ سلطان زرکش ڈاکو کو گرفتار کرتا ہے۔ وہ محتسب کی کارستانیاں بتلاتا ہے۔ سلطان محتسب کا منہ کالا کر کے شہر میں پھراتا ہے۔ عمر خیام سلطان سے اس کی سفارش کرتا ہے۔ عمر کی شادی سارا سے اور جعفر کی نرگس سے ہو جاتی ہے۔

عالمی۔ فرخندہ جمال

۱۔ میں ہوں اپنی شکست کی آواز

عباس دہلوی۔ عباس علی

۱۔ انار کلی۔ عباس نے یہ ڈراما۔ آر۔ بی۔ لیلا مجنوں تھیٹریکل کمپنی کے لئے لکھا تھا۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں یہ ڈراما میرٹھ میں ہوا تھا۔

عبدالباسط

۱۔ گڑیا گھر

عبدالرحمٰن

۱۔ حامد آثار قیامت

عبدالرزاق۔ سید

۱۔ پاکیزہ محبت

عبدالرحمن - کابلی

۱- ہمارا دین

عبدالشکور - ایم اے

۱- گڑیا کا گھر - یہ ہنری ابسن کے ڈولز ہاؤس کا ترجمہ ہے۔ دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں ۱؎

عبدالغفار - قاضی

۱- سیب کا درخت

یہ جان گالزوردی ۲؎ کے "ایپل ٹری" کا پاکیزہ ترجمہ ہے

سیب کا درخت انگریزی نام بدستور ہیں۔

پلاٹ :- اشٹرٹش اور اس کی بیوی اپنی شادی کی چھبیسویں سالگرہ منانے کے لئے شہر سے باہر جاتے ہیں۔ مسز اشٹرٹش اپنی مصوری میں مصروف ہو جاتی ہے۔ اس کا شوہر چھبیس سال پہلے کے واقعات سوچتا ہے کہ وہ کس طرح اپنے دوست رابرٹ گارٹن کے ساتھ ایک گاؤں گیا تھا اور وہاں ایک دیہاتی دوشیزہ میگن پر عاشق ہو کر اس نے ایک ماہ اس کے ساتھ گزارا اور پھر شادی کے سلسلے میں شہر گیا جہاں وہ اپنے دوست فلپ ہالینڈ سے ملا اور اس کی تین بہنوں میں سے بڑی بہن ——— اسٹیلا سے شادی کر لی۔

ایک بڈھا اشٹرٹش کو بتلاتا ہے کہ شہر کے کنارے والی قبر میگن کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آج سے چھبیس سال قبل ایک شخص وہاں آیا تھا۔ اس نے میگن کے ساتھ شادی کا وعدہ کیا تھا۔ وہ شہر گیا۔ پھر واپس نہیں آیا۔ میگن ایک عرصہ تک اس کا انتظار کرتی رہی اس کے بعد دریا میں ڈوب کر مر گئی۔ بڈھا یہ قصہ بیان کر رہا تھا کہ اسٹیلا نے اسے آواز دی اور

---

1. HANRIK IBSON.

2. JOHN GOLS[illegible]RTHY. APPLE TRE E. DOLL'S HOUSE

وہ اس کے پاس چلا گیا۔

عبدالغفار مدھولی۔ محمد

محمد عبدالغفار صاحب مدہولی ۵ ستمبر ۱۹۰۸ء کو تعلقہ مدہول ضلع ناندیڑ، حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد حنیف صاحب مرحوم تحصیل کے چپراسی تھے۔ پنشن لینے کے بعد ۹۹ سال کی عمر تک زندہ رہے اور کام کرتے رہے۔

آپ نے جامعہ میں میٹرک تک تعلیم پائی آپ کو مطالعہ اور درس و تدریس کا شوق رہا۔ دو جلدوں میں اپنی سوانح قلمبند کی جس کا نام "ایک معلم کی زندگی" ہے۔ اس میں آپ نے بتلایا ہے کہ تمثیل نگاری اور ڈرامہ کا شوق کیونکر پیدا ہوا۔ آپ نے مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے۔

۱۔ کایا پلٹ	۱۹۲۶ء
۲۔ قوم پرست طالب علم	۱۹۲۷ء
۳۔ اسکول کی زندگی	۱۹۲۸ء
۴۔ بچوں کا انصاف	۱۹۳۲ء
۵۔ محنت	۱۹۳۴ء
۶۔ جھوٹا لڑکا	۱۹۴۱ء
۷۔ چور لڑکا	۱۹۴۲ء

کایا پلٹ

یہ مختصر ڈراما سات سین پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک اسکولی لڑکے (سراج) کی سستی اور اپنے اعمال سے توبہ کا ذکر ہے۔

قوم پرست طالب علم

یہ مختصر ڈراما تین ایکٹ اور اٹھارہ سین پر مشتمل ہے۔ سرورق پر تحریر ہے

بھارت ماتا سب کی مائی سب بندی ہیں بھائی بھائی
من میں بہائیں پریم کی گنگا ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی

پلاٹ:۔ ارشد ایک قومی جلسہ میں تقریر کرنے کے باعث دو سال قید سخت کی سزا پاتا ہے۔ جیل خانہ میں اس کی مڈبھیڑ ایک پرانے بدمعاش امیرالدین عرف میرو سے ہوتی ہے جو رہا ہونے کے بعد موہن لال کے بینک پر جس میں ارشد ملازم ہے ڈاکہ ڈالتا ہے ارشد اس کو گرفتار کرلیتا ہے۔ موہن لال اس کے عوض پانچ لاکھ روپیہ قومی درس گاہ کی تعمیر کے لیے دیتا ہے۔

اسکول کی زندگی

یہ مختصر ڈراما تین ایکٹ اور بیس سین پر مشتمل ہے۔ اس میں فاضل استاد نے اسکولی زندگی کے بعض مسائل پیش کیے ہیں۔

بچوں کا انصاف

اس ڈراما کا پلاٹ الف لیلیٰ کے ایک قصہ سے ماخوذ ہے

پلاٹ:۔ علی خواجہ ایک خواب دیکھتا اور ایک فقیر سے اس کی تعبیر دریافت کرتا ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ وہ حج کے لیے جائے چنانچہ وہ اپنی جملہ کاسامان فروخت کرکے حج کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ وہ کچھ رقم اشرفیوں کی صورت میں بہ حفاظت تمام زیتون کی ایک ٹھلیا میں رکھتا اور بطور امانت حسن خواجہ کے سپرد کردیتا ہے۔ حسن خواجہ زیتون کی ٹھلیا کھول کر اشرفیاں نکالتا اور پرانے زیتون کی بجائے تازہ زیتون ٹھلیا میں بھر دیتا ہے۔

علی خواجہ واپسی پر حسن خواجہ سے اپنی امانت طلب کرتا اور اس میں اشرفیاں نہ پاکر خلیفہ وقت سے انصاف چاہتا ہے۔ خلیفہ گشت کے دوران میں چند لڑکوں کو علی خواجہ اور حسن خواجہ کا مقدمہ فیصل کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور دوسرے دن اسی اصول پر مقدمہ کا فیصلہ کرتا ہے۔ حسن خواجہ قاضی کی عدالت میں اپنا جرم قبول کرتا ہے۔ قاضی اس کو دو سال کی سزا دیتا ہے۔

محنت

یہ مختصر ڈراما تین ایکٹ اور بارہ سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ:۔ انور اور اشرف مباحثہ میں مصروف ہیں۔ انور کہتا ہے کہ انسان صرف اپنی محنت سے ترقی کی منازل

طے کر سکتا ہے۔ اشرف کہتا ہے کہ بغیر سرمایہ کے دولت پیدا کرنا ناممکن ہے۔ صرف محنت سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دونوں تجربے کے لئے نکلتے ہیں۔ انور ایک فقیر کے لڑکے کو اپنے باغ میں کام سکھلاتا اس کے بعد اسکول میں داخل کرا کے تعلیم دلواتا ہے۔ اشرف ایک نوجوان چق بیچنے والے لڑکے صادق کو پانچ سو روپیہ انعام دیتا اور اپنے کاروبار کو ترقی دینے کے لئے کہتا ہے۔ وہ کل روپیہ غیر ضروری کاموں میں لگا دیتا ہے۔ اشرف اس کو دوبارہ پانچ سو روپیہ دیتا اور کام کو ترقی دینے کے لئے کہتا ہے۔ وہ دوبارہ روپیہ صرف کر دیتا ہے۔

احمد آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے۔ صادق فقیر ہو کر بھیک مانگتا ہے۔

چھوٹا لڑکا

یہ ڈراما ۱۶ مئی ۱۹۴۲ء کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے طالب علموں نے آل انڈیا ریڈیو دہلی سے پیش کیا جو متعدد تبدیلیوں کے بعد شائع ہوا۔

پلاٹ: جامعہ کا ایک طالب علم۔ منظور۔ اسکول کی دیوار پر تصویریں بناتا ہے۔ صادق (مانیٹر) اس کو دوبارہ تنبیہ کرنے کے بعد تیسری مرتبہ اس کی رپورٹ کر دیتا ہے۔ طالب علموں کی عدالت میں اس پر مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ عبدالسلام اور سلیم شاہ ــــ اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ منظور بتلاتا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت والدین۔ اعزا اقربا اور اساتذہ سکھلاتے ہیں اور نظیریں پیش کرتا ہے۔ میر مجلس فیصلہ کے دوران میں فرماتے ہیں کہ منظور کا بیان بڑی حد تک حقائق و دلائل پر مبنی ہے اور اصلاح کی ضرورت ہے لیکن چونکہ منظور مجرم ہے اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اس نے جو تصویریں بنائی ہیں وہ مٹا دی جائیں۔

چور لڑکا

پلاٹ: ۔ سعید لفافہ چراتا ہے۔ کلاس کے لڑکے اس کو مطعون کرتے ہیں۔ استاد یہ دیکھ کر کہتا ہے کہ لفافے اسی نے سعید کو دئے تھے۔ سعید پیسے چراتا ہے۔ استاد اس کو دوبارہ بچاتا ہے۔ سعید کا دوست انتخار اس کی ضمانت دیتا ہے۔ استاد اس کو طالب علموں کے بینک کا خزانچی مقرر کرتا ہے۔ سیکڑوں کی رقم

ہاتھ میں آتی اور ہاتھ سے جاتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ ایماندار اور دیانت دار بن جاتا ہے۔

اسکول کا ملازم الہ دیا سعید پر چوری کا الزام لگاتا ہے۔ الزام غلط ثابت ہوتا ہے سعید بری کر دیا جاتا ہے۔ الہ دیا پر ایک دن کی تنخواہ بطور جرمانہ عائد کی جاتی ہے۔

عبدالمجید۔ خواجہ محمد

۱۔ نئی روشنی کے لڑکا لڑکی عرف الاختصار

عرف الاختصار

نئی روشنی کے لڑکا لڑکی

یہ ڈراما بارہ سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ:۔ زماں خاں اور سرفراز خاں کئی برس کے بعد ملتے ہیں۔ زماں خاں جو یوپی میں کلکٹر ہیں! ان کو اپنے ہمراہ شملہ لے جاتے اور ان کی ملاقات نواب سر سراج العاقین سے کراتے ہیں جو گفتگو میں اختصار کے عادی ہیں۔ سرفراز خاں ان کی اکلوتی بیٹی نواب امۃ الہرا زمانی بیگم (ضیار سہا) سے ملکر خوش ہوتے ہیں)۔ نئی روشنی کے لڑکا لڑکی خود ہی اپنی شادی کے متعلق بات چیت کرتے ہیں۔ زماں خاں بھی اس رشتہ کو منظور کرتے ہیں۔ سرفراز کی شادی ضیار سے ہو جاتی ہے

عرش تیموری

۱۔ گھروندے ۱۹۲۵ء

"عرش تیموری صاحب اب تک پانچ کتابیں لکھ چکے ہیں۔ "گھروندے" آپ کے ڈراموں کا پہلا مجموعہ ہے۔ " اسٹوری آف دی برٹش راج" انگریزی زبان میں لکھی ہے۔ آپ متعدد اخبارات سے وابستہ رہے ہیں۔ مسلم ویکلی بمبئی" کے بھی اڈیٹر رہے ہیں۔ پندرہ روزہ زندگی" کراچی سے نکالتے رہے۔ اس کے علاوہ "اسٹار ویکلی بمبئی"، "روزنامہ خلافت بمبئی" اور نیشنل کال دہلی" میں بھی کام کر چکے ہیں۔ آپ ڈرامے لکھتے اور شعر کہتے ہیں۔ آپ کا پہلا مضمون "ہوا مبارک" ساقی دہلی میں شائع

ہوا تھا[1]

گھروندے

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل ڈرامے شامل ہیں (۱) دو دوست (نشر شدہ ماخوذ) (۲) توہین (نشر شدہ) (۳) افسیہ عورتیں (ماخوذ) (۴) وقت گزر رہا ہے۔ (۵) اس پاگل دنیا کے آس پاس۔

"پیش لفظ" سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ڈراما ۱ و ۲ کے ماخذات کیا ہیں اور وہ کن اسٹیشنوں سے نشر ہوئے۔ کتاب پر تاریخ اکتوبر ۱۹۴۵ء بھی درج ہے۔

مصنف نے ایک ڈراما "خیال آفریں دماغ" بھی تحریر کیا ہے۔

عرش لکھنوی

۱۔ نویں سماج

۲۔ مجھے دیکھو

نویں سماج

عرش صاحب نے یہ ڈراما "دی رائل کورنتھین تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ" کے لئے لکھا تھا اور یہ کورنتھین اسٹیج پر کھیلا گیا۔

پلاٹ :- ایک غریب اچھوت کالی داس اپنی بیٹی مالتی کے ہمراہ ایک جوٹ مل کے گیٹ پر ملازمت کا طلبگار ہے۔ مہابیر (کلرک) اس کی امداد کرنا چاہتا ہے کہ رسک لال (مل منیجر) دیکھ لیتا اور اس پر ناراض ہوتا ہے۔ موہن لال (مل مالک کا بیٹا) آتا اور کالی داس کی امداد کرتا ہے۔

رسک لال دل ہی دل میں موہن لال پر غصہ کرتا ہے۔ وہ ایک طرف مالتی کو غائب کرانا چاہتا ہے اور دوسری طرف موہن کی فیشن ایبل منگیتر (نرملا) کو بھڑکاتا ہے۔ رسک لال اپنی اسکیم میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ بدمعاش مالتی کو اٹھا لیجاتے ہیں۔ رسک لال اس کو خراب کرنا چاہتا ہے۔ کہ مہابیر بچا لیتا ہے۔ موہن اپنی جائداد اچھوت ادھار کیلئے وقف کر دیتا ہے۔

---

[1] ہماری زبان۔ ماہنامہ کراچی بچپن نمبر اگست ۱۹۵۲ء

نرملا رسک لال کی امداد سے مالتی کو قتل کرنا چاہتی ہے لیکن قاتل غلطی سے نرملا کو تہ تیغ کرتا اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ موہن اور مالتی ایک دوسرے سے ملتے اور ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے ہیں۔

مجھے دیکھو

عرش صاحب نے یہ ڈراما "دی نرسی تھیٹریکل کمپنی" کے لیے لکھا تھا جس کے مالک فدا حسین اور پنڈت بڑی چند بہر تھے یہ ڈراما کانپور میں اسٹیج ہوا۔ محمد حسین نے اسے ڈائرکٹ کیا۔ اس میں بلدیو۔ نینو رام چمپا لال۔ فدا حسین۔ سیتا رام۔ پھول کماری۔ پیشنز کوپر۔ مس مولی اور مس چندر ریکا نے کام کیا۔

عزیز احمد

۱۔ آنسو

۲۔ مستقبل

۳۔ کالج ڈے

عزیز احمد

۱۔ معمار اعظم — سنہ ۱۹۴۰ء

یہ ڈراما ہنری ابسن کے "دی ماسٹر بلڈر"[۱] کا ترجمہ ہے۔ جس کو مترجم نے جو جامعہ عثمانیہ میں انگریزی کے استاد ہیں سنہ ۱۹۴۰ء میں ترجمہ کیا تھا۔ مترجم نے ڈرامہ کے ساتھ پروفیسر فرانسس مل کے ایک مضمون کا ترجمہ بھی شامل کیا ہے جس میں ابسن پر بسیط روشنی ڈالی گئی ہے۔ "دیباچہ کے بعد" مترجم نے "تمہید" کے عنوان سے ابسن کی زندگی کے حالات اور اس کی تصانیف پر ایک مقالہ بھی لکھا ہے۔

پلاٹ:۔ سولی نس نقشہ نویسی میں ترقی کرتا اور دولت و ثروت کا مالک بن جاتا ہے

---

1. HENRIK IBSEN THE MASTER BUILDER.

بروڈک جو اس کا ہم عصر تھا کاروبار میں فیل ہو جانے کے باعث اس کی ملازمت اختیار کرتا ہے۔ بروڈک کا بیٹا راگنار بھی اسی کے یہاں ملازمت اختیار کرتا ہے۔ راگنار کی منگیتر کایا دولتمند سولی نس سے محبت کرتی ہے۔ جو اس سے صرف اس لئے محبت کرتا ہے کہ راگنار اس سے علیحدہ ہو کر اپنا کاروبار علیحدہ نہ شروع کر دے۔

اسی درمیان میں مس ہلڈا سولی نس سے ملنے کے لئے آتی اور اس کو پرانی ملاقاتیں یاد دلاتی ہے۔ وہ بھی اپنی جوانی کے دن دہراتا ہے۔ مسز سولی نس یہ دیکھ کر بازار جاتی اور مس ہلڈا کے لئے قیمتی تحائف لاتی ہے۔ مس ہلڈا راگنار کی سفارش کرتی ہے اور سولی نس اس کے کام کی تعریف کرتا ہے۔ عام خیال ہے کہ سولی نس معمار اعظم ثابت نہ ہوگا۔ لیکن وہ اپنے بنائے ہوئے مینار پر خود ہی چڑھتا اور دنیا پر ثابت کرتا ہے کہ وہ "معمار اعظم" کے خطاب کا مستحق ہے۔

عزیز احمد قادری

ا۔ داراب ڈاکہ

عزیز مرزا۔ مولوی محمد

ا۔ دکرم اروسی

وہ لڑکپن ہی سے ذہین و ذکی تھے۔ علیگڑھ سے بی اے کیا اور حیدرآباد میں ہوم سکریٹری ہو گئے۔ نہایت متقی۔ دیانتدار خوش اخلاق اور ہمدرد قوم تھے۔ انھوں نے ریاست کی تعلیم پر کافی توجہ دی۔ متعدد اردو کانفرنسوں کی صدارت کی۔ تقریباً پچاس سال کی عمر پاکر ۲۶ فروری ۱۹۱۲ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی تصانیف میں "خیالات عزیز" نے کافی شہرت پائی۔

دکرم اروسی — عزیز صاحب نے ترجمہ سے پہلے سنسکرت ڈرامہ خصوصاً کالیداس کی تصانیف پر اڑسٹھ (۶۸) صفحات کا ایک قابل قدر مقالہ تحریر کیا ہے۔

پلاٹ ۔ اندر ـــــ نارد کی زبانی یہ سن کر کہ کیشی اُروسی کو اڑا لے گیا ہے حکم دیتا ہے کہ فوج کشی کی جائے۔ راج رشی پرورواس ایک خونریز جنگ کے بعد اروسی کو اپنے ہمراہ لاتا ہے۔ چترتھ راج رشی سے کہتا ہے کہ اروسی کو اس کے ہمراہ اندر کے پاس بھیجدیا جائے راج رشی منظور کرتا ہے۔ اروسی اپنی سہیلیوں کے ساتھ بھیجدی جاتی ہے۔ راج رشی بے حد پریشان ہوتا اور اپنے مصاحب و دوشک سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اروسی اپنی سہیلی چتر لیکھا کے ہمراہ آتی اور سب کی نظروں سے غائب رہ کر ان کی باتیں سنتی ہیں۔ پھر دونوں راج رشی کے سامنے آتی ہیں۔ راجہ اندر کا قاصد ان کو اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔

ودوشک کی بے پروائی سے اروسی کا بھوج پتر کھو جاتا ہے۔ راج رشی کی بیوی (راجہ بنارس کی بیٹی) جو سیر چمن میں مصروف تھی۔ بھوج پتر پاتی ہے۔ راجہ سے تو تو میں میں ہوتی ہے۔ آخر میں وہ معافی مانگتی اور اپنی منت پوری کرنے کے بہانے اس کو اپنے محل کی چھت پر لے جاتی ہے۔ منت پوری کرنے کے بعد رانی چلی جاتی ہے۔ اروسی اور چتر لیکھا آتی ہیں چتر لیکھا اروسی کو راج رشی کے سپرد کر کے چلی جاتی ہے۔

راج رشی اور اروسی دونوں عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک دن جنگل کی سیر کرتے ہوئے دونوں میں تنازعہ ہو جاتا ہے۔ اروسی ناراض ہو کر اکلوش جنگل چلی جاتی ہے بھگوان کارتکیا اس کو ملتا اور اپنی بددعا سے اس کو انگور کی بیل میں تبدیل کر دیتا ہے راجہ اس کی تلاش میں جنگل جنگل پھرتا ہے۔ آخر ایک بیل کو گلے لگاتا ہے۔ جو اروسی کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دونوں عاشق و معشوق گلے ملتے ہیں۔

اروسی کہتی ہے کہ اب اس کو اندر کے پاس جانا ہے۔ اسی وقت نارد جی آتے اور اندر کا حکم سناتے ہیں کہ اروسی کو اجازت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہے۔ اس کا شوہر (راج رشی) اندر کی فوجی امداد کرے۔ نارد جی یوراج بنانے کی رسم اپنے ہاتھ

سے ادا کرتے ہیں۔

عشرت رحمانی

• بچوں کے بیشتر رسالوں میں آپ کی نظمیں اور کہانیاں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ دہلی میں آپ اپنے ذاتی رسالے "نیرنگ" ۔ "نیرنگستان" اور " نظمی مرقع" نکالتے تھے۔ آپ نے بڑوں کے لئے بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں ڈرامے افسانے۔ نظمیں اور ناول شامل ہیں انھوں نے بچوں کے لئے ایک درجن کے قریب کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے پندرہ روزہ رسالہ "آہنگ" کے بھی اڈیٹر رہے ہیں۔ آپ کی دیگر تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

۱. شاہجہاں — سنہ ۱۹۴۵ء

۲. دکھیا سنسار — سنہ ۱۹۴۶ء

۳. انوکھا سنسار

۴. اردو ڈراما۔ تاریخ و تنقید

۵. رستم و سہراب (مرتبہ)

۶. ترکی چور "

۷. سفید خون "

۸. خواب ہستی "

۹. صید ہوس "

۱۰. پہلا پیار "

شاہجہاں یہ ایک تاریخی المیہ ڈراما ہے۔ عشرت صاحب "انتساب" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں "اس غیر فانی یادگار کے نام سے جسے غلامی کے صدموں نے پتھر بنا دیا اور محبت کے آنسوؤں کا تاج پہنایا۔ کتاب کی تاریخ

لکھنؤ۔ ۱۸؍ دسمبر ۱۹۲۵ء درج ہے۔

پلاٹ :۔ شاہجہاں سخت بیمار ہے داراشکوہ اور جہاں آرا اس کی خدمت میں مصروف ہیں۔ دارا عرض کرتا ہے کہ شجاع نے بنگال میں۔ مراد نے گجرات میں اور اورنگ زیب نے دکن میں علم بغاوت بلند کیا ہے۔ اس نے سلیمان (دارا کے بیٹے) راجہ جے سنگھ اور سپہ سالار دلیر خاں کو شجاع کے مقابلہ کے لئے اور جسونت سنگھ کو مراد کے مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا شاہجہاں اس کو سخت اقدام سے منع کرتا ہے۔ اورنگ زیب دارا کی فوجوں کو شکست دیکر اپنے بیٹے سلطان کی ماتحتی میں فوج کا ایک دستہ قلعہ میں داخل کر دیتا ہے جو شاہجہاں اور جہاں آرا کو بے دست و پا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ، دوسرے بیٹے اعظم کو ایک معافی نامہ کے ساتھ روانہ کرتا ہے۔ شاہجہاں اس کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ قلعہ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اورنگ زیب تخت حکومت پر بیٹھ جاتا ہے۔

دکھیا سنسار

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل چھ ڈرامے شامل ہیں۔ (۱) دکھیا سنسار (۲) پریم کا دان (۳) نذرانہ (۴) منکہ لیک مصنف (۵) عزیب محبت کے لئے (۶) دام خیال

عشرت صاحب "میرے ڈرامے" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"جو انداز ہماری شاعری کا تھا وہی قدیم ڈرامانگاری کا بھی تھا۔ یعنی پلاٹ میں وہی تصنع۔ مبالغہ آرائی اور مکالمہ کا مقفیٰ اور مسجع انداز ڈرامہ میں بھی حسن سمجھا جاتا تھا۔ اسٹیج کے ناٹک تو کل کی بات ہے زیادہ تر اسی رنگ میں رنگے جاتے تھے۔ شروع میں زیادہ اور بعد میں کم لیکن مدت مدید تک عام زندگی کا صحیح آئینہ نہ بن سکے ——— جدید ڈرامانگاری بیشک ہماری زندگی کی بڑی حد تک آئینہ دار ہے۔ اس میں کچھ تو مغربی ڈراموں کے چربے ہیں جو زبان اور معاشرت دونوں حیثیتوں سے اپنائے گئے ہیں طبعزاد بھی

تو وہ بھی واقعات کے لحاظ سے زندگی کی الجھنوں پر ہی منطبق نظر آتے ہیں۔

یہ ڈرامے ۱۹۳۵ء سے ۱۹۳۸ء تک لکھے گئے۔ کتاب پر تاریخ ۱۹۴۶ء درج ہے۔

انوکھا سنسار

اس مجموعہ میں سات مندرجہ ذیل ریڈیائی ڈرامے شامل ہیں جو مختلف اوقات میں آل انڈیا ریڈیو کے لئے لکھے گئے ہم یہ نہیں معلوم کر سکے ہیں کہ یہ ڈرامے کن تاریخوں میں اور کس ریڈیو اسٹیشن سے نشر کئے گئے۔

(۱) میری کہانی (۲) تاروں کی چھاؤں میں (۳) آخر کار (۴) انوکھا سنسار (۵) میرا نام (۶) ایک تھا راجہ (۷) میر مشاعرہ۔

کتاب میں مصنف کی تصویر بھی شامل ہے۔ ڈرامہ کی مختصر تاریخ "اپنا بیان" میں دی گئی ہے۔

عصمت اللہ بیگ

ا۔ غلط در غلط

علوی۔ امیر احمد۔ بی اے۔

ا۔ خواب پریشاں

خواب پریشاں

یہ شیکسپیر کے "مڈ سمر نائٹس ڈریم" کا پاکیزہ ترجمہ ہے۔ علوی صاحب کے صاحبزادہ شبیر احمد علوی القادری ناظر "عرض حال" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں

"تقریباً پینتیس سال کا عرصہ ہوا کہ میرے والد محترم منشی امیر احمد علوی بی۔ اے نے شیکسپیر کے مشہور ڈرامہ "مڈ سمر نائٹس ڈریم" کا ترجمہ کیا تھا اور اس کو منشی سجاد حسین مرحوم اڈیٹر "اودھ پنچ" نے ایک مختصر تعارف کے ساتھ اپنے موقر اخبار میں شائع کرنا شروع کیا تھا ۱۶ر اگست ۱۹۰۰ء سے ۲۱ر نومبر ۱۹۰۰ء تک بالاقساط اودھ پنچ میں چھپا اور بے حد مقبول ہوا تھا۔

مجھکو اتفاقاً اس کی زیارت اودھ پنچ کی ایک پرانی جلد میں نصیب ہوئی اور دل نے نہ مانا کہ میں اس تبرک کو گمنامی میں رہنے دوں اور منظر عام پر نہ لاؤں۔

یہ والد ماجد کی ابتدائی تالیف ہے اور انہوں نے اس پر نظر ثانی سے بھی انکار کردیا لہذا بغیر ترمیم و تحریف کے اسی طرح شائع کیا جاتا ہے جس طرح چونتیس سال پہلے چھپا تھا۔ خاکسار مشیر احمد علوی۔ قادری۔ ناظر کتب خانہ۔ امیر محل۔ کاکوری۔ ضلع لکھنؤ ۲۸ر ستمبر ۱۹۳۴ء"

سید سجاد حسین صاحب اڈیٹر اودھ پنچ، علوی صاحب اور ان کے ترجمہ کا تعارف کراتے ہوئے اودھ پنچ صفحہ ۲ جلد بست و چہارم عدد ۳۲ مطبوعہ ۲ر اگست ۱۹۰۰ء میں

" اردو کو موقر بنانے۔ مالامال کرنے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ جہاں تک ہو سکے اعلیٰ لٹریچر اور علوم و فنون کی تصنیفات اس میں ترجمہ ہوں اودھ پنچ کے لائق لٹریری معاونین نے اکثر اس خدمت کو انجام دیا ہے۔

" مولوی ارتضا علی صاحب مشیر اکثر انگریزی نظموں کا ترجمہ اردو نظم میں فرماتے ہیں۔ بابو جوالا پرشاد صاحب بی۔ اے۔ برق کے ترجمہ اوتھیلو۔ گلنار فیروز اور معشوقہ فرنگ (ترجمہ رومیو جولیٹ) سے اردو داں پبلک خوب آگاہ ہے یہ ترجمہ شیکسپیر کے ڈرامہ مڈسمر نائٹس ڈریم کا ہے۔ جو ہمارے نوعمر عزیز مولوی امیر احمد صاحب بی اے نے اودھ پنچ کو مرحمت فرمایا ہے غالباً ناظرین اس امر کی یاد دلائینگے کہ انگریزی ملک الشعرا کے خیالات کس خوبی و صحت و مشقت سے اردو میں لائے گئے ہیں۔ اور زبان اردو کا دامن بھی ترجمے کی کشاکش میں ہاتھ سے نہیں جانے پایا ہے۔ سجاد حسین۔"

علوی القادری۔ مشیر احمد بی اے۔ (علیگ)

۱۔ چندر کلا عرف سعیدہ سلطانہ

یہ ڈراما اردو ایک۔ اور پندرہ سین پر مشتمل ہے۔ اس کے ایکٹ اول میں تین

مجلیس (مجلس اوّل میں تین سین مجلس دوم میں دو سین۔ مجلس سوم میں دو سین) اور ایکٹ دوم میں دو مجلیس ہیں (مجلس اوّل میں پانچ سین اور مجلس دوم میں تین سین)

کتاب کے صفحہ اوّل پر درج ہے "چندر کلا۔ ایک ماخوذ ڈراما"

عرف سعیدہ سلطانہ

چندر کلا پلاٹ: سلطان محمود غزنوی کے بھائی امیر یوسف بن سبکتگین کی شادی مہاراجہ سومناتھ کی سالی راجکماری سیتا بائی (ہاشمہ) سے ہو جاتی ہے۔ دونوں ہنسی خوشی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہاشمہ کو پتا چلتا ہے کہ اس کی بہن اور بہنوئی ایک قریبی غار میں پوشیدہ ہیں۔ وہ ان سے ملنے کے لئے جاتی ہے۔ راجہ اس کو قتل کر دیتا ہے۔ لیکن رانی اپنی بہن کی بیٹی سلطان سعیدہ کو چندر کلا کے نام سے پرورش کرتی ہے۔

ایک دن شکار کھیلتے ہوئے چندر کلا کو ہارون ابن التونتاش کی لاش دریا میں بہتی ہوئی دکھلائی دیتی ہے۔ چندر کلا اس کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ چندر کلا محمود کو سومناتھ پر حملہ کرنے کی دعوت دیتی ہے محمود حملہ کرتا۔ ہارون کو چھڑاتا اور دونوں کی شادی کرا دیتا ہے۔

علی بہادر خان۔ بی۔ ایس۔ سی۔ (علیگ) ایم ایل اے۔

۱۔ خانقاہ اشرار

یہ ڈراما پانچ ایکٹ اور سترہ سین پر مشتمل ہے سرورق پر تحریر ہے

"یہ فسانہ قسط وار بمبئی کے ہفتہ وار اخبار "اتحاد" میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کے اڈیٹر کی اجازت سے کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے"۔ اگرچہ کتاب پر مصنف کا نام درج نہیں ہے۔ لیکن خلافت پریس (جس میں کتاب چھپی ہے) کے مہتمم سے معلوم ہوا کہ علی بہادر خاں نے یہ ڈراما اپنے اخبار "اتحاد" کے لئے لکھا تھا جس کے وہ مالک و مدیر تھے۔

پلاٹ :۔ مولانا عالم علی خاں بندر کے وسیع میدان میں بیٹھے کسی خیال میں غرق ہیں۔ کہ تین ۳ سفید پوش بدمعاش قریب آکر بیٹھ جاتے اور مشورہ کرتے ہیں۔ چونکہ شہر میں جہلاء کی کثرت ہے۔ اس لئے ان کو عالم دین بن کر لوٹنا چاہیئے چنانچہ ایک صاحب سیدنا پیر صاحب۔ دوسرے امام العلماء اور تیسرے فخر العلماء کا ڈھونگ رچا کر روانہ ہوتے اور ایک جماعت بنا کر لوگوں کو بیوقوف بناتے اور بے شمار دولت پیدا کرتے ہیں۔ آخر میں مولانا عالم علی صاحب میدان عمل میں اپنے شاگرد صمدانی کے ساتھ اترتے اور بدمعاشوں کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔

علی عباس حسینی

۱۔ ایک ایکٹ کے ڈرامے

۲۔ نورتن

یہ نو مختصر ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل

ایک ایکٹ کے ڈرامے ڈرامے شامل ہیں۔ (۱) میراث (دو منظر) (۲) جذباتی (تین منظر) (۳) لالچ (تین منظر) (۴) صدقہ (دو منظر) (۵) ہیر ملک (ایک منظر) (۶) چاند بی بی (تین منظر) (۷) دل بہلاوا (ایک منظر) (۸) سوانگ (ایک منظر) کنیز (تین منظر)

ان میں سے اول چھ ڈراموں کا پس منظر تاریخی ہے اور کتاب "ان تمام ادیبوں کے نام جو اردو ڈراما کے معیار کو بلند کرنے کی کاوش و کوشش میں لگے ہیں" معنون کی گئی ہے۔

عنایت اللہ دہلوی۔ بی اے

مولوی عنایت اللہ دہلوی محلہ قاضی واڑہ دہلی میں ۱۵ر نومبر ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے ان کے والد شمس العلماء خان بہادر مولانا ذکاء اللہ[۱] میور سنٹرل کالج الہ آباد میں ریاضی کے پروفیسر تھے۔ وہ نو سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ الہ آباد چلے گئے اور ۱۸۸۰ء تک وہیں تعلیم پائی جنوری ۱۸۸۱ء میں علیگڑھ گئے چونکہ مولانا ذکاء اللہ اور سرسید مرحوم کے تعلقات انتہائی خوشگوار

۱؎ مولوی عنایت اللہ دہلوی از شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ نقوش شخصیات نمبر جلد اول۔ ص ۱۴۳

تھے۔ اس لئے سرسید نے ان کو اپنے ہی بنگلہ میں جگہ دیدی۔

مولوی صاحب نے تھیوڈور بیک۔ سر ٹامس آرنلڈ۔ سر والٹر آرلے۔ ریلے ہیرلڈ کاکس مسٹر والس۔ مسٹر جادھب چندر چکرورتی۔ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی۔ شمس العلماء مولوی سید عباس حسین۔ شمس العلماء سید امجد علی کے علاوہ جسٹس سید محمود اور جسٹس سر محمد رفیق سے استفادہ کیا۔ فاضل باپ کی تربیت۔ قابل اساتذہ کی تعلیم اور بانی مدرسۃ العلوم کی کڑی نگرانی میں مولوی عنایت اللہ نے جو قابلیت اور لیاقت پیدا کی اس نے ان کو چوٹی کا ادیب بہترین مصنف اور اردو زبان کا سب سے بڑا اور سب سے کامیاب مترجم بنا دیا۔

بی۔ اے کرنے کے بعد وہ کالج ہی میں لائبریرین بن گئے۔ کچھ عرصہ ریاضی بھی پڑھائی۔ ایک سال تک تہذیب الاخلاق کی اڈیٹری بھی کی۔ سرسید کے انتقال کے بعد ۱۹۰۰ء میں وہ سشن جج جونپور کے چیف سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے اور چودہ سال تک اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

۱۹۱۵ء میں وہ سیکریٹری فنانس ہو کر گوالیار گئے۔ جب عثمانیہ یونیورسٹی کی بنیاد پڑی تو سر راس مسعود نے ان کو حیدرآباد دکن میں بلالیا اور ۲۰ر جنوری ۱۹۲۱ء کو نظامت دارالترجمہ کا چارج تفویض کر دیا۔ وہ چودہ سال تک انتہائی اولوالعزمی کے ساتھ کام کرتے رہے۔ فروری ۱۹۳۵ء میں ریٹائر ہو کر دہلی گئے۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد دوہرہ دون گئے اور وہیں ایک کوٹھی بنوائی اور مستقل اقامت اختیار کی۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۴۳ء کو وہیں وفات پائی۔ زندگی بھر شادی نہیں کی۔

"شکسپیر کے ڈراموں کے ترجمہ کرنے شروع کئے تو بارہ چودہ ڈراموں کو اردو میں منتقل کر دیا"[۱]

دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں[۲]

---

[۱] مولوی عنایت اللہ از شاہد احمد دہلوی۔ نقوش شخصیات نمبر۔ جلد اول ص ۵۲۰

[۲] (۱) اندلس کا تاریخی جغرافیہ۔

۱۔ انطونی کلوپترہ [1]

۲۔ شاہ لیر [2]

۳۔ میکبتھ [3]

۴۔ ہیملٹ [4]

یہ شکسپیر کے مشہور ڈراموں کے خوبصورت ترجمے ہیں جو بہترین ترجموں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ الگتاؤ فلابیر کے ڈرامہ "دہیرودیاس" کا بھی اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ شاہ لیر پہلی بار رسالہ ساقی (سالنامہ) جنوری ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا۔

غلام محمد خاں

۱۔ حسن سلوک

۲۔ کملا

غنی بدایونی۔ حکیم محمد عبدالغنی

۱۔ بزم فانی عرف دھوکہ دھڑی

۲۔ بھول بھلیاں

۳۔ زہری ناگن عرف داغ جگر۔ مرید شک

۴۔ سفید خون

۵۔ خوبصورت بلا عرف اسیر عشق

۶۔ خونی ستارہ

---

1. SHAKESPEARE'S ANTONY CLOPATRA
2. " KING LEAR
3. " M-BETH
4. " HAMLET, PRINCE OF DENMARK.

۷۔ شریف ڈاکو

۸۔ طلسم نو بہار عرف مرقع نگار

۹۔ ربط ضبط

۱۰۔ ہریش چندر

۱۱۔ دلفروش عرف چٹاخ پٹاخ

۱۲ خواب ہستی عرف داؤ پیچ

غنی بدایونی نے دوسروں کے ڈرامے از سر نو لکھکر یا رد و بدل کر کے اپنے نام سے شائع کئے ہیں۔

عرف دھوکہ دھڑی

بزم فانی یہ ڈراما شیکپیر کے رومیو اینڈ جولیٹ کا ترجمہ ہے۔ تین ایکٹ اور بائیس سین پر مشتمل ہے۔

غنی صاحب نے خلاصہ پر اپنے ڈرامہ کا قصر تعمیر کیا ہے۔ مصنّف نے اس کتاب میں غنی کی بجائے اپنا تخلص خلیل رکھا ہے جو سرِ ورق پر اس طرح تحریر ہے، "مصنفہ محمد عبدالغنی خلیل تلمیذ جناب پنڈت نارائن پرشاد صاحب بیتاب آنھرا(   ) دی پارسی تھیٹریکل کمپنی آف بمبئی۔"

کتاب کا ایک اڈیشن "بمبئی پریس آگرہ" اور دوسرا "بالکشن پریس آگرہ" سے شائع ہوا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پلاٹ۔ احسن لکھنوی کے مشہور ڈرامہ بزم فانی سے ماخوذ ہے۔

یہ ڈراما شیکپیر کے ٹویلتھ نائٹ یا واٹ یو ول" کا ترجمہ ہے۔

بھول بھلیاں تین ایکٹ اور ستائیس سین پر مشتمل ہے۔

غنی صاحب "مطلع" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

یہ ڈراما مسٹر شیکپیر کے ٹو یلونائٹس سے منقول ہے جو کہ تمام لندن۔ یورپ خصوصاً انڈیا میں مقبول ہے۔ اس کو میں نے حسب فرمائش ــــ ترتیب دیا اور عمدہ سین اور رنگ برنگ کے گانے کے ساتھ آراستہ کیا اور مشہور اساتذہ کا کلام درج ہے۔ مولف محمد عبدالغنی ڈرامائسٹ بریلوی" یہاں مترجم نے خود کو" بریلوی" لکھا ہے۔

اس کا پلاٹ احسن لکھنوی کے ڈرامہ بھول بھلیاں سے ماخوذ ہے۔

عرف داغ جگر یا مرید شک

زہری ناگن یہ ڈراما شیکپیر کے" ونٹرز ٹیل" کا ترجمہ ہے۔ تین ایکٹ اور اٹھارہ سین پر مشتمل ہے۔ مترجم نے خلاصہ پر اپنے ڈرامہ کی عمارت تعمیر کی ہے اور ناموں میں اس طرح ترمیم کی ہے۔ لیون ٹس کا نام کیوان رکھا ہے۔ پولک سینز کا جمشید کو میلو کا کوکب۔ انٹی گونس کا اختر۔ فلوری زیل کا عالمگیر۔ پرڈینا کا ماہ طلعت پائیسا کا دیگر۔ ایمی لیا کا نازنین۔ موپ سا کا جمنا۔

غنی صاحب اپنے" دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔

" ونٹرس ٹیل" کا ترجمہ میں نے سنہ ۱۸۹۶ء میں کیا اور بشکل ایک ڈراما کے تصنیف کیا تھا اور اتفاقاً شہر دہلی میں مجھ سے گم ہو گیا اور کف افسوس ملنا پڑا۔ اب دوسری بار چند احباب کی فرمائش سے پھر تالیف کیا"

یہ آغا حشر کے ڈرامہ مرید شک سے ماخوذ ہے۔

عرف اسیر حرص

سفید خون یہ آغا حشر کے ڈرامہ خوبصورت بلا سے ماخوذ ہے اور مولف نے پورا ڈراما اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔ سرورق پر تحریر ہے" جس کو جناب ایم محمد عبدالغنی غنی ڈراماٹسٹ بدایونی فی الحال مینجر علمی پریس بریلوی نے واسطے دی جارج تھیٹریکل کمپنی آف کراچی کے لیے تالیف کیا"

خونی ستارہ یہ ڈراما تین ایکٹ اور ستائیس سین پر مشتمل ہے۔ سرورق پر تحریر ہے "مصنفہ احقر العباد سلطان سخن محمد عبد الغنی۔ غنیؔ ڈرامائسٹ بدایونی لیٹ مصنف دی جارج تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ" اور کتاب پر تاریخ اشاعت ۱۹۱۱ء درج ہے۔

پلاٹ:۔ زہرہ ــــ ایک بازاری حسینہ اپنی کنیزوں سعیدہ و سلیمہ کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کا بھائی شمیم فوج میں ملازم ہے۔ وہ بھی اپنی بہن کے حسن کا چرچا سنکر وطن واپس آتا اور اپنی بہن پر دل وجان سے عاشق ہوجاتا ہے۔ اسی دوران میں کوتوال شہر زہرہ کو بھگالے جاتا اور اس سے ایک ڈاکو جوزف اڑالے جاتا ہے۔ زہرہ اس شرط پر جوزف سے ملنا قبول کرتی ہے کہ وہ اس کی کنیزوں ــ سعیدہ و سلیمہ کو بلادے۔ وہ آتی ہیں۔ سلیمہ بے ہوش بن جاتی ہے۔ سعیدہ شراب میں داروئے بے ہوشی ملاکر سب کو پلاتی اور جب سب بہکنے لگتے ہیں۔ تو وہ زہرہ کو اپنے ہمراہ لے جاتی ہے۔

شمس کی شادی دبیر الدولہ کی بیٹی ناز سے اور قمر کی اس کی بہن شوخ سے ہوجاتی ہے لیکن وہ زیادہ عرصہ مسرت کی زندگی گزارنے نہیں پاتے کہ شمس ناز کو اور شوخ قمر کو خنجر سے ہلاک کرکے خود جان عزیز سے ہاتھ دھوتے ہیں۔

شریف ڈاکو یہ ڈراما تین ایکٹ اور اٹھارہ سین پر مشتمل ہے۔ کتاب کے صفحہ آخر پر ۱۱ نومبر ۱۹۱۵ء درج ہے۔

پلاٹ:۔ منعم کا باپ مرتے وقت اپنے بیٹے کا ہاتھ اپنے سگے بھائی کے ہاتھ میں دے جاتا ہے لیکن چچا ایک چھٹا ہوا بدمعاش نکلتا اور منعم کو قتل کرنے کے بعد اس کی جائداد پر قبضہ کرلیتا ہے۔ شریف کی عورت شرارہ اگرچہ آوارہ مزاج ہے لیکن منعم کی دیکھ بھال کرتی اور اس کے حقوق کی حفاظت کے لئے اپنے شوہر سے لڑتی ہے۔ اس سے میاں بیوی میں ان بن ہوجاتی ہے۔ شریف منعم پر غالب آتا۔ اس کی آنکھیں نکالتا اور اس کو ملک بدر کرکے

اس کی جائداد پر قبضہ کرتا ہے۔

عرف مرقع نگار

طلسم نو بہار کتاب پر مصنف کا نام "منشی محمد عبد الغنی خلیل بدایونی" درج ہے۔ اور سر ورق پر تحریر ہے۔

دیکھا ہے جب سے ہم نے مرقع نگار کا آنکھوں میں مثل خار ہے نقشہ بہار کا

پلاٹ:۔ الماس۔ یاقوت۔ نیلم پکھراج۔ زمرد۔ پریاں حسن کی دلکشی اور دلاویزی کا تذکرہ کرتی ہیں۔ الماس انسانی حسن کی تعریف کرتی اور کہتی ہے کہ وہ دنیا سے ایک حسین انسان اپنے ساتھ لائے گی۔

اسی وقت شاہزادہ گلعذار اپنے باپ سے سیر و شکار کی اجازت لے کر جاتا ہے۔ اس کا خادم بیرنگ ایک جنگل میں الماس اور لال دیو سے ملتا اور اپنے شاہزادہ کی تعریف کرتا ہے گلعذار سفر طے کرتا ہوا ایک باغیچہ میں پہنچتا اور شہزادی گلرخ سے ملتا ہے۔ شہزادی اس پر عاشق ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد الماس پری آتی ہے اور شاہزادہ سے عہد و پیمان محبت کرتی اور اسے پرستان لے جا کر اپنی سہیلیوں کو دکھلاتی ہے۔

بادشاہ شاہزادہ گلعذار کے غائب ہو جانے سے بہت فکر مند ہے۔ گلعذار کا دل الماس پری سے بہت جلد بھر جاتا اور وہ گلرخ کی یاد میں تڑپتا ہے۔ گلعذار کی شادی گلرخ سے ہو جاتی ہے۔

فاروق علی خاں

۱۔ سینما کے بعد

۲۔ کیا کرے گا قاضی

۳۔ ہم فقیر ہیں۔

فانی ۔عبدالقوی ۔ ایم اے

۱۔ سرگزشت وزیر خاں لنگران

یہ ڈراما چار ایکٹ پر مشتمل ہے اور مرزا جعفر قراجہ داغی کے فارسی ڈرامے سے ترجمہ کیا گیا ہے

سرگزشت وزیر خاں لنگران

مترجم نے "گزارش" کے عنوان سے چوبیس صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ لکھا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر محمد بذل الرحمن ایم اے ۔پی ۔ ایچ ڈی ۔ پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کے نام معنون کی گئی ہے اور تاریخ یکم فروری ۱۹۳۵ء درج ہے ۔

پلاٹ :۔ شہر لنگران کے وزیر مرزا حبیب کے دوؔ بیویاں ہیں ۔ زیبا خانم اور شعلہ خانم ۔شعلہ کم عمر اور زیادہ حسین ہے اس لئے وزیر سلطنت کو زیادہ پسند ہے ۔ مرزا ایک تاجر ــــ حاجی صالح کو حکم دیتا ہے کہ وہ شعلہ خانم کے لئے ایک قیمتی صدری بنوائے۔

زیبا خانم یہ سنکر مرزا سے تکرار کرتی اور شعلہ کے متعلق کہتی ہے کہ وہ حاکم لنگران کے بھتیجہ تیمور آقا سے پھنسی ہوئی ہے ۔ وزیر یہ سن کر بے حد چیں بجبیں ہوتا اور حاکم وقت سے تیمور کی شکایت کرتا ہے تیمور آقا کو اس کا پتا چل جاتا ہے اور وہ ملازمین شاہی کو پستول دکھلا کر راہ فرار اختیار کرتا ہے ۔حاکم پچاس سپاہی اس کی تلاش میں روانہ کرتا اور خود سیر دریا کے لئے جاتا ہے لیکن اس کی کشتی الٹ جاتی ہے اور وہ تہ آب ہو جاتا ہے اراکین دولت، تیمور آقا کو حاکم بناتے ہیں۔

فانی بدایونی ۔ شوکت علی خاں بی اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی (علیگ)

شوکت علی خاں نام ۔ فانی تخلص [1] بدایوں کے رہنے والے ۱۳ر دسمبر ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے ۔آپ کے بزرگ کابل سے شاہ عالم بادشاہ کے زمانہ میں دہلی آئے جد امجد

---

[1] نگار ۔ ماہنامہ ۔ لکھنؤ ۔ جنوری و فروری ۱۹۴۱ء

اردو شاعروں کا البم مرتبہ سید زوار حسین ۱۹۴۵ء

نواب بشارت خاں صوبہ بدایوں کے گورنر تھے۔ ان کی جائداد ایک سو چوراسی مواضعات معافی پر مشتمل تھی اور والد محمد شجاعت علی خاں محکمہ پولیس میں انسپکٹر تھے۔

آپ نے ۱۹۰۱ء میں بریلی سے بی اے کیا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں علیگڈھ سے ایل ایل بی کی ڈگری لی لیکن وکالت سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ شعر گوئی کا شوق گیارہ برس کی عمر سے تھا۔ والد صاحب اس سے منع کرتے تھے اس لئے کسی کے شاگرد نہ ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں ایک حادثۂ جانکاہ سے متاثر ہو کر آپ نے اپنا تخلص فانی رکھا۔ حیدر آباد گئے اور زندگی کا بیشتر حصہ محکمۂ تعلیم میں صرف کیا۔

اصل یہ ہے کہ آپ کی زندگی مایوسیوں اور ناکامیوں کی داستان ہے۔ ہمیشہ کشاکش حیات سے پریشان ہی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا کلام درد و غم سے اس قدر لبریز ہے کہ میر کے بعد یاس و حرماں کی سب سے زیادہ تصویریں آپ کو فانی کے کلام میں ملیں گی اسی لئے آپ یاسیہ شاعری کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی کے متواتر اور پیہم چوٹوں سے آنسو خشک ہو جاتے ہیں تو پھر اس کی مسکراہٹ بھی آہ بن جاتی ہے اور یاس ہی میں اس کو لطف آتا ہے۔ میر کا سوز و گداز۔ غالب کی رفعت فکر اور مومن کے انداز بیان کا بانکپن اردو غزل کا سرمایہ حیات ہے۔ ان تینوں کا امتزاج فانی کے کلام کی بہت بڑی خصوصیت ہے۔

آپ نے شیکسپیر کے مشہور ڈرامہ "مچ اڈو اباوٹ نتھنگ" کا ترجمہ کیا[۱]۔
باسٹھ[۶۱] سال کی عمر میں بتاریخ ۲۷ اگست ۱۹۴۱ء انتقال کیا۔

---

[۱] خاتون مشرق۔ سالگرہ نمبر ۱۹۵۷ء ص ۴۳۔ ڈاکٹر سید اعجاز حسین اپنی ادب مختصر تاریخ ادب اردو ص ۲۴۷ پر لکھتے ہیں "دو ڈرامے جن کے پلاٹ مشہور انگریزی ڈراموں سے اخذ کئے گئے تھے فانی نے لکھے مگر عدم توجہی سے وقتاً فوقتاً یہ ذخیرہ تلف ہوتا رہا۔

· SHAKESPEARE'S MUCH ADO ABOUT NOTHING.

آپ کی تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [1]

فخر بنارسی

۱۔ ایک پیالہ

۲۔ بھارت درشا

فضل الرحمٰن محمد

۱۔ ظاہر و باطن ۱۹۳۲ء

۲۔ نئی روشنی ۱۹۳۳ء

۳۔ آئندہ زمانہ

۴۔ حشرات الارض

ظاہر و باطن

یہ ڈراما پانچ ایکٹ اور گیارہ سین پر مشتمل ہے۔
مترجم صاحب "شکریہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

اس ڈرامہ کا پلاٹ شیریڈن [2] کے کومیڈی "دی اسکول فار اسکینڈل" سے ماخوذ ہے۔

"اسے پہلی بار انجمن ترقی ڈرامہ حیدرآباد دکن نے اکتوبر ۱۹۳۲ء میں ڈیوک وروبی تھیٹر کے اسٹیج پر نہایت کامیابی کے ساتھ نمائش کی —— ملک کے مشہور ادیب جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب نے اسٹیج کی ضروریات کے مدِ نظر اس کے لئے ایک سین عنایت فرمایا چنانچہ تیسرے ایکٹ کا دوسرا سین جس میں ذکی کے نوکر اور خانساماں کی ملاقات ہوتی ہے صاحب موصوف کا تحریر کیا ہوا ہے۔"

پلاٹ: نواب نوشہ بڑھاپے میں ایک نوجوان عورت (دل آرا) سے شادی کرتے

۱۔ مجموعۂ کلام (۱) باقیات فانی (۲) عرفانیات فانی اور (۳) کلیات

2. S.HERIDAN, RICHARD BRINSLEY. (1751-1816)

SCHOOL FOR SCANDAL

ہیں جو شوہر سے زیادہ فیشن کو عزیز رکھتی ہے۔ نواب مرزا شگفتہ کے دو بھتیجوں — ذکی اور رفیق کے سرپرست ہیں۔ ذکی ظاہراً نیک لیکن باطناً بد ہے۔ برعکس اس کے رفیق کا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر وہ ایک شریف دل پہلو میں رکھتا ہے۔ ذکی رفیق کی منگیتر (کاملہ) سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ نواب نوشتہ بھی اس رشتہ کو نامناسب نہیں سمجھتا لیکن کاملہ اس سے نفرت کرتی ہے۔ ذکی دل آرا کو پھانس کر اپنے گھر میں بلاتا ہے لیکن اسی وقت نواب آجاتا ہے۔ چند منٹ بعد رفیق بھی آجاتا ہے۔ راز کھلتا ہے نواب ذکی پر بہت غصہ ہوتا ہے۔ مرزا شگفتہ دولت بھائی بن کر رفیق سے اور سید مسکین بن کر ذکی سے ملتا ہے۔ رفیق سے خوش اور ذکی سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ رفیق کو اپنی دولت کا مالک بناتا اور کاملہ سے اس کی شادی کر دیتا ہے۔

نئی روشنی

فضل الرحمٰن صاحب "اظہار حقیقت" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

"اس ڈرامہ کا پلاٹ بعض ضروری تبدیلیوں کے ساتھ شریڈین کے فارس رنقل/ دی رائیوس سے لیا گیا ہے۔ سب سے پہلی دفعہ انجمن ترقی ڈرامہ حیدرآباد دکن نے اگست ۱۹۳۳ء میں ایکسیلر تھیٹر کے اسٹیج پر نہایت شاندار کامیابی کے ساتھ اس کی نمائش کی۔"

پلاٹ :- لیفٹننٹ جواں بخت جدت پسند جوان اور تہذیب جدید کا دلدادہ ہے وہ فصاحت بیگم کی بھتیجی دلربا پر عاشق ہے اور دل شاد کے نام سے اس سے ملتا ہے لفٹننٹ کا باپ نواب کلمران اس کی شادی کے متعلق اس سے مشورہ لیتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں بتلاتا کہ وہ کس کے ساتھ شادی کر رہا ہے۔ دلشاد یہ دیکھ کر کہ اس کی شادی کسی دوسری جگہ ہو رہی ہے شادی سے انکار کر دیتا ہے۔ آخر غلطی کا ازالہ ہوتا ہے لیفٹننٹ کا دوست فرخ سیر اور دلربا کی سہیلی نسیمہ اس راز کو فاش کرتے ہیں کہ لیفٹننٹ کی منگیتر دلربا ہے اور جواں بخت اور دلشاد ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ شادی ہو جاتی ہے۔

یہ ڈراما دو ایکٹ پر مشتمل ہے۔

آئندہ زمانہ ایکٹ اوّل (دورِ حاضرہ) فیتن اور اس کے دوست حکمت علی دینا سے واپس آئے ہیں۔ پریم نگر کے نواب طرفہ اور اکارت فلم کمپنی کے مالک ان سے ملنے کے لئے آتے اور دونوں کو دعوت دیتے ہیں۔ دوران ملاقات میں دورِ حاضرہ پر گفتگو ہوتی ہے۔

ایکٹ دوم (آئندہ زمانہ) نواب طرفہ کے داماد نعیم کی عمر پچپن سال ہے۔ ان کے پرانے دوست حکمت علی جن کی عمر ستاون سال ہے پروفیسر فیتن کے لڑکے متین جس کی عمر تیئس سال ہے نعیم کے مہمان ہوتے ہیں۔ نعیم کی لڑکی نعمت جس کی عمر بائیس سال ہے متین سے ملتی ہے۔ دونوں باتیں کرتے اور ایک دوسرے کو پسند کرنے کے بعد شادی کر لیتے ہیں۔

یہ ڈراما چار ایکٹ اور آٹھ سین پر مشتمل ہے۔

حشرات الارض پلاٹ :۔ ڈاکٹر جاہد کے مکان پر علامہ رعد حضرت، برق اور مولوی خیر الامور جمع ہوتے ہیں اور اس مضمون پر بحث کرتے ہیں جو انھوں نے قومی شفاخانہ کمیٹی کے خلاف لکھا ہے۔ کمیٹی کے صدر اعزاز احمد جو ڈاکٹر کے چچازاد بھائی ہیں ان کو سمجھاتے ہیں کہ وہ اس سے باز آئیں لیکن وہ بضد ہیں۔ علامہ رعد مدیر "الاعلان" اپنے اخبار میں یہ مضمون شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں لیکن اسی درمیان میں ان کی ملاقات اعزاز احمد سے ہو جاتی ہے جو ان کو ایک معقول رقم بطور رشوت دے کر اپنی طرف ملا لیتے ہیں۔ ڈاکٹر جاہد اپنے دوست اکرم بیرسٹر کے مکان پر اپنا مضمون پڑھنا چاہتے ہیں لیکن وہاں کرایہ کے ٹٹو پہنچکر جلسہ درہم برہم کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر چاہتا ہے کہ وہ اپنا مضمون شائع کرائے اور چند عنوانات کا اضافہ بھی کرے لیکن اس میں بھی رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں۔

فطرت حیدر آبادی

۱۔ پاکستان کیوں؟

فکر۔ ابوالحسن

۱۔ خواب نیم شب عرف زہرہ مشتری

فوق سبزواری بدایونی

۱۔ تصویر عصمت

فیاض حسین

۱۔ جھوٹے اور سچے دوست

پلاٹ:۔ دہلی کے ایک تاجر زاہد کا لڑکا عابد (عمر چودہ سال) **جھوٹے اور سچے دوست** اپنے بدمعاش دوستوں۔ اشرف۔ حمید۔ شریف۔ قابل کریم وغیرہ کی صحبت میں بڑے اطوار اختیار کرتا اور تھیٹر جانے کی اجازت نہ دینے کا بہانہ بنا کر باپ کو گھر سے نکل جانے کی دھمکی دیتا ہے، زاہد عابد کو سمجھاتا ہے کہ وہ بدقماشوں کی صحبت سے بچے۔

زاہد تجربہ کے لئے ایک بسندوقی میں دو تالے ڈالکر عابد کے جانی دوست حمید کے گھر بطور امانت رکھوا دیتا ہے۔ دو ماہ بعد اپنا صندوق طلب کرتا ہے۔ زاہد کو پتا چل جاتا ہے کہ حمید نے صندوق کھولکر اس کا جائزہ لیا۔ زاہد دوسرا تجربہ کرتا ہے۔ وہ عابد کو گھر سے نکال دیتا ہے لیکن اس کا کوئی دوست اس کو ایک وقت کی روٹی کھلانے کا بھی روادار نہیں ہوتا۔ عابد کو اپنے دوستوں کا تجربہ ہو جاتا ہے۔

اب زاہد اپنے ایک پرانے دوست کے پاس عابد کو لے جاتا ہے جو صرف ایک آواز پر جملہ ضروریات مہیا کر دیتا ہے۔ زاہد عابد کو جھوٹے اور سچے دوستوں کا فرق سمجھاتا ہے۔

کتاب پر تاریخ سنہ ۱۹۴۶ء درج ہے۔

قابل کنھیا لال

۱۔ سماج

۲۔ نرسی مہتا

۳- بھرت ملاپ

منشی کنہیا لال قابل نے ۱۹۲۶ء میں "نرسی مہتا" کے نام سے ایک تماشا ہندوستان تھیٹرز کے لئے لکھا جس کے مالک فدا حسین مراد آبادی تھے۔ اس کی ریہرسل منروا تھیٹر۔ بیڈن اسٹریٹ کلکتہ میں ہوتی تھی اور وہیں یہ ڈراما اسٹیج ہوکر کامیاب ہوا۔ اس تماشہ کی کامیابی کے بعد فدا حسین نے دوسرا تماشا "بھرت ملاپ" پیش کیا۔ منشی جی نے ۱۹۲۸ء میں ہندوستان تھیٹرز کے لئے "سماج" لکھا۔

قاسم علی

۱۔ گرام سدھار

قاسم علی خاں - محمد بی۔ اے۔ ایل ایل بی

۱۔ رضیہ سلطانہ

یہ ڈراما تیرہ سین پر مشتمل ہے۔

سلطانہ رضیہ پلاٹ :- شمس الدین بستر مرگ پر دراز ہے اور نظام الملک۔ وزیر الملک۔ تاج الدین۔ کوتوال اور شہزادہ رکن الدین کی موجودگی میں رضیہ کو اپنا ولی عہد مقرر کرتا ہے اور وصیت نامہ نظام الملک کو دیتا ہے۔ ملکہ ترکن اس کی جیب سے وصیت نامہ غائب کر دیتی ہے۔

شمس الدین کے انتقال کے بعد رکن الدین کو تخت حکومت پر بٹھلایا جاتا ہے۔ رکن الدین رضیہ اور بہرام کی گرفتاری کا حکم صادر کرتا ہے۔

دوسری طرف ملک جمال الدین یاقوت داروغہ محلات رضیہ کو تسلی دیتا۔ بہی خواہان سلطنت کو جمع کرتا اور خزانہ عالیہ سے اصلی وصیت نامہ اڑا لاتا ہے۔ ملکہ ترکن۔ شاہزادہ قطب الدین اور اس کی دایہ کو قتل کرکے رضیہ کو قتل کرنے کے لئے جیل خانہ جاتی ہے۔ اسی وقت سپہ سالار افواج ——— یاقوت کے ساتھ آتا اور رکن الدین و ملکہ ترکن کو گرفتار کرکے رضیہ

کو تخت شاہی پر بٹھلاتا ہے۔ رضیہ تخت حکومت پر بیٹھتے ہی خواجہ مہدی کو نظام الملک اور یاقوت کو امیر الامراء کا خطاب دیتی اور ملک الف خاں کو آزاد کر کے دوبارہ اسے سرحد کا صوبہ دار مقرر کرتی ہے۔

ملک التونیا۔ صوبہ دار آگرہ۔ سلطان رضیہ سے شادی کی امیدواری ظاہر کرتا اور بیش قیمت تحفہ و تحائف پیش کرتا ہے لیکن سلطان رضیہ انکار کرتی ہے۔ ملک کبیر خاں صوبہ دار لاہور۔ ملک الدنیا۔ ملک التونیا۔ ناظم الملک۔ کوتوال وغیرہ سلطانہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے اور پوشیدہ طور پر شاہزادہ تاج الدین کے سر پر تاج رکھنے کے بعد اسی کے لئے حلف وفاداری اٹھاتے ہیں۔ سلطانہ کو پتا چلتا ہے اور وہ راہ فرار اختیار کرتی ہے۔

قاسمی۔ احمد ندیم

۱۔ دارالشکوہ

۲۔ ساحل امن پر

۳۔ مثنوی گلزار نسیم

قدسیہ بیگم زیدی

۲۳ دسمبر ۱۹۱۴ء کو پیدا ہوئیں اور ۱۸ دسمبر ۱۹۶۰ء کو صبح ۸ ½ بجے علیگڈھ میں انتقال کیا۔ ایک لڑکی دو لڑکے چھوڑے

۱۔ آذر کا خواب

۲۔ جان ہار

۳ چچا چھکّن کے کارنامے

۴۔ خالد

۵۔ گڑیا کا گھر

۶۔ شکنتلا

آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [1]

قدوائی - جلیل احمد - ایم اے

۱- مونا وانا

۲- ماموں جان

یہ ڈراما موسیو میٹرلنگ کے ڈرامہ کا ترجمہ ہے۔

مونا وانا

پلاٹ :- جمہوریہ فلارنس کی جانب سے کمشنر ٹریولزیو کو قلعہ پیسا پر حملہ کرنے کا حکم ملتا ہے۔ وہ قلعہ کے راستے مسدود کر دیتا ہے۔ قلعہ کی آبادی بھوک پیاس سے تنگ آکر مرنے لگتی ہے۔

قلعہ کا امیر لشکر - گیڈو کالونا اپنے ضعیف باپ مارکو کالونا کو فلارنس کے جنرل پرنزوال کے پاس صلح کے لئے بھیجتا ہے۔ پرنزوال کہتا ہے کہ صلح کی صرف ایک شرط ہے۔ گیڈو اپنی بیوی گووانا (مونا وانا) کو میرے پاس بھیجدے۔ مارکو یہ شرط اراکین سلطنت گیوانا اور گیڈو کو پہنچاتا ہے۔ اراکین سلطنت گیوانا سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کی ایک "ہاں" پر تیس ہزار انسانوں کی زندگی کا دارومدار ہے۔ گیوانا اپنے شوہر کے انکار کے باوجود پرنزوال سے ملنے کے لئے جاتی ہے۔

گیوانا پرنزوال سے ملتی ہے۔ جو اسے اپنی سابقہ محبت کی یاد دلاتا ہے۔ اسی وقت پرنزوال کو اطلاع ملتی ہے کہ کمشنر دوم ملاڈیورا اس کی گرفتاری کا پروانہ لے کر آیا ہے۔ گیوانا پرنزوال پیسا کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ اہل شہر مونا کو دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن گیڈو پرنزوال کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ مونا کے پاس جیل خانہ کی کنجی ہے اور موقع کی تلاش میں ہے کہ کس وقت وہ اس کے ساتھ فرار ہو جائے۔

قریشی - ابو سعید

۱- آزادی

---

[1] (۱) ان تھک جان (۲) بھین بھین بانو (۳) جانباز سپاہی (۴) گاندھی بابا کی کہانی (۵) گلابی چڑیا اور غبارے

۲۔ انتقام

۳۔ انسان کی زندگی

۴۔ ایک رات

۵۔ روٹی لوکسی طور پر

قریشی۔ اشتیاق حسین

۱۔ ہمزاد	سنہ ۱۹۳۱ء
۲۔ صید زبوں	سنہ ۱۹۳۲ء
۳۔ نقش آخر	سنہ ۱۹۳۳ء
۴۔ نفرت کا بیج	سنہ ۱۹۳۵ء
۵ کٹھ پتلیاں	سنہ ۱۹۴۳ء
۶۔ ملاء اعلیٰ	سنہ ۱۹۴۳ء
۷۔ بند لفافہ	سنہ ۱۹۴۳ء

۸۔ مٹھائی کی ٹوکری

۹۔ معلم اسود

۱۰۔ بت تراش

۱۱۔ نیم شب

یہ ایک ایکٹ کا ڈراما ہے اور کتاب پر ۱۲ اگست سنہ ۱۹۳۱ء درج ہے۔

ہمزاد پلاٹ :۔ مرزا شاہ رخ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ایک نوجوان عورت شکیلہ سے شادی کرتا ہے۔ شکیلہ ایک نوجوان شخص مسمی ذبیح سے چھپ چھپ کر ملتی ہے۔ مرزا کا قدیم نمک خوار اس سے مرزا کو آگاہ کرتا اور ہر دو کو یکجا دکھلانے کا وعدہ کرتا ہے۔

ملازم شکیلہ کو اطلاع دیتا ہے کہ مرزا صاحب نے ٹیلیفون پر اطلاع دی ہے کہ وہ نہیں

آئیں گے۔ شکیلہ صبیح کو اطلاع دیتی ہے اور وہ آتا ہے۔ صبیح شکیلہ کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ اس کانٹے کو راستہ سے نکال دے۔ مرزا پردے کے پیچھے سے سب باتیں سنتا ہے۔ شکیلہ ایک عامل کو بلاکر مرزا کو موت کے گھاٹ اتارتی ہے۔ مرزا جو ملازم کے کھینے سے مردہ بن گیا تھا دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ سب اسے ہمزاد سمجھتے ہیں۔ مرزا شکیلہ کو طلاق دیدیتا ہے اور وہ صبیح کے ساتھ جاتی ہے۔

صیدِ زبوں

یہ ڈراما چار ایکٹ پر مشتمل ہے اور مصنف نے ڈاکٹر ذاکر حسین کے نام اسے معنون کیا ہے اور کتاب پر تاریخ ۴ مئی ۱۹۳۲ء درج ہے۔

پلاٹ:۔ مرزا نظیر بیگ اور نزہت بیگم اپنے بچوں ۔ زینت ۔ اشرف اور ذکیہ کے ساتھ ہنسی خوشی رہتے ہیں۔ مرزا کا بھتیجا جعفر جس (اپنے بھائی کے انتقال کے بعد مرزا نے ایم اے) کرایا تھا دو سو روپیہ ماہوار کا ملازم ہو جاتا ہے۔ جعفر زینت سے محبت کرتا ہے۔ وہ بھی جعفر کو قول دے چکی ہے۔ مرزا اور ان کی بیوی اپنے دوست مرزا سعید اللہ بیگ کے بیٹے مزمل اللہ بیگ کے ساتھ زینت کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ لڑکا چار سو روپیہ ماہوار کا ملازم اور پانچ صد ماہانہ جائداد کی آمدنی کا مالک ہے۔ شادی ہو جاتی ہے۔

چار سال بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ اور ملول رہنے لگتے ہیں۔ ایک دن جعفر زینت سے ملنے کے لئے آتا ہے مزمل پردہ کے پیچھے سے ان کی باتیں سنتا اور غصہ ہوتا ہے زینت اپنی ملازمہ شمسہ اور جعفر کے ساتھ اپنے والدین کے یہاں چلی جاتی ہے۔ وہ مرزا نظیر مولوی ارشد علی اور جعفر کے سمجھانے کے باوجود زینت کو طلاق دینے سے انکار کرتا ہے مزمل دھوکہ سے جعفر کو گرفتار کرادیتا ہے اور سات سال بعد جب جعفر چھوٹ کر آتا ہے تو مزمل زینت کو زبردستی اس کے گھر سے یہ کہکر لے آتا ہے کہ وہ زینت کا جعفر سے ملنا پسند نہیں کرتا۔

نفرت کا بیج

یہ ڈراما پانچ ایکٹ پر مشتمل ہے اور کتاب پر ۹ر اگست ۱۹۳۵ء درج ہے۔

پلاٹ :- امتیاز ایک نیک سیرت انسان ہے اور ایک نواب کے یہاں ملازم ہے نواب اس پر پورا بھروسا کرتا ہے۔ چند خود غرض انسان ـــــ سرفراز۔ اجمل۔ خاور وغیرہ امتیاز سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ نواب کے یہاں ایک سرکاری وکیل کی جگہ خالی ہوتی ہے۔ اجمل اور اختر امتیاز کی سفارش چاہتے ہیں۔ وہ ان کی سفارش کرتا ہے۔ لیکن وہ خود امتیاز کو سرکاری وکیل مقرر کرتا ہے اختر جو امتیاز کا سب سے گہرا دوست تھا۔ اس کا بدترین دشمن ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ اس کو بدنام کرنے کے بعد موت کی آغوش میں سُلا دیتا ہے۔

کٹھ پتلیاں

یہ ڈراما پانچ ایکٹ پر مشتمل ہے اور کتاب پر تاریخ اگست ۱۹۴۳ء درج ہے۔

پلاٹ :- مدن اور شیلا ایک گاؤں میں مسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مدن کو فلمی اداکاری کا شوق دامنگیر ہوتا ہے۔ وہ بمبئی جاتا۔ فلموں میں کام کرتا اور بملا نامی ایکٹریس سے شادی کرتا ہے۔ شیلا کو یہ خبر سن کر بہت صدمہ ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے پرانے نمک خوار کو ساتھ لے کر بمبئی جاتی اور مدن سے ملتی ہے۔ لیکن مدن اسے پہچاننے سے انکار کر دیتا ہے وہ واپس آجاتی ہے۔

بملا تاڑ جاتی ہے۔ وہ مدن کو لعنت ملامت کرتی ہے۔ کچھ دن بعد دونوں میں جھگڑا ہوتا ہے اور وہ ہیرو نے کے ساتھ چلی جاتی ہے۔ مدن یہ مشہور کرتا ہے کہ وہ دریا میں ڈوب گیا ہے۔ لیکن تبدیل ہیئت کے بعد دوسری جگہ چلا جاتا ہے۔

شیلا یہ خبر سن کر اپنے پرانے عاشق ذوشنو اسے ملتی اور دوسرے شہر میں جا کر شادی کا انتظام کرتی ہے۔ مدن پنڈت بن کر آتا ہے۔ شیلا اس سے معافی چاہتی ہے۔

دشنو جان بچا کر بھاگنا چاہتا ہے۔ لیکن مدن روک لیتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے کمرے میں خودکشی کر لیتے ہیں۔

کتاب پر تاریخ اشاعت۔ بار اول اگست ۱۹۴۳ء درج ہے۔

ملاء اعلیٰ

پلاٹ :۔ ایک نقاش بحالت غربت و افلاس تصویر کشی میں مصروف ہے۔ اس کی بیوی اسے آٹے دال کی یاد دلاتی ہے۔ دونوں میں جھگڑا ہوتا ہے نقاش زہر پی کر مرجانا چاہتا ہے۔ لیکن زہر خریدنے کے لئے بھی پیسہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیوی بھی زہر کی تلاش میں نکلتی ہے لیکن زہر نہ ملنے کے باعث کف افسوس ملتی ہے۔ اسی وقت ایک ڈاکٹر آتا اور چھ سو روپے میں ایک تصویر خریدتا ہے۔ ملازم زہر کے بہانے دونوں میاں بیوی کو داروئے بے ہوشی پلاتا ہے۔ دونوں جب ہوش میں آتے ہیں تو خود کو عرش معلیٰ پر سمجھ کر ایک دوسرے سے لڑتے ہیں لیکن جب بھوک پیاس سے مجبور ہو کر اپنے جسموں کو دیکھتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں۔ ملازم راز افشا کرتا اور ان کو پرسکون زندگی بخشتا ہے۔

نقش آخر

یہ ڈراما خان بہادر محمد عبدالرحمٰن بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی وائس چانسلر۔ دہلی یونیورسٹی کے نام معنون ہے۔ کتاب پر ۲۰ اپریل ۱۹۳۳ء درج ہے۔

پلاٹ :۔ شاہی مصور میر عاشق اور اس کی بیوی رشیدہ باتیں کرتے ہیں۔ ان کو غدر کی اطلاع ملتی ہے اور وہ گھبرا جاتے ہیں۔ باغی دہلی شہر لوٹتے۔ پھر انگریزی فوجوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہندستانی کئی ماہ تک انگریزوں کو پے در پے شکستیں دیتے ہیں لیکن آخر میں انگریزوں کی مستقل مزاجی غالب آتی ہے میر عاشق اپنے خاندان کے افراد کو لیکر سونی پت چلا جاتا ہے۔ وہ محسن کو رائے بریلی جانے کا حکم دیتا ہے۔ دہلی لٹتی ہے۔ گرفتاریوں اور سزاؤں کا سلسلہ مہینوں جاری رہتا ہے۔ محسن اور اس کے خاندان کے افراد دہلی واپس آتے ہیں۔ لیکن ان کی عزت و عظمت اور دولت و شہرت کا دور دورہ ختم ہو چکتا ہے۔ محسن کا دوست طاہر اس کی مالی امداد کرتا ہے۔

محسن اور شبیر اپنے باپ کی بنائی ہوئی —— آخری شہنشاہ ہند —— کی تصویر نکالتے ہیں۔ اسے دیکھ کر ہر خاص و عام مصور کی چابکدستی کی تعریف کرتا ہے۔

کتاب پر تاریخ اگست ۱۹۴۳ء درج ہے۔

بند لفافہ پلاٹ :۔ شکنتلا کی سہیلی کامنی (ایک نوجوان حسینہ) اپنے عاشق کے خطوط اپنی سہیلی مسز دویارتن کے نام سے منگواتی ہے۔ ایک دن کامنی کا ایک خط مسٹر دویارتن کے ہاتھ پڑ جاتا ہے اور وہ اپنی بیوی پر شک کرتے ہیں یہ راز افشا ہوتا ہے۔ دویارتن بیج ناتھ کی شادی کامنی سے کرا دیتا اور بیوی سے اپنی غلط فہمی کی معافی بھی چاہتا ہے۔

مٹھائی کی ٹوکری پلاٹ :۔ گجراتی اور اس کی بیوی ایک دوسرے سے ناراض ہیں۔ بیوی کہتی ہے کہ جب تم محلہ والوں کے بھیجے ہوئے حصے کھاتے ہو تو تم کو بھی حصے بھیجنا چاہیئے۔ گجراتی اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ پھر بھی وہ یہ منظور کرتا ہے کہ دہلی سے واپسی پر وہ تھوڑی سی مٹھائی اپنے ہمراہ لیتا آئے گا۔ چنانچہ وہ پانچ روپے کی مٹھائی خرید تا ہے۔ ریل میں اس کو چند نوجوان مسافر —— مدن، برکت، اجودھیا وغیرہ ملتے ہیں۔ جو لالہ جی کو پاخانہ میں بند کر کے مٹھائی کھا جاتے۔ اور فقیروں کو دیدیتے ہیں۔ گجراتی گھر پہنچکر مٹھائی کی چوری کا الزام بیوی پر لگاتا ہے۔ بیوی کہتی ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے کہ وہ دہلی سے مٹھائی خرید کر لایا تھا۔

قریشی دہلوی۔ فضل حق

۱۔ ریڈیو ڈرامے۔ حصہ اوّل

۲۔ تعلیم زدہ بیوی۔ یہ مولیر کے کسی ڈرامہ کی تلخیص ہے

۳۔ پروین و ثریا

۴۔ لیڈر

۵۔ پنیر کے سوراخ

۷۔ قربانی کا دنبہ

ریڈیو کے ڈرامے حصہ اول

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل آٹھ ریڈیائی ڈرامے شامل ہیں۔

(۱) سائنسدان (۲) یادِ ایام (۳) ہفتہ وار اخبار (۴) رویت ہلال (۵) بھابی جان نے قربانی کی (۶) نرگس (۷) اقرار اور (۸) فرض اور ماممتا۔

کتاب خلیفہ محمد افتخار اللہ۔ اسسٹنٹ اسٹیشن ڈائرکٹر۔ آل انڈیا ریڈیو کے نام جن کی مساعی جمیلہ سے ہندوستان میں ریڈیو ڈرامے کو ترویج اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ منسوب ہے۔

"دیباچہ" پروفیسر رشید احمد صدیقی نے لکھا ہے۔

قریشی صاحب "عرض حال" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"دیباچہ میں میرے لئے ضروری نہیں کہ ڈراموں سے متعلق کچھ لکھوں سوائے اس کے کہ نرگس" اور "اقرار" براہ راست" انگریزی سے ترجمہ ہیں فرض اور ماممتا ایک ہسپانوی قصہ ہے جسے انگریزی سے اخذ کر کے ڈرامہ کی شکل میں ڈھالا ہے۔ باقی طبع زاد ہیں۔ یہ تمام ڈرامے وقتاً فوقتاً دہلی اور پشاور کے اسٹیشنوں سے نشر ہوئے۔ اردو کے مقتدر رسائل میں شائع ہوئے اور اب کتاب کی صورت میں ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔"

کتاب کے صفحہ اول پر تاریخ دسمبر ۱۹۳۸ء درج ہے۔

قمر جعفری الہ آبادی۔ سید محمد طاہر

۱۔ انوکھی چتون

انوکھی چتون

یہ ڈراما تین ایکٹ اور ۱۷ سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ:۔ آفاق تاجر اپنے دوستوں۔ نفیس۔ احمد اور مقبول کے ساتھ شغل مے نوشی میں مصروف ہے کہ اس کا ملازم شہریار آتا اور شراب کی برائیاں

کرتا ہے۔ آفاق کا دوست آتا۔ اس کو اپنے ہمراہ لے جاتا اور اپنی بیٹی نوشابہ کا استاد مقرر کرتا ہے۔ نوشابہ شہریار سے اظہارِ محبت کرتی ہے۔ خسرو شہریار کو قصوروار سمجھ کر کوڑوں سے مارتا اور گھر سے نکال دیتا ہے۔

آفاق اپنے دوست محمود کی امداد سے نوشابہ کو بھگا لے جاتا ہے۔ لیکن وقتی امداد سے وہ اپنے گھر پہنچ جاتی ہے۔ آفاق اپنی ساری طاقت خسرو کے خلاف استعمال کرتا اور اسے جیل بھیج کر دم لیتا ہے۔ لیکن اس دوڑ دھوپ میں اس کی مالی حالت خراب ہوجاتی ہے۔ اور وہ بھیک مانگنے لگتا ہے۔ آفاق کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے اور وہ نوشابہ کو جو شہریار کی تلاش میں ماری ماری پھرتی ہے۔ اس کے باپ سے ملا دیتا ہے۔

قیس فیض آبادی۔ سید باقر علی

۱۔ نواب صاحب

نواب صاحب

سید صاحب نے یہ اصلاحی اور معاشرتی ڈراما دی رائل رنجین «تھیٹریکل کمپنی آف کلکتہ» کے لئے لکھا تھا۔ یہ ڈراما کورنتھین اسٹیج پر پیش ہو کر مقبولِ عام ہوا۔

پلاٹ:۔ نواب قیصر جاہ ایک فوجی افسر (شجاعت) کی بیوی رضیہ کی خوبصورتی کا چرچا سن کر اس کو اپنے دامِ فریب میں پھانسنا چاہتا ہے۔ وہ اس کو پانچ ہزار روپیہ ماہوار دینا ہے۔ نواب کی بیوی (قمر النساء) یہ سن کر بے حد ناراض ہوتی ہے۔

کچھ عرصہ بعد نواب ——— شجاعت ——— کو حکم دیتا ہے کہ وہ رضیہ کو طلاق دیدے۔ وہ رضیہ پر ڈورے ڈالتا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ رضیہ خود پر لعنت ملامت کرتی اور اپنے شوہر کی قبر پر ندامت کے آنسو بہاتی اور اپنی بے عزتی کا انتقام لینے کا عہد کرتی ہے۔

وہ طوائف بن کر قیصر سے بدلہ لیتی ہے۔ جو اس سے معافی مانگتا اور اپنے چھوٹے

بھائی اقبال کو مسند حکومت پر بٹھلا کر اس کی شادی رضیہ سے کر دیتا ہے۔

قیسی رامپوری

۱۔ سماج کے ستون [1]

سماج کے ستون

یہ ڈراما چار ایکٹ پر مشتمل ہے اور ہنری ابسن کے "پلرز آف سوسائٹی" کا ترجمہ ہے۔ عبدالعزیز سورتی نے "تعارف" لکھا ہے۔

پلاٹ :۔ سیٹھ بھارگو اپنی بہن شانتی۔ بیوی لچھمی۔ سالے شام اور بھگوانداس اور سالی رکمنی کے ساتھ مسرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ بھارگو کے ایک جرم عظیم کی پردہ پوشی کے لئے شام اور رکمنی کشمیر کی وادیوں میں تفریح کے لئے جاتے ہیں۔ بھارگو بے حساب دولت پیدا کرتا اور نئے نئے ٹھیکے لیکر شہر کے معززین میں شمار ہونے لگتا ہے۔

دس سال بعد شام اور رکمنی واپس آتے ہیں۔ بھارگو اپنے سابقہ گناہوں پر افسوس کرتا اور سماج کا ستون بنتے ہوئے شرماتا ہے شام کملا کے ساتھ جاپان جاتا اور وہاں شادی کر کے مسرت کی زندگی بسر کرتا ہے۔

قیوم نظر

۱۔ راحیل

۲۔ کون

ک۔ ف۔ بیگم

۱۔ انتخاب زوج

کاظم حیدرآبادی

۱۔ ماتم ظفر

---

1. HENRIK IBSEN. PILLERS OF SOCIETY.

کاظمی۔ سید اسد اللہ۔ ایم اے۔ ایم ایڈ (لیڈز)

۱۔ پریم کی جیت

۲۔ آمنہ

پریم کی جیت یہ اسکولی طلبہ کے لئے ایک مختصر تمثیل ہے۔ جس میں بدھو کی شرارتیں درج ہیں اور بتلایا گیا ہے کہ ہیڈ ماسٹر کس طرح اپنے محبت آمیز برتاؤ سے بچوں میں چوری اور شرارت کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کرا سکتے ہیں۔

کانگا۔ سہراب جی پستن جی

۱۔ تلاطم ایران

تلاطم ایران یہ شیکسپیر کے مشہور ڈرامہ میکبتھ کا ترجمہ ہے جسے مددگار معتمد محکمہ فنانس سرکار حضور نظام دکن مسٹر سہراب جی پستن جی کانگا نے اردو کا جامہ پہنایا۔ مسٹر کانگا لکھتے ہیں کہ اس سے طلباء کو ترجمہ میں بہت مدد ملے گی اور (مترجم نے) ترجمہ میں محاورات کا کافی خیال رکھا ہے۔

کانگا صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔

"میں نے اس قصہ کا موقع یا منظر ایران کو بنایا ہے اور اس وقت اس بدنصیب ملک کی حالت اتفاقاً ویسی ہی ہو گئی ہے جیسی ناٹک میں بیان ہوئی ہے۔ اس ترجمہ میں مولوی محمد عباس صاحب نے بہت مدد دی ہے۔"

کرتار سنگھ

۱۔ دیا بجھ گیا

کرشن چندر

۱۔ دروازہ

۲۔ سرائے کے باہر

۳۔ قاہرہ کی ایک شام

یہ مصنف کے مندرجہ ذیل ریڈیائی ڈراموں کا مجموعہ ہے اس میں سوائے "حجامت"، کے جو روسی مصنف آندر لیف سے ماخوذ ہے باقی سب طبعزاد ہیں۔ اور سوائے "مسرائے کے باہر" کے باقی سب آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہو چکے ہیں۔

۱۔ بیکاری	پہلی بار	لاہور سے	اکتوبر ۱۹۳۷ء میں نشر ہوا۔
۲۔ حجامت	"	لاہور سے	۱۵ر ستمبر ۱۹۳۸ء کو "
۳۔ دروازہ	"	دہلی سے	۱۷ر اگست ۱۹۴۰ء کو "
۴۔ نیل کنٹھ	"	دہلی سے	۲۴ر فروری ۱۹۴۱ء کو "
۵۔ قاہرہ کی ایک شام	"	دہلی سے	یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو "

کتاب صلاح الدین احمد کے نام معنون ہے

کلیم عرفی

۱۔ رضیہ سلطانہ

کلیم۔ محمد صدیق

۱۔ شیکسپیر

اس میں شیکسپیر کی جملہ فنی خوبیوں اور عمرانی ماحول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کنور سین۔ جسٹس۔ ایم۔ اے

۱۔ برہمانڈ کھنڈ

کنول۔

۱۔ دکھیاری

کوشک۔ آسارام

۱۔ مہاراجہ پرتھوی راج

کوشل - رام سروپ - ودیا بھوشن ایم اے - ایم آر اے - ایس

۱- نور جہاں

نور جہاں یہ ڈراما بابو دوجندر لال رائے کے نور جہاں کا ترجمہ ہے - یہ پانچ ایکٹ اور اکتالیس سین پر مشتمل ہے - اس میں نور جہاں اور مہابت خاں کی مشہور جنگ کا ذکر ہے - پہلے مہابت خاں کی فتح پھر نور جہاں اور جہانگیر کی نظر بندی - اس کے بعد نور جہاں کی فتح اور مہابت خاں کی شکست دکھلائی گئی ہے - ترجمہ بہت مناسب ہے -

کول - کشن پرشاد

۱- قربانی

۲- مجبور وفا

۳- نشا

یہ ڈراما تین ایکٹ اور چھ سین پر مشتمل ہے -

قربانی پلاٹ :- جانکی ناتھ بی اے پاس کرنے کے بعد عشق کے میدان میں قدم رکھتا اور رائے گرو ہاری لال - ڈسٹرکٹ و سشن جج لاہور کی انیس سالہ بیٹی سرلا سے (جو بیوہ ہے) محبت کرتا ہے - اس میل جول کا نتیجہ خراب نکلتا ہے - اور سرلا حاملہ ہو جاتی ہے - جانکی کا دوست ڈاکٹر انند کمار اس کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ بیرسٹری کی تعلیم کے بہانے ولایت چلا جائے چنانچہ منگنی کی رسم ادا کرنے کے بعد وہ بمبئی کے لئے روانہ ہو جاتا ہے -

سرلا اس کی روانگی کا حال سن کر بے ہوش ہو جاتی ہے - رائے صاحب اس کو گھر سے نکال دیتے ہیں - اس کا بھائی چندر موہن اس کو دیوان جے رام دوارکا داس کے ودھوا آشرم میں پہنچا دیتا ہے - جہاں وہ ایکبار افیون کھا کر اور دوسری بار خنجر مار کر خود کشی کرنا چاہتی ہے لیکن بچ جاتی ہے - دیوان جی کی بیوی اپنے شوہر کو یہ مشورہ دیتی ہے کہ وہ اس سے شادی کر لے تاکہ سرلا اور اس کی ہونے والی اولاد کی جانیں بچ جائیں - چنانچہ دیوان جی شادی کر لیتے ہیں -

سوسائٹی میں ایک شور پیدا ہوتا ہے۔ دیوان جی دعا کرتے ہیں۔

کیفی چریاکوٹی

۱۔ وفا کی دیوی یا نور و نار

یا نور و نار۔

وفا کی دیوی

سبحان الہند علامہ کیفی چریاکوٹی نے یہ ڈراما ۱۷ اگست ۱۹۳۳ء میں لکھا اور رائے صاحب لالہ رام دیال اگروالا۔ الٰہ آباد۔ نے اسے شائع کیا۔

محمد رفیع صاحب "تعارف" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"سبحان الہند علامہ کیفی چریاکوٹی کی ذات ہندوستان کے علمی اور ادبی حلقوں میں عرصے سے محتاج تعارف نہیں۔ ذاتی طور پر علامہ موصوف عربی۔ فارسی۔ اردو۔ ہندی۔ انگریزی کی ادبیات پر قدرت رکھنے کے علاوہ ترکی۔ عبرانی۔ فرنچ جاننے کے لئے مشہور ہیں۔۔ ۔۔۔۔۔ بقول مولانا حسرت موہانی "مولانا اتنی زبانوں کے مہارت رکھنے کے اعتبار سے اس صوبے میں سب سے نمایاں شخصیت رکھتے ہیں"۔۔۔۔۔ خاندانی اعتبار سے مولانا کا خاندان ہندستان میں فلسفہ، منطق اور ادبیات کے اندر تمام علمی خانوادوں میں عرصے سے ممتاز چلا آتا ہے۔ بقول مولانا عبدالباری، فرنگی محلی "اس وقت ہندوستان کے تمام علمی سرچشمے علمائے چریاکوٹ کے فیوض اور برکات سے سیراب ہیں"۔ عربی کی الف لیلہ کے مشہور قصہ نورالدین اور مریم زناریہ سے اس کا پلاٹ لیا گیا ہے"۔

علامہ نے "مقدمہ" کے علاوہ گیارہ صفحات کی "تمہید" اور اٹھاون صفحات کی تاریخ ڈرا۔ لکھی ہے۔ جس میں یورپین اور ہندستانی اسٹیجوں کا تفصیلی حال درج کیا ہے۔ ڈراما تین ڈراپ اور چوبیس سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ:۔ شاہ اسپین کی لڑکی شہزادی مریم کو اس کی سالگرہ کے دن ڈاکو اٹھا لیجاتے ہیں کو مصر میں فروخت کر دیتے ہیں۔ نورالدین نامی ایک شخص اسے خرید کر اس سے شادی

کرتا ہے۔ وزیر بغاوت مصر پہونچ کر اسے دھوکہ سے بلاتا اور اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔ مریم شاہ سے اپنی شادی کا قصہ بیان کرتی ہے۔ جو بے حد چراغ پا ہوتا اور اسے جیل خانہ بھیج دیتا ہے بغاوک شہزادی سے اظہار عشق کرتا ہے۔ مریم چیں بجبیں ہوتی ہے۔ ڈاکو اسے اڑا لیجاتے ہیں۔ شاہ پسندوں کو لڑائی میں شکست ہوتی ہے۔ نورالدین تخت حکومت پر بٹھلایا جاتا ہے۔

گرامی چشتی۔ سید احمد امداد علی۔

۱۔ خون کی پیاس	سنہ ۱۹۴۳ء
۲۔ فیصلہ	سنہ ۱۹۴۶ء
۳۔ ہمارا خون عرف عارضی حکومت	سنہ ۱۹۴۷ء
۴۔ ماں کا دل	سنہ ۱۹۴۸ء
۵۔ ترنگا جھنڈا	سنہ ۱۹۴۹ء
۶۔ باپو کا قاتل	سنہ ۱۹۵۰ء
۷۔ باپو کا خون	سنہ ۱۹۵۰ء
۸۔ محمد بن قاسم	سنہ ۱۹۵۱ء
۹۔ عبدالرحیم	سنہ ۱۹۵۲ء
۱۰۔ موت کے بعد	سنہ ۱۹۵۲ء
۱۱۔ جینے نہیں دیتے	سنہ ۱۹۵۳ء
۱۲۔ آزادی کے بعد	سنہ ۱۹۵۳ء
۱۳۔ راون کی پوجا	سنہ ۱۹۵۳ء
۱۴۔ اندھوں کا راج	سنہ ۱۹۵۳ء
۱۵۔ دامن کا پھول	سنہ ۱۹۵۳ء
۱۶۔ ودھوا سہاگن	سنہ ۱۹۵۳ء

۱۷۔ دنیا دیکھے ۔۔۔ ۱۹۵۳ء

۱۸۔ جیون آشا ۔۔۔ ۱۹۵۳ء

سید احمد امداد علی نام ۔ گرامی تخلص چشتی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ۱۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو بمقام کھنڈوہ پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد سید امداد علی بعین علی چشتی ضلع نماڑ میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آف دیک سی منیشن تھے ۔

آپ کی ابتدائی تعلیم کھنڈوہ میں ہوئی ۔ مڈل اور ہائی اسکول کے بعد علیگڈھ سے پرائیویٹ امتحانات پاس کیے ۔ ۱۹۲۹ء میں بمبئی آئے ۔ ڈراما لکھنے کا شوق پیدا ہوا ۔ مندرجہ ذیل ڈرامے لکھے ۔

خون کی پیاس گرامی کا یہ ڈراما ۱۹۴۳ء میں بالیوالا گرانڈ تھیٹر میں اسٹیج ہوا ۔ اس کے ڈائرکٹر ارشاد علی ارشاد تھے ۔ اس میں ستیش چندر نے ہیرو کا پارٹ کیا ۔ اداکاروں میں رسوا قابل ذکر ہیں ۔ ایکٹرسوں میں فہمیدہ ۔ رشیدہ ۔ دلاری ۔ نرگس ۔ نیلم وغیرہ وغیرہ نے کام کیا ۔

فیصلہ یہ ڈراما ۱۹۴۶ء میں بمبئی تھیٹر میں اسٹیج ہوا ۔ اقبال کابلی نے ڈائرکٹ کیا ۔ ڈائرکٹر کے علاوہ منصور ۔ مقبہ ۔ عثمان حسین اور ایکٹرسوں میں راجپوتری (رشیدہ) قمر جہاں ۔ کماری ۔ وغیرہ نے کام کیا ۔ اس میں قائد اعظم اور لیاقت علی خاں اور سر فیروز خاں نون وغیرہ نے شرکت فرمائی ۔ بعدہ حکومت بمبئی نے اسے ضبط کر لیا ۔

عرف عارضی حکومت

ہمارا خون یہ تماشا ۱۹۴۷ء میں بمبئی تھیٹر میں اسٹیج ہوا ۔ اسے خود مصنف نے ڈائرکٹ کیا

ماں کا دل یہ تماشا ۱۹۴۷ء میں بمبئی تھیٹر میں اسٹیج ہوا ۔ اسے خود مصنف نے ڈائرکٹ کیا ۔

ترنگا جھنڈا

یہ ڈراما ۱۹۴۹ء میں بالیوالاگرانڈ تھیٹر میں اسٹیج ہوا۔ حکومت بمبئی کے بعض اراکین نے شرکت کی۔

باپو کا قتل

یہ تماشا سنہ ۱۹۵۰ء میں بھانگواڑی تھیٹر کالبادیوی میں اسٹیج ہوا۔ مصنف نے خود اسے ڈائرکٹ کیا۔ اس میں ماسٹر نثار اور رمایارام کے علاوہ زہرہ اور رشیدہ نے بھی کام کیا۔

باپو کا خون

غلام محمد گاما نے اسے سنہ ۱۹۵۰ء میں ڈائرکٹ کیا۔ ایکٹروں میں حسین اور صابر۔ یاسین۔ اقبال کابلی۔ کرامت حسین اور ایکٹرسوں میں حسینہ۔ زبیدہ۔ قمر جہاں۔ فاطمہ وغیرہ نے کام کیا۔

محمد بن قاسم

ارشاد علی ارشاد نے سنہ ۱۹۵۱ء میں اسے ڈائرکٹ کیا۔ ایکٹروں میں مہر علی شاہ۔ آغا معراج۔ غلام جیلانی۔ سید حسین معین الدین۔ فضل۔ عزیز (بنڈل) اور ایکٹرسوں میں فہمیدہ۔ قمر جہاں۔ گلزار۔ شیلا اور کنیز نے کام کیا۔

رام و رحیم

اسے بشیر احمد جاگو نے سنہ ۱۹۵۳ء میں ڈائرکٹ کیا۔ ایکٹروں میں گرامی چشتی۔ غلام جیلانی۔ محمد علی شاہ۔ عزیز (بنڈل) نظیر۔ نارائن راؤ اور ایکٹرسوں میں بھاگا بائی۔ شانتا بائی۔ النورانی وغیرہ نے کام کیا۔

موت کے بعد

بشیر احمد جاگو نے اسے سنہ ۱۹۵۲ء میں ڈائرکٹ کیا۔ ایکٹروں میں غلام جیلانی۔ واجد حسین اور ایکٹرسوں میں فہمیدہ۔ النورانی مہ جبین اور اقبال بیگم نے کام کیا۔

جینے نہیں دیتے

بشیر احمد جاگو نے اسے سنہ ۱۹۵۳ء میں ڈائرکٹ کیا اور اس میں "موت کے بعد" کے اسٹاف نے کام کیا۔

اس کے بعد "آزادی کے بعد"۔ "راون کی پوجا"۔ "اندھوں کا راج" پیش ہوئے جنہیں مصنف نے خود ڈائرکٹ کیا اور ان میں "فیصلہ" کے اسٹاف نے کام کیا۔ یہ ڈرامے

سنہ ۱۹۵۳ء میں اسٹیج ہوئے۔

دامن کا پھول

عبدالرحمن نے اسے سنہ ۱۹۵۳ء میں ڈائرکٹ کیا اداکاروں میں ماسٹر نثار کے بھائی ماسٹر شفیع۔ باقر حسین۔ احمد علی اور شابالا قمر جہاں، کشوری وغیرہ نے کام کیا۔

سورسوا سہاگن سنہ ۱۹۵۳ء میں اسٹیج ہوا۔ "دامن کا پھول" کے ڈائرکٹر اور اداکاروں نے اس میں بھی کام کیا۔ "دنیا دیکھے" بھی سنہ ۱۹۵۳ء میں پیش ہوا۔ اس میں "فیصلہ" کے اداکاروں نے کام کیا۔

جیون آشا

اقبال کابلی نے اسے سنہ ۱۹۵۳ء میں ڈائرکٹ کیا۔ اداکاروں میں غلام جیلانی آغا معراج مقبول اور ایکٹرسوں میں۔ زہرہ بائی۔ دل بہار، فاطمہ بیگم وغیرہ نے کام کیا

گوہر۔ بابو جنیشر داس

(۱) اندر سبھا عرف بہار عشق

اندر سبھا

عرف بہار عشق

یہ مختصر ڈراما تین ایکٹ اور دس سین پر مشتمل ہے۔ اس میں امانت کی اندر سبھا کو گوہر نے اپنے الفاظ میں قلمبند کیا ہے۔ نثر زیادہ نظم کی ہے۔ اس میں رتن چمبیلی کا کومک بھی شامل ہے۔

گوہر رامپوری

(۱) خون دلربا

گوہر شادانی

(۱) رانا پرتاب

گوہر مرادآبادی۔ محمد نبی

(۱) غیبی خزانہ عرف فرزانہ بیم

(۲) نوکِ نشتر

(۳) جان عالم و انجمن آرا عرف فسانۂ عجائب

غیبی خزانہ عرف فرزانہ بیم

یہ ڈراما تین ایکٹ اور پنتیس (۳۵) سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ: سلطان سلیم تختِ ترکی پر جلوہ فگن ہے۔ شاہزادہ سلیمان لفٹنٹ جابر کی بیٹی فرزانہ سے محبت کرتا ہے۔ لفٹنٹ یہ دیکھ کر کہ شاہزادہ کے مقابلے میں اس کی شنوائی نہ ہوگی وہ سلطان سے عرض معروض کرتا ہے۔ سلطان شاہزادہ کو ایڈریانوپل اور لفٹنٹ کو قسطنطنیہ روانہ کر دیتا ہے۔

کچھ عرصہ بعد شاہ چین ترکی پر حملہ کرتا لیکن شکست کھاتا ہے۔ شاہ چین کا غلام بہانہ سے سلطان سلیم کو گرفتار کر لیتا ہے۔ لیکن سلطان کے ایک غلام کی ہوشیاری اور وقتی سوجھ بوجھ سے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔

لفٹنٹ وطن آتا ہے۔ اس کا ملازم کاٹ چھانٹ فرزانہ کی لوح غائب کر دیتا ہے لفٹنٹ اس کی تلاش میں رہتا ہے۔ لوح مل جاتی ہے فرزانہ کی شادی سلیمان سے ہو جاتی ہے۔

نوکِ نشتر یہ ڈراما تین ایکٹ اور اکیس (۲۱) سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ: توران کا شہزادہ فیروز گلزار شاہ کی بیٹی دل افروز پر عاشق ہو جاتا ہے۔ گلزار شاہ کے انکار شادی پر وہ ملک پر حملہ کرتا ہے۔ اگرچہ گلزار شاہ نے بار بار فیروز کو میدان جنگ میں شکست دی تھی اور یقیناً اب بھی شکست دیتا۔ اگر عین موقع پر فرخ اپنی سپاہ کی مدد نہ کرتا اور تازہ دم فوج میدان جنگ میں نہ اتار دیتا گلزار شاہ اپنی بیٹی کے ساتھ بذریعہ جہاز فرار ہو جاتا ہے فیروز پیچھا کرتا اور دل افروز کو حاصل کر لیتا ہے۔

چنگیز ڈاکو جو دل افروز کا سچا پرستار ہے۔ کمند کے ذریعہ محل میں داخل ہوتا اور شہزادی کو اڑا لاتا ہے۔ لیکن ایک جادوگر چنگیز کو ہلاک کر کے دل افروز کو اٹھا لیجاتا ہے۔ ایک پیر مرد گلزار شاہ کو بتلاتا ہے کہ شاہزادی کوہ فرہاد پر قید ہے اور شاہزادہ فیروز وہیں آہ وزاری کرتا ہوا ملے گا۔

گلزار شاہ بعد آلام و مصائب وہاں پہنچتا ہے۔ شاہزادہ فیروز اس سے معافی مانگتا ہے شاہ پریزاد نمودار ہو کر شاہزادہ کو ایک طلسمی انگوٹھی دیتا ہے۔ جس سے طلسمی قلعہ سر ہو جاتا ہے شاہ پریزاد فیروز کی شادی دل افروز سے کر دیتا ہے۔

جان عالم و انجمن آرا

عرف فسانۂ عجائب

یہ ڈراما تین ایکٹ اور بیس سین پر مشتمل ہے اس میں جان عالم اور انجمن آرا کا مشہور قصہ درج ہے۔

گوئل۔ شری گوپال

(۱) اوتھیلو سنہ ۱۹۱۱ء

لاجپت رائے۔ لالہ

(۱) گیری بالڈی

لچھمی سروپ کائستھ

(۱) سرگزشت وزیر خان لنگراں سنہ ۱۸۹۵ء

سرگزشت وزیر خاں لنگراں

یہ ڈراما مرزا جعفر قراچہ داغی کی فارسی "سرگزشت وزیر خاں لنگراں" کا خوبصورت ترجمہ ہے جسے منشی لچھمی سروپ کائستھ۔ ساکن بھوانی ضلع حصار نے سنہ ۸۵-۱۸۸۴ء میں اردو کا قالب پہنایا اور جو متفرق طور پر اخبار انیس ہند میرٹھ میں طبع ہوتا رہا۔ اس کے بعد کشن سروپ ورما ایڈیٹر اخبار انیس ہند نے مئی سنہ ۱۸۹۵ء میں مطبع دریا درپن شہر میرٹھ سے کتابی

صورت میں شائع کیا۔[1]

سرورق اور صفحۂ اول پر کتاب کے نام کے بجائے تحریر ہے: "فلوسی ناول کا اردو ترجمہ"
ترجمہ کی زبان سلیس اور عمدہ ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ فانی۔ محمد عبدالقوی)

لطیف الرحمٰن میاں

(۱) پس منظر

(۲) چلتی گاڑی میں

(۳) چندر گپت

(۴) دوزخ

(۵) رقاصہ

(۶) شادی کا پیغام

(۷) شیر شاہ کا انصاف

(۸) عمر خیام

(۹) غرناطہ کا مجاہد

(۱۰) قیدی

(۱۱) گلدان

(۱۲) نور جہاں

لہری نانک نارائن داس

(۱)۔ کون سرس

نانک نارائن داس لہری نے یہ ڈرامہ پارسی الفنسٹن ڈرامیٹک کمپنی کے لئے لکھا تھا اور کورنتھین اسٹیج پر پیش ہوا۔

---

[1] یہ ڈراما ۴ فروری ۱۸۹۳ء سے مسلسل چھپنا شروع ہوا اور مندرجہ ذیل اشاعتوں میں شائع ہوا۔ ۲۵ فروری۔ ۱۱ مارچ۔ ۳۰ اپریل، ۲ جون۔ ۸ اور ۲۲ جولائی ۱۹ اگست۔ ۲ اور ۲۳ ستمبر اور ۲۸ اکتوبر۔

لہری صاحب اپنی "تمہید" میں فرماتے ہیں "حضرات نہ مجھے ہندی علم و ادب کا دعویٰ ہے نہ میں کوئی پنڈت شاعر ہوں۔ نہ کوئی کہنہ مشق شاعر ہوں۔ بلکہ میں ایک گجراتی شاعر ہوں۔ یہ ڈراما میری پہلی تصنیف ہے۔ آپ کے سامنے بغرض حوصلہ افزائی پیش کیا جا رہا ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف"

کون سرس مہاراجہ کیسر سینہ کے انتقال کے بعد ریزیڈنٹ اس کے بھائی رودر سینہ کو راجکماری کی بلوغیت کے زمانہ تک کے لئے اختیار حکومت دیتا ہے۔ رودر سینہ ایک شخص مہندر سینہ کی بیٹی میناکشی پر عاشق ہو جاتا۔ اور اس کے عاشق بلبیر کو موت کی آغوش میں سلانا چاہتا ہے۔ لیکن گرفتار ہوتا۔ اور موت کی سزا پاتا ہے۔

مانک لال۔ بابو

(۱) سپاہی سنہ ۱۹۴۸-۴۹ء

بابو مانک لال نے یہ تماشا راجستھان تھیٹریکل کمپنی آف دہلی کے لئے لکھا جو سنہ ۱۹۴۸ء میں دہلی میں اسٹیج ہوا۔

مجنوں گورکھپوری۔ احمد صدیق۔ ایم۔ اے

احمد صدیق صاحب مجنوں گورکھپوری ہمیشہ کے ذہین اور مطالعہ کے شوقین تھے۔ ان کے سوانح نگار فراق گورکھپوری صاحب کہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۱۹ء میں وہ ہائی اسکول میں تعلیم پاتے تھے۔ فاروق صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ جو کسی زمانہ میں اسی اسکول میں ٹیچر تھے۔ طالب علمی کے زمانہ ہی میں آسکر وائلڈ کے ڈرامہ سالومی اور ٹالسٹائی کے ڈرامہ دی فرسٹ ڈسٹلر کا ترجمہ کیا۔ یہ دونوں ڈرامے انہوں نے خود چھپوائے۔ اس وقت ان کی عمر مشکل انیس سال ہوگی سنہ ۱۹۲۴ء میں کرسچن کالج الٰہ آباد میں داخلہ لیا۔ لیکن سائنس کے خشک مضامین ان کا دل نہ بہلا سکے۔ بیمار پڑ گئے وطن واپس گئے بعدہ انگریزی اور اردو میں ایم۔ اے کر کے سینٹ اینڈریوز کالج گورکھپور میں پروفیسر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد علی گڈھ گئے لیکن جلد ہی واپس آ گئے آج کل علی گڈھ میں ہسٹری آف اردو لٹریچر کے شعبہ میں اسسٹنٹ

ڈائرکٹ ہیں۔

(۱) سالومی آسکر وائلڈ کے ڈرامہ سلومی کا ترجمہ سنہ ۱۹۲۵ء

(۲) آغاز ہستی شاہ کے ڈرامہ بیک ٹومیتھوسلا" کا ترجمہ سنہ ۱۹۲۷ء

(۳) قابیل بائرن کی منظوم نظم کین" کا ترجمہ

(۴) مریم مجدلانی مارس ماٹرلنگ کے ایک ڈرامہ کا ترجمہ

(۵) ابوالحمر ٹالسٹائی کے ڈرامہ "ڈسٹلر" کا ترجمہ

(۶) ارنسٹ۔ دی امپارٹنس آف بی ننگ ارنسٹ کا ترجمہ

سالومی مجنوں نے "تمہید" کے عنوان سے آسکر وائلڈ اور اس کی تصانیف خصوصاً سالومی پر آٹھ صفحات کا ایک مضمون لکھا ہے۔

کتاب پر تاریخ ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۵ء درج ہے۔

آغاز ہستی یہ برنارڈ شاہ کے ڈراما "بیک ٹومیتھوسلا" کا ترجمہ ہے شاہ نے پانچ تمثیلیں لکھی ہیں جو ایک دوسرے سے متعلق بھی ہیں۔ اور بجائے خود مکمل بھی ان پانچوں تمثیلوں میں بنی نوع انسان کی تاریخ مکمل کی گئی ہے۔ جو ماضی۔ حال اور مستقبل تینوں پر محیط ہے۔

پہلی تمثیل میں ابتدائے آفرینش کے حالات ہیں۔ اور دکھلایا گیا ہے کہ قوت حیاتیہ کیسے متحرک ہوئی اور یہ انسانی دنیا کیوں کر آباد ہوئی۔

دوسری تمثیل جس کا عنوان ہے "برادران بازمایاس کی بشارت" زمانۂ حال سے متعلق ہے۔ اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان آج تمدن و معاشرت میں اس وجہ سے ناکام ہے کہ اس کو طویل عمر نصیب نہیں ہوتی۔ اس تمثیل میں مسٹر لائڈ جارج اور مسٹر اسکویتھ کے ساتھ تمسخر و استہزا کیا گیا ہے۔

تیسری تمثیل کا عنوان ہے "وہ بات ہو گئی" اس کا زمانہ سنہ ۲۱۷۰ء ہے۔

آج بیشتر لوگوں کو ستر سے زیادہ عمر نصیب نہیں ہوتی۔

چوتھی تمثیل کا سنہ ۲۱۷۰ء ہے۔ اس کا عنوان ہے ایک معمر شخص کا المناک ہے جوں جوں عمریں زیادہ ہوتی جاتی ہیں۔ وہ غیر دلچسپ اور چڑچڑے ہوتے جاتے ہیں۔

پانچویں تمثیل کا تعلق سنہ ۳۱۹۲ء سے ہے اس کا عنوان ہے "جہاں تک خیال کی رسائی ہے"

آخر میں انسان کی عمر چار سو برس کی ہو جاتی ہے۔ انسان ماں کے پیٹ سے نہیں بلکہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے۔

اس ڈرامہ کا ترجمہ پہلے نگار۔ جنوری و فروری سنہ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا تھا۔

پلاٹ: آدم اور حوا باتیں کرتے ہیں۔ آدم نئے نئے الفاظ حوا کو سکھلاتا ہے۔ ایک سانپ آتا ہے۔ اور حوا کو بتلاتا ہے کہ نسل انسانی کس طرح قائم رکھی جاسکتی ہے۔ اور آدم و حوا کا ایجاب و قبول کراتا ہے۔ اس کے بعد آدم کو ایک کسان کے لباس میں اور حوا کو سوت کاتتے ہوئے دکھلایا گیا ہے۔ قابیل آتا اور کہتا ہے کہ اس نے قتل کرنا ایجاد کیا ہے۔ اور پہلا مقتول ہابیل ہے۔ جو بہت ذکی اور فہیم تھا۔ قابیل اپنے باپ کے ساتھ انسانی معاشرت پر بحث کرتا ہے۔ آدم کہتا ہے کہ میں کھیتی باڑی کروں گا اور ایک ہزار برس جیوں گا۔ میری آواز زندگی کی آواز ہے۔ اور تمہاری آواز موت کی آواز۔ حوا ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیتی ہے۔ قابیل چلا جاتا اور آدم کاشتکاری کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

قابیل یہ بائرن کے ایک منظوم ڈرامہ کا ترجمہ ہے ڈرامہ کا نام ہے "کین" مجنوں صاحب کی دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں (درج ہے)۔

۱؎ خواب و خیال ۲؎ سمن پوش ۳؎ سوگوار شباب ۴؎ زیدی کا حشر ۵؎ تاریخ جمالیات ۶؎ گناہ

مجید ملک

۱ - جواب

جواب یہ مندرجہ ذیل سات مختصر ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ جو مصنف نے پندرہ سال قبل لکھے تھے۔ اور بعض مجبوریوں کے باعث طبع نہ ہو سکے۔ ڈرامے حسب ذیل ہیں۔ (۱) جواب (۲) آدھی رات (۳) قسمت کا کھیل (۴) منگنی (۵) مدوجزر (۶) گورکھ دھندا (۷) تین دوست

کتاب پر تاریخ ۱۱ر جون ۱۹۴۵ء درج ہے۔

مہاجر۔ محمد عمر

(۱) واپسی

محب حسین

(۱) بوڑھے نواب کی شادی۔ ۱۹۳۳ء

بوڑھے نواب کی شادی یہ مختصر ڈراما ایک ایکٹ اور نو سین پر مشتمل ہے۔ مصنف صاحب "تمہید" کے عنوان سے کہتے ہیں۔

"یہ ڈراما ایک معزز خاتون کی فرمائش سے لکھا گیا ہے۔ جو علم و فضل کی بہت شائق ہیں اور اس خصوصیت میں اکثر بیگمات حیدر آباد میں افضل و اعلیٰ ہیں۔

سرورق پر تاریخ ۱۳۵۱ھ درج ہے۔

پلاٹ: نواب عظمت یار جنگ جن کی گود میں پوتے اور نواسے کھیلتے ہیں۔ شادی کے شوق میں ایک مشاطہ کو بلا کر ایک دوشیزہ کی خواستگاری ظاہر کرتے ہیں۔ مشاطہ ایک اوباش منور خان کی ایجنٹ ہے۔ وہ نواب صاحب کو لڑکی دکھلانے کے بہانے نواب صاحب کو زنانے کپڑے پہناتی اور ایک طوائف کو دکھلاتی ہے۔ خوبصورت طوائف کو دیکھکر نواب صاحب راضی ہو جاتے ہیں۔ چٹ منگنی پٹ

بیاہ کے اصول پر وہ منور کی ایک بدہیئت خادمہ بیاہ لاتے ہیں۔ اور اس کی صورت دیکھتے ہیں۔ ہکا بکا رہ جاتے ہیں۔ وہ عدالت سے رجوع ہوتے ہیں۔ لیکن بے عزت ہوتے ہیں۔ فیصلہ ان کے خلاف ہوتا ہے۔

محشر رامپوری۔ محمد منظور علی خاں

(۱) زہری سانپ

محشر عابدی۔ بی۔ اے

(۱) روپ متی باز بہادر

روپ متی باز بہادر

یہ ڈراما پانچ ایکٹ اور بائیس سین پر مشتمل ہے۔ تقریظ قیصر انصاری کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس میں محشر عابدی کا تعارف کرایا گیا ہے۔

کتاب پر تاریخ ۷ اپریل ۱۹۳۶ء درج ہے۔ اور وہ مرزا ہمایوں مرزا کے نام "معنون" ہے

پلاٹ: مالوہ کا حکمران باز بہادر اپنے مصاحبین خاص کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے کچھ پژمردہ ہے۔ فرخ (ایک مصاحب) اس کی پژمردگی کی وجہ دریافت کرتا ہے لیکن وہ خاموش ہی رہتا ہے۔

چند یوم بعد وہ شکار کھیلتا ہوا۔ سارنگ پور جاتا اور رجادو ناتھ زمیندار کی لڑکی روپ متی پر عاشق ہو جاتا ہے۔ اور فرخ کے ذریعہ شادی کا پیغام بھیجتا ہے۔ شادی ہو جاتی ہے۔ فرخ وزیر سلطنت بن جاتا ہے۔

ناظم افواج مالوہ فرخ سے اپنی کسی توہین کا بدلہ لینے کے لئے شہنشاہ اکبر کو گجرات پر حملہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اکبر ادہم خان کی ماتحتی میں ایک لشکر عظیم روانہ کرتا ہے۔ باز بہادر میدان جنگ میں شکست کھاتا اور راہ فرار اختیار کرتا ہے۔

ناظم افواج مالوہ۔۔۔ فرخ کے گھر میں گھس کر باز بہادر کی بخشی ہوئی کنیز اور فرخ کی بیوی (نگار) کا ہاتھ پکڑ کر محل سے باہر لاتا ہے۔ لیکن وہ اسے خنجر بھونک دیتی ہے۔ ناظم مرتے مرتے اسے اپنی گولی کا نشانہ بناتا ہے۔ ادہم خان روپ متی کو اپنے محل کی زینت بنانا چاہتا ہے۔ لیکن وہ خود کشی کر لیتی ہے۔

محشر۔ ایم۔ ایم۔ آئی

(۱) کاتب تقدیر عرف لیل و نہار

محمد احمد۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ بیرسٹر ایٹ لاہور

(۱) چالاک وکیل

چالاک وکیل یہ ترکی زبان کے ایک ڈرامہ کا ترجمہ ہے۔ محمد احمد صاحب "تمہید" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"یہ تمثیل دراصل ترکی زبان میں ہے۔ اور روم میں نہایت مقبول اور عام پسند ہے۔ اس کا ترجمہ فارسی اور انگریزی زبانوں میں بھی ہو گیا ہے۔ جب پہلے پہل یہ کتاب انگلستان میں میری نظر سے گذری تو مجھے حیرت ہوئی کہ مسلمانوں کی سلطنت روم میں بھی اس فن کی کتابیں ایسی عمدہ تصنیف ہونے لگیں۔ اور خواہ مخواہ شوق پیدا ہوا کہ اس کو ہندوستانی لباس پہنا کر اپنے ملک میں لے چلوں۔"

کتاب پر تاریخ اول مارچ ۱۸۹۹ء درج ہے۔ اور مولوی محمد کریم بخش کے نام معنون ہے۔

پلاٹ:۔ حاجی غفور خاں کا انتقال ہو جاتا ہے۔ شہر کی بیشتر آبادی جو پہلے ہی کثرت وبا کے باعث شہر سے جا چکی ہے۔ آہستہ آہستہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ چار سپاہی آتے اور حاجی صاحب کو قبرستان تک پہنچاتے ہیں۔ انتقال سے قبل حاجی سپاہیوں سے کہتا ہے کہ اس سے چونکہ کوئی اولاد نرینہ نہیں

ہے۔ اس لئے اس کے اثاثہ اور جائداد کی مالک اس کی بہن سکینہ ہے

حاجی غفور کے پاس زینب نامی ایک داشتہ تھی۔ آغا مردان وکیل زینب کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ عدالتی چارہ جوئی کرے۔ چنانچہ زینب کا بھائی عباس کی طرف سے درخواست پیش کرتا ہے۔ آغا اپنے...... ساتھی وکیل آغا سلمان کو سکینہ کے گھر بھیجتا ہے۔ سکینہ اسے اپنا وکیل آغا کرتی ہے۔ آغا مردان روپیہ دے کر لوگوں سے گواہی دلواتا ہے کہ زینب حاجی کی بیوی تھی لیکن گواہ عین وقت پر بدل جاتے ہیں اور آغا مردان اور آغا سلمان گرفتار کرکے شاہزادہ کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں۔ سکینہ کل دولت کی مالک قرار پاتی ہے۔ اس کی شادی عزیز بیگ سے ہو جاتی ہے۔

محمد بن عمر

(۱) ایک ایکٹ کے ڈرامے

محمد حسن

(۱) پیسہ اور پرچھائیں

محمد حسین بریلوی

(۱) اٹلی کا پھول

محمد حسین نے یہ کھیل وزیر جان کی انٹرنیشنل تھیٹریکل کمپنی آف انڈیا کے لئے بمقام آگرہ لکھا تھا۔ تعلیم شروع ہوئی۔ لیکن زیر سین کے دوران ہی میں آگ لگ گئی پھر بھی ٹاٹ کے پردے لٹکا کر کھیل کیا۔ جو کامیاب رہا۔

محمد خلیق

(۱) آئینۂ ایام

محمد رفیق

(۱) باتصویر

محمد شفیع دہلوی۔ خواجہ

(۱) روپ متی

(۲) دل کی آوازیں

(۳) جہانگیر

روپ متی پلاٹ:۔ باز بہادر شکار گاہ کے ایک خیمہ میں مقیم ہے روپ متی اپنے والدین کے ساتھ قریب ہی رہتی ہے۔۔ اس کے والدین اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ راجاؤں کے لائق ہے۔ باز بہادر شکار سے واپس آتے ہوئے روپ متی سے دوچار ہوتا اور اس پر عاشق ہو جاتا ہے۔ وہ اس سے شادی کرنے کے بعد خوب داد عیش دیتا۔ اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

شہنشاہ اکبر کو اس کی بے پروائیوں کی اطلاع ملتی ہے۔ اور وہ ادہم خاں کو پنج ہزاری کو مع لاؤ لشکر کے روانہ کرتا ہے۔ باز بہادر مقابلہ میں شکست کھاتا ہے۔ روپ متی گرفتار ہو کر ادہم خاں کے حضور میں پیش ہوتی ہے ادہم خاں اس سے ناشائستہ الفاظ کہتا ہے کہ وہ زہر پی کر مر جاتی ہے۔ اکبر کو پتہ چلتا ہے کہ وہ اسے موت کی سزا دیتا ہے۔

ادہم خان کی ماں ماہم اناگا اپنے بیٹے کی سفارش کرتی ہے۔ اکبر اس کو آزاد کر دیتا ہے۔ ادہم خاں اپنے حبشی غلام ماہم کو حکم دیتا ہے کہ وہ روپ متی کی سہیلی سبھی کو قتل کر دے ماہم سبھی کے سینہ میں خنجر پیوست کر دیتا ہے۔ ماہم اکبر کے خیمہ پر بھی حملہ کرتا ہے۔ لیکن اکبر پہرہ داروں کی آواز سن کر خیمہ سے باہر آتا اور ایک ہی گھونسہ میں ماہم کو زمین بوس کر دیتا ہے۔ ماہم اناگا پھر سفارش کرتی ہے لیکن جب اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ظلِ سبحانی پر حملہ کیا تو "محسن کش" کہہ کر بے ہوش ہو جاتی ہے۔ دربار سے ایک ہی آواز آتی ہے "سر بریدن لازم است" ادہم خان کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیا جاتا ہے۔

محمد نقی دہلوی

(۱) مجھے تم سے محبت ہے۔

محی الدین شیخ خادم۔ ایم اے (لٹمز)

(۱) عیش دوست

(۲) پھول سین۔ جیری آر جیرڈ کا خلاصہ

عیش دوست

یہ ڈراما تین ایکٹ اور گیارہ سین پر مشتمل ہے۔ اس کا پیش نامہ "برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی نے لکھا ہے۔ اور مصنف نے "عرض حال" کے عنوان سے تصنیف کی غرض وغایت بیان کی ہے۔ کتاب پر تاریخ یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء درج ہے۔

پلاٹ: بصیر علی۔ زمیندار، قصبہ رسول پور اپنے بیٹے جمیل اور بیٹی ثروت کے ساتھ خوش حالی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جمیل بی۔ اے۔ پاس کر چکا ہے۔ ثروت بھی جوانی کے میدان میں گامزن ہے۔ بصیر ثروت کی شادی کسی سرکاری عہدیدار سے کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی بیوی عائشہ اسے اپنے ہی خاندان میں دینا چاہتی ہے۔ اسی درمیان میں ڈپٹی کلکٹر مسعود جنگ کی طرف سے شادی کا پیغام آتا اور شادی ہو جاتی ہے۔ مسعود جس نے اپنی پہلی بیوی کلثوم کو اس کے میکے پہنچا دیا تھا ــــ اب مسرت کی زندگی بسر کرتی ہے۔ مسعود ثروت کے ساتھ بھی پُر مسرت زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور اس کو زدوکوب کرتا ہے۔ ثروت اپنے میکے چلی جاتی ہے۔

بصیر اور جمیل مسعود کو مجبور کرتے ہیں۔ کہ وہ ثروت کو طلاق دیدے ہیں بصورت دیگر وہ عدالتی چارہ جوئی کریں گے مسعود طلاق دیدیتا ہے۔ ثروت کی شادی مسعود کے ایک دوست اشرف سے ہو جاتی ہے۔ مسعود اپنی غیر ذمہ دارانہ حرکات کے باعث ڈپٹی کلکٹری سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کو مجبوراً غریب کلثوم کے ساتھ آرام ومصائب

کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔

محی الدین۔ مخدوم و میر حسن

(۱) ہوش کے ناخن

محمد مجیب۔ سید۔ بی اے (آکسن)

(۱) کھیتی

(۲) خانہ جنگی

(۳) انجام

(۴) آزمائش

(۵) حبہ خاتون

(۶) ہیروئن کی تلاش

(۷) دوسری شام

(۸) آوٹ ڈراما کریس

کھیتی پلاٹ: ایک قدامت پرست اور بوالہوس مولوی (عبدالغفور) صرف اپنا پیٹ پالنے کے لئے معمولی سے معمولی واقعات کو مذہبی رنگ دے کر جاہل مسلمانوں کو بھڑکاتا ہے۔ نوجوان طبقہ مولوی کی امداد کرتا ہے۔ ہوشمند اور دور اندیش مسلمان درمیانی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ نہ کھلم کھلا ہندوؤں کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور نہ مولوی صاحب کی مخالفت کرتے ہیں۔

میونسپلٹی کی ایک جگہ پر مسلمان نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ارا کین بلدہ پولس تعینات کر دیتی ہے۔ مولوی عبدالغفور جنگ کر دیتے ہیں۔ مزدوروں کی ایک بہت بڑی تعداد ڈنڈوں اور آہنی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں جمع ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب خود گھر سے نہیں نکلتے۔ جب مجاہدین ان کے

گھر پہنچتے ہیں تو وہ گھبرا جاتے اور ان کو رخصت کرنا چاہتے ہیں - مجاہدین کا لیڈر مولا بخش جانے سے انکار کرتا ہے مولوی صاحب کو سخت و سست کہتا ہے - وہ ہاتھ سے بنائے ہوئے ہتھیاروں سے دیہاتی مسلمانوں کی مدد کرتا ہے -

کتاب پر تاریخ اشاعت ۱۹۴۶ء (طبع سوئم - دو ہزار) درج ہے -

خانہ جنگی اس ڈرامہ میں شاہجہاں کی عدالت - دارا شکوہ اور اس کے بھائیوں کی خانہ جنگی اور آخر میں اورنگ زیب کی فتح دکھلائی گئی ہے -

کتاب پر تاریخ. اکتوبر ۱۹۴۶ء (بار اول - ایک ہزار) درج ہے -

انجام اس ڈرامہ میں ایک دنیا پرست جج کے آخری دنوں کی کش مکش اضطراب اور عبرتناک انجام دکھلایا گیا ہے جج کی طرح رہبران ملت اور پیشوایان دین بھی نت نئے چولے بدلتے ہیں - وہ رنگ برنگی روپ بدل کر لوگوں کو دھوکا فریب دیتے ہیں - اس گرما گرمی میں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کون کس کو دھوکا دے رہا ہے - ہر شخص ایک دھوکے میں مبتلا ہے -

مجیب صاحب کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہے [1]

محمد ہاشم سعید

(۱) افسانے اور ڈرامے

محمود نظامی

(۱) دختر بابل

(۲) سیفو

(۳) نیلوفر

محمود ہاشمی

---

[1] (۱) دنیا کی کہانی

(۱) انارکلی کی واپسی

مختار صدیقی

(۱) کوہ نور

(۲) مغالطہ

(۳) میڈیا

مدہر

(۱) میراں بھائی

مدہر نے یہ تماشا ہندوستان تھیٹرز کلکتہ کے لئے ۱۹۴۸ء میں لکھا تھا۔

میرزا ادیب

(۱) آنسو اور ستارے

(۲) لہو اور قالین

یہ دونوں مختصر ڈراموں کے مجموعے ہیں۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل ریڈیو ڈرامے مشہور ہیں۔

۱۔ بیٹا (۲) بہن (۳) پہاڑ کے دامن میں (۴) چور (۵) فرعون کی مجبوریاں (۶) شہنائی (۷) ماں (۸) نجات (۹) ننھا کمار۔ اور

(۱) خیالی مریض

(۲) ڈاکٹر فاؤسٹ

مرزا خان۔ محمد

۱۔ خوددار خاتون۔ آسکر وائلڈ کا ترجمہ

مطلب لاہوری - موہن لال

۱- جنگِ جرمن

۲- انوکھا پیار

۳- انوکھا پھول

موہن لال صاحب لاہور میں جج تھے - انھوں نے "جنگ جرمن" کے نام سے یہ ڈراما "نیو البرٹ تھیٹریکل کمپنی آف پنجاب" کے لئے لکھا - یہ ڈراما علمی حیثیت رکھتا ہے - محشر کا ڈرامہ "جنگ جرمن" اس کے بعد لکھا گیا اور اسٹیج ہوا - یہ جنگ عظیم (اول) کی مکمل داستان ہے -

مظہر عزیز - بی اے (آنرز) ایل ایل بی ایم اے - پی سی ایس

بھوت

بھوت

زمانہ - کانپور - اپریل ۱۹۴۲ء اس ڈرامہ کے متعلق رقمطراز ہے -

"لائق مصنف نے غیر ملکی پلاٹ کو کچھ اس طرح سے یہاں کی سوشل حالت پر چسپاں کر کے اپنی زبان میں سمو لیا ہے کہ کہیں سے بھی پڑھنے والا یہ محسوس نہیں کر سکتا کہ تمثیل طبعزاد نہیں بلکہ ترجمہ ہے - اسی طرح ڈرامہ کا پس منظر اور مکالمے خالص ہندوستانی ہیں "

یہ ہنری ابسن کے "گھوسٹ" کا ترجمہ ہے اور تین ایکٹ پر مشتمل ہے - مترجم کے "پیش لفظ" کے بعد ایچ - ایل منکن کا تعارف ہے جس میں مصنف نے ابسن کا تعارف کرایا ہے -

کتاب پروفیسر امرناتھ جھا وائس چانسلر الہ آباد یونیورسٹی کے نام معنون ہے اور اس پر تاریخ ۹ر دسمبر ۱۹۴۱ء درج ہے -

پلاٹ : خان بہادر نواب فرمان علی کا انتقال ہو جاتا ہے - ان کی بیوہ عیسائی مذہب

قبول کرلیتی اور مقامی پادری مینڈرز کے ساتھ اپنا زیادہ وقت صرف کرتی ہے۔ چونکہ نواب صاحب اور ان کی بیگم —— دونوں کی زندگیاں کثافت سے پُر تھیں اس لئے انھوں نے اپنے چھ سالہ بچہ کو مصوری کی تعلیم کے لئے باہر بھیج دیا تھا۔

مرحوم خان بہادر کا لڑکا آسولڈ جوان ہو کر واپس آتا اور اپنی ملازمہ ریجنا سے اظہار محبت کرتا ہے جو بعد میں بہن ثابت ہوتی ہے۔ بیگم فرمان علی اپنے شوہر کی زندگی کی داستان آسولڈ کو سناتی ہے جس سے وہ اس قدر رنجیدہ ہوتا ہے کہ مارفیا کا پاؤڈر کھا کر جان عزیز سے ہاتھ دھوتا ہے۔

مظہر گیلانی۔ سید

ا۔ تسلیم

تسلیم یہ مختصر ڈراما تین ایکٹ اور بارہ سین پر مشتمل ہے۔ عبدالرحیم شبلی نے دو صفحہ کا "مقدمہ" لکھا ہے۔ کتاب پر تاریخ ۲۴ر جنوری ۱۹۳۹ء درج ہے۔

پلاٹ : سیٹھ بہرام جی کے بنگلہ میں شاندار دعوت ہے۔ مسز ثریا بہرام مہمانوں کی خاطر مدارات میں مصروف ہیں۔ ممتاز اور تسلیم ملتے اور ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ثریا کو اس کا علم ہوتا ہے اور وہ ان کی شادی کر دیتی ہے۔

ممتاز اپنی ملازمہ نسیمہ سے بہ احترام پیش آتا ہے۔ وہ اسے محبت سمجھتی ہے۔ شادی کے بعد وہ تسلیم کی دشمن بن جاتی اور بہرام کے کارندہ منصور سے مل کر جس کی توہین ممتاز نے کی تھی ممتاز کو تسلیم کے خلاف ابھارتی ہے۔ ممتاز غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے۔

تسلیم یہ دیکھ کر کہ ممتاز کو اس کی عصمت پر شبہ ہے زہر پی لیتی ہے۔ ممتاز کو پتا چلتا ہے اور وہ نسیمہ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کو گولی مار دے چنانچہ نسیمہ اس کو

گولی مارنے کے بعد خود کو بھی گولی مار لیتی ہے۔

ممتاز مفتی

۱۔ آپا

۲۔ بدلہ

۳۔ بے پرکی

۴۔ بیچلرز کلب

۵۔ پیار بھرے خطوط

۶۔ جھگڑا

۷۔ حج اکبر

۸۔ دردانہ

۹۔ زنڈا کا قیدی

۱۰۔ میاں کی مرضی

منٹو۔ سعادت حسن

منٹو صاحب خود نوشت سوانح عمری میں لکھتے ہیں۔

"میں کشمیری ہوں۔ بہت عرصہ ہوا ہمارے آباو اجداد کشمیر سے ہجرت کر کے پنجاب میں آئے اور مسلمان ہو گئے۔ کشمیر کی وادیوں میں بہت سی ذاتیں ہوتی ہیں جن کو "اس" کہتے ہیں جیسے نہرو سپرو، کچلو وغیرہ وغیرہ۔ منٹ MANAT کشمیری زبان میں تولنے والے سیر کو کہتے ہیں۔ ہمارے آباو اجداد اتنے امیر تھے کہ اپنا سونا چاندی بٹوں میں تول تول کر رکھتے تھے۔

وہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں!

"زندگی کا بڑا حصہ امرتسر میں گزرا حامد علی خان اڈیٹر ہمایوں۔ ماہانہ۔ لاہور۔

کی اعانت میں رسالہ کا "روسی نمبر" نکالا۔

عالمگیر لاہور کا "روسی نمبر" بھی منٹو مرحوم کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔

وہ لاہور سے بمبئی آئے اور کافی عرصہ تک مصور۔ ہفت روزہ کی ادارت کرتے رہے۔

"میری کہانی" میں وہ لکھتے ہیں "یہ غالباً ۱۹۳۶ء کی بات ہے کہ میں ان دنوں میں ہفتہ وار "مصور" ایڈٹ کرتا تھا۔ تنخواہ واجبی تھی یعنی کل چالیس روپئے

روز نامہ آفاق لاہور لکھتا ہے۔ ۳ھ

"مصور" کا مالک نذیر لدھیانوی چاہتا تھا کہ میری اس آمدنی میں اضافہ ہو جائے چنانچہ اس نے میرا تعارف بابوراؤ پٹیل سے کرادیا۔ بابوراؤ نے پربھات کے کسی فلم کے خلاصہ کا ترجمہ لکھنے کے لئے دیا اور میں نے اسے کر دیا اور نذیر لدھیانوی کے ہاتھ اسے بھجوادیا جو اُسے بہت پسند آیا۔"

"اس کے بعد میری اس کی ملاقات نہ ہوئی۔ میں دفتر سے بہت کم باہر نکلتا تھا۔ فلم کمپنیوں میں ملازمت حاصل کرنے کے لئے در بدر مارے مارے پھرنا۔ میں اس وقت بھی شان کے خلاف سمجھتا تھا۔"

"جب بابوراؤ نے پربھات کا اجرا کیا اور نذیر سے یہ طے پاگیا کہ اس کے اقتباسات اردو میں چھپیں گے تو یہ کام میرے سپرد کیا گیا اور میں کچھ عرصہ تک یہ کام کرتا رہا۔"

"اس کے بعد (نذیر کی کوشش سے) میں امپیریل فلم کمپنی میں اسی روپیہ ملا اور پر نوکر ہو گیا صرف ایک برس ملازمت کی۔ تنخواہ صرف آٹھ مہینے ملی چار مہینے باقی تھے کہ اس

میری کہانی سعادت حسن منٹو — "علم و ادب" سیالکوٹ سالگرہ نمبر۔ ۱۹۵۲ء

کمپنی کا دیوالہ نکل گیا۔

کمپنی کا آخری فلم "کسان کنیا" تھا جو رنگین تھا۔ اس کی اسٹوری سعادت حسن منٹو نے لکھی تھی لیکن چونکہ ابتدائی زمانہ تھا۔ صرف ڈائلوگ (مکالمے) لکھنے کے لئے ملازم ہوئے تھے۔ خود پر بھروسا نہ تھا اس لئے اپنی اسٹوری شانتی نکیتن اور وسوا بھارتی کے فاضل پروفیسر اور ہندوستان کے مستند انشا پرداز جناب ضیاء الدین کے ذریعہ فروخت کی لے

امپیریل میں منٹو کی تنخواہ صرف پچاس روپیہ ماہوار تھی۔

وہ مختلف ناموں سے مختلف اخبارات و رسائل میں مضامین لکھتے رہے ان کے ابتدائی مضامین "کامریڈ سعادت حسن منٹو" کے نام سے چھپے ہیں۔ ہفتہ وار سماج بمبئی کے لئے وہ "مفکر" کے نام سے لکھتے تھے۔

منٹو مرحوم لکھتے ہیں۔ (آفاق۔ لاہور)

"یہاں (امپیریل فلم کمپنی) سے میں سروج فلم کمپنی میں چلا گیا مگر ایسا لگتا تھا کہ میرے آنے سے پہلے ہی اس کمپنی نے بند ہونے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مجھے یقین ہونے ہی والا تھا کہ میں سبز قدم ہوں کہ اس کے سیٹھ نے پھر ہاتھ پاؤں مار کر اسی چار دیواری میں ایک نئی کمپنی کھڑی کر دی۔ یہاں میں سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گیا۔"

"اس دوران میں میرا نکاح ہو چکا تھا، صرف رخصتی باقی تھی جس کے لئے مجھے روپیہ کی ضرورت تھی تاکہ کوئی معمولی سا فلیٹ کرائے پر لے کر اسے "نئے گھر" میں تبدیل کر سکوں۔ جب روپیہ کا سوال ہوا تو سیٹھ صاحب نے صاف صاف جواب دیدیا ..... تو تو میں میں شروع ہوئی ...... اس نے مجھے کمپنی سے نکال دیا۔ میری عزت پر یہ صاف حملہ تھا۔

لے منٹو کو اس وقت تیس روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ دفتر میں رہنے کی اجازت تھی۔ وہ رات کو کاتبوں کی چوکی پر سو رہتا تھا۔

ٹے مصور۔ ہفت روزہ بمبئی، ۲۷ اپریل ۱۹۵۲ء، منقول از روزنامہ آفاق۔ لاہور

میرا وقار بالکل مٹی میں مل گیا تھا۔ بابوراؤ پٹیل کو جب معلوم ہوا تو وہ سیدھا اسٹوڈیو پہنچا اور بارہ سو روپیہ کا فیصلہ آٹھ سو روپیہ میں کرا دیا۔ میں نے کہا، چلو بھاگے ہوئے چور کی لنگوٹی ہی سہی......... میرا گھر بس گیا۔"

"اس کے بعد ریڈیو کے لئے لکھنا شروع کیا لیکن اس سے گذر مشکل تھا۔ نذیر نے برطرفی کا نوٹس دیا جو میں نے بابوراؤ کو دکھلا دیا۔ اس نے اسی وقت ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر "کارواں ہفت روزہ" میں جس کے ایڈیٹر عابد گلریز تھے ملازم رکھ لیا اور سات آٹھ مہینے کام کرتا رہا۔"

اسی زمانہ میں زیڈ اے بخاری آل انڈیا ریڈیو بمبئی کے اسٹیشن ڈائرکٹر بن کر آئے ________ منٹو کو بھی ایک سنہرا موقع ملا اور انہوں نے تقریریں کیں، فیچرز پیش کئے اور ڈرامے لکھے۔ بڑے بخاری (پطرس) نے ان کی اور زیادہ ہمت افزائی کی۔ دہلی بلایا اور کرشن چندر اور اوپندر ناتھ اشک کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ چانس دیئے۔ تینوں دوست مقابلہ میں ڈرامے لکھتے۔ دل کھول کر ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرتے اور اسی طرح خوب داد دیتے۔ آل انڈیا ریڈیو دہلی کی زندگی میں یہ زمانہ مختصر اردو ریڈیائی ڈراما کا "سنہرا باب" کہلاتا ہے۔

مے نوشی نے جہاں منٹو میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دی تھیں وہاں بہت سی کمزوریاں بھی اجاگر کر دی تھیں۔ ان کا زیادہ وقت مے نوشی میں گزرتا اور وہ زیادہ سے زیادہ فحش نگاری پر اترتے گئے۔ ادب لطیف کے مضامین "بو" اور "باسی گوشت" پر مقدمات چلے اور ان کو بداخلاقی پھیلانے کے جرم میں سزائیں دی گئیں۔ ہندستان اور پاکستان کے اخبارات نے اس پر مسرت کا اظہار کیا۔

منٹو کے قریبی دوست اور ہم مشرب کرشن چندر نے "سعادت حسن منٹو کے نام

---

۵۴ سماج۔ ہفتہ وار۔ بمبئی۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۶ء۔ ستاروں کی گردش۔ ص ۳۲

سے ان کی مختصر سوانح حیات لکھی ہے۔ وہ اپنے عزیز ترین دوست کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"وہ کشمیری پنڈت ہے۔ اس کا خاندان امرتسر میں آیا تھا۔ اس کا بڑا بھائی کینیا میں بیرسٹر ہے۔ بیحد متقی، پارسا اور نمازی مسلمان ...... وہ (منٹو) وہ سب کچھ ہے جو اس کے دونوں بڑے بھائی نہیں ہیں۔ اس کی زندگی انجکشنوں کی محتاج ہو کر رہ گئی ہے۔"

انسان کے متعلق منٹو کا نظریہ یہ ہے :۔

"میں ایک گلے سڑے کتے سے محبت کر لوں گا مگر انسانوں سے نہیں۔"

منٹو کے ڈرامے اور مجموعے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ آؤ

۲۔ کروٹ

۳۔ تین عورتیں

۴۔ منٹو کے ڈرامے

۵۔ افسانے اور ڈرامے

۶۔ جنازے

۷۔ ویرا۔ آسکر وائلڈ کے ایک ڈرامہ کا ترجمہ

۸۔ زہر ہلاہل

۹۔ اوار

۱۰۔ خودکشی

۱۱۔ رندھیر پہلوان

۱۲۔ قلوپترہ کی موت

۱۳۔ ماچس کی ڈبیا

۱۴۔ محبت کی پیدائش

۱۵۔ نپولین کی موت

۱۶۔ نیلی رگیں

۱۷۔ چیخوف کے دو ڈراموں کے ترجمے

یہ مجموعہ مندرجہ ذیل گیارہ ڈراموں پر مشتمل ہے۔

(۱) آؤ سنو (۲) آؤ کہانی لکھیں۔ (۳) آؤ تاش کھیلیں (۴) آؤ خط سنو (۵) آؤ کھوج لگائیں (۶) آؤ ریڈیو سنیں (۷) آؤ بات تو سنو (۸) آؤ بحث کریں (۹) آؤ اخبار پڑھیں (۱۰) آؤ چوری کریں اور (۱۱) آؤ جھوٹ بولیں۔

مصنف "آؤ سنو" کے عنوان سے رقمطراز ہے۔

"یہ ڈرامے روٹی کے اس مسئلہ کی پیداوار ہیں جو ہندوستان میں ہر ایک اردو ادیب کے سامنے اس وقت تک موجود رہتا ہے جب تک کہ مکمل طور پر وہ ذہنی اپاہج نہ ہو جائے ـــــ میں بھوکا تھا چنانچہ میں نے یہ ڈرامے لکھے۔ داد اس بات کی چاہتا ہوں کہ میرے دماغ نے پیٹ میں گھس کر یہ چند مزاحیہ ڈرامے لکھے ہیں جو دوسروں کو ہنساتے رہے ہیں مگر میرے ہونٹوں پر ایک پتلی سی مسکراہٹ بھی پیدا نہیں کر سکے۔"

کتاب پر تاریخ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۰ء درج ہے۔

کروٹ

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل ریڈیائی ڈرامے شامل ہیں۔ اس میں نہ کوئی دیباچہ ہے اور نہ کوئی ایسا حوالہ جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مختصر ڈرامے نشر ہوئے یا نہیں۔ (۱) کروٹ (۲) خودکشی (۳) ہتک (۴) رندھیر پہلوان (۵) ماچس کی ڈبیا (۶) محبت کی پیدائش (۷) چوڑیاں (۸) روح کا ناٹک (۹) اس کا

رامو (۱۰) ممتا کی چوری (۱۱) سلیمہ

تین عورتیں

یہ پانچ مختصر ڈراموں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ تین خوبصورت عورتیں

۲۔ تین موٹی عورتیں

۳۔ تین صلح پسند عورتیں

۴۔ تین خاموش عورتیں

۵۔ تین بیمار پرس عورتیں

پیش لفظ یہ ہے کہ "عورت خود قصہ آدم کا پیش لفظ ہے"۔

کتاب پر تاریخ "دہلی۔ یکم اپریل ۱۹۴۲ء" درج ہے۔

منظر اکبر آبادی، شمشاد حسین سیمابی صدیقی الواسطی

۱۔ ماہی گیر و دلبر لقا عرف وفا و جفا

ماہی گیر و دلبر لقا

عرف وفا و جفا

یہ ڈراما دو ایکٹ اور بائیس سین پر مشتمل ہے۔ اس کا پلاٹ نظیر کے "ماہی گیر و دلبر لقا عرف عاشق کی وفا" سے ماخوذ ہے۔

منظر صاحب "عرض مصنف" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"ماہی گیر اور شہزادی دلبر لقا کا قصہ کچھ ایسا دلچسپ اور عبرت خیز ہے کہ آج تک جب کسی اسٹیج پر آیا پبلک نے بے حد پسند کیا۔ سب سے پہلے یہ ڈراما پرانے ناٹک میں لکھا ہوا تھا جو اب متروک اور مردود ہے۔ میں نے پرانے قصہ کو بالکل نئے رنگ اور نئے طرز تحریر کے ساتھ لکھ ڈالا۔"

کتاب پر یکم مارچ ۱۹۲۶ء درج ہے۔

منظر بریلوی، محمد نبی خان

۱۔ بچہ سقہ عرف امیر کابل

۲۔ چمکتا چاند

۳۔ چندراولی

۴۔ حاتم طائی عرف سخاوت کا پھول

۵۔ سچی قربانی عرف نور اسلام

۶۔ سلطانہ ڈاکو

۷۔ شیر گوالیار عرف تانتیا توپی

۸۔ علی بابا چالیس چور

۹۔ گل بکاولی عرف نورانی پھول

بچہ سقہ عرف امیر کابل

یہ ڈراما چار ایکٹ اور چھبیس ۲۶ سین پر مشتمل ہے۔

پلاٹ: بچہ سقہ بے شمار روپیہ اور اسلحہ کی امداد اور یوسف خان و حمید خان کی معاونت سے حکومت افغانستان اور شاہ امان اللہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے۔ بچہ سقہ وزیر خارجہ کو بھی دو لاکھ روپیہ دے کر خرید لیتا ہے۔ وہ ملا شور بازار کا بھی منہ بند کر دیتا اور آہستہ آہستہ ایک بڑی فوج جمع کرتا ہے۔

شاہ امان اللہ۔ ملکہ ثریا اور ہمدردان وطن ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دیتے ہیں لیکن بچہ سقہ برابر طاقت پکڑتا جاتا ہے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد امان اللہ خان کی فوج پسپا ہوتی اور شاہ و ملکہ کو مجبوراً ملک چھوڑنا پڑتا ہے۔

بچہ سقہ کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی نادر خان آجاتا اور ایک خونریز جنگ کے بعد بچہ سقہ کو شکست دیتا اور گرفتار کر لیتا ہے۔ بچہ سقہ ایک پنجرہ میں بند کر کے شہر میں پھرایا جاتا ہے لیکن رات کے وقت حمید خان جنگلہ توڑ کر بچہ سقہ کو بھگا لے جاتا ہے۔

چمکتا چاند یہ ڈراما تین ایکٹ اور چھبیس سین پر مشتمل ہے۔ بزرگ لاہوری کے ڈرامے "زمانہ" سے ماخوذ ہے۔

چندراولی یہ ڈراما تین ایکٹ اور سترہ سین پر مشتمل ہے۔ اس ڈرامہ کا پلاٹ احسن لکھنوی کے مشہور ڈرامہ چندراولی نیک نیت عرف گلستان عصمت سے ماخوذ ہے منظر نے نام اور مقام بجنسہٖ قائم رکھے ہیں۔

سرورق پر تحریر ہے۔

نیک عفت نیک عصمت معروف بہ چندراولی ہوگئی مشہور سارے جگ میں منظر استری۔

حاتم طائی یہ ڈراما تین ایکٹ اور سولہ سین پر مشتمل ہے۔ اس کا پلاٹ حاتم بن طے سے ماخوذ ہے لیکن مولف نے کچھ اپنی طرف سے بھی اضافہ کیا ہے۔

پلاٹ: شاہزادہ منیر شامی حسن بانو کے عشق میں گرفتار ہو کر اس سے وادِ عیش چاہتا ہے لیکن وہ اس شرط پر شادی کے لئے تیار ہوتی ہے کہ منیر اس کے سات سوالوں کا جواب دیدے۔ شاہزادہ بحالت پریشانی حاتم طائی سے اپنی مصیبت بیان کرتا ہے۔ حسن بانو منیر سے تین سوال کرتی ہے جسے حاتم طائی پورا کرتا ہے۔ شاہزادی کی دایہ بھی اس پر رحم کھا کر ایک ضعیفہ کے لباس میں اس کو محل میں لے جاتی ہے لیکن شہزادی پہچان لیتی ہے۔ حاتم باقی ماندہ سوالات کے جواب بھی دیتا ہے۔ منیر کی شادی حسن بانو سے ہو جاتی ہے۔

سچی قربانی عرف نورِ اسلام یا نیرو۔

یہ ڈراما عباس علی کے نورِ اسلام عرف شاہی فقیر سے ماخوذ ہے۔

یہ ڈراما تین ایکٹ اور اکتیس ۳۱ سین پر مشتمل ہے۔

سلطانہ ڈاکو

پلاٹ : سلطانہ کا باپ اپنے بیٹے کو تنبیہ کرتا ہے۔ وہ بر امان کر گھر سے نکل جاتا اور ڈاکوؤں کی صحبت میں بیٹھ کر خود بھی ڈاکو بن جاتا اور ڈاکے ڈالتا ہے۔

حکومت یوپی سپرنٹنڈنٹ آف پولس مسٹر ینگ کو اس کی گرفتاری کے لئے بھیجتی ہے لیکن وہ کوشش بسیار کے بعد بھی اسے گرفتار کرنے میں ناکامیاب رہتا ہے۔ ایک دن سلطانہ ایک غریب ڈاکیہ کو اس کے بچوں کی پرورش کے لئے پانچ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ ڈاکیہ مسٹر ینگ کا جاسوس ہوتا ہے۔ سلطانہ جیسے ہی ڈاکیہ کو روپیہ دیتا ہے ویسے ہی گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

شیر گوالیار

عرف تانتیا ڈاکو

یہ ڈراما دو ایکٹ اور تیرہ سین پر مشتمل ہے۔

کتاب کے صفحہ اول پر تحریر ہے۔ "سی۔ پی کے خونخوار ڈاکو یعنی تانتیا کی گرفتاری جس نے گوالیار اور دھولپور میں بہت سے مالدار گاؤں میں اپنا خونی چھاپہ مارا اور یوپی کے مین پوری، متھرا اور دیگر اضلاع میں ڈاکہ ڈالی کر لوگوں کو پریشان کیا۔"

پلاٹ : تانتیا اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک غار میں پوشیدہ ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولس اس کی تلاش میں گوالیار کی پہاڑیوں کا چپہ چپہ تلاش کر رہا ہے۔ تانتیا ایک مسافر کو سپرنٹنڈنٹ پولیس (مسٹر ینگ) کا ہرکارہ سمجھ کر اپنی گولی کا نشانہ بناتا ہے۔ اس کی بیوی اس پر لعنت ملامت کرتی ہے۔ تانتیا غم و غصہ دور کرنے کے لئے گانا سنتا ہے۔ پولس انسپکٹر ینگ آتا ہے۔ پولیس اور ڈاکوؤں میں دو بدو لڑائی ہوتی ہے۔ ڈاکو فرار ہو جاتے ہیں۔ متعدد خونریز لڑائیوں کے بعد تانتیا گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھی بھی مارے جاتے ہیں۔

علی بابا اور چالیس چور یہ ڈراما تین ایکٹ اور سترہ سین پر مشتمل ہے۔ اس میں علی بابا کا مشہور قصہ درج ہے۔ اس کے باب اول سین اول میں مرجینا فقر و فاقہ کی شکایت کرنے کی بجائے خدا کا شکر ادا کرتی ہے۔

گل بکاؤلی عرف لوزانی پھول

یہ ڈراما تین ایکٹ اور بیس سین پر مشتمل ہے۔ اس میں گل بکاؤلی کا قصہ درج ہے۔

منور۔ بشیشور پرشاد

۱۔ کمار سنبھو

۲۔ مدارا راکشش

کمار سنبھو یہ کالیداس کے مشہور ڈرامہ "کمار سنبھو" کا ترجمہ ہے جسے اردو کے نامور شاعر بشیشور پرشاد منور نے اردو کا جامہ پہنایا۔ یہ ترجمہ مصنف کے شاعرانہ کمال کا حامل ہے۔ ساری نظم میں ایک مقام بھی ایسا نظر نہیں آیا جہاں پڑھنے والے کو مترجم کی قوت نظم کا قائل نہ ہونا پڑے۔

اس کے متعلق فراق صاحب لکھتے ہیں: "سنسکرت شاعری کی روح۔ اس کی فضا۔ اس کا نظریہ۔ حسن کی جد و جہد اور رنگا رنگ خوبیاں اس منظوم ترجمہ میں اس طرح جھلک رہی ہیں جیسے صبح کے آئینہ خانہ میں شبنم جلوہ گر ہو۔"

میر حسن

۱۔ پروین

میر حسن و مخدوم محی الدین

۱۔ ہوش کے ناخن

ناشر۔ سید تفضل حسین۔

۱۔ جولیس سیزر

۲۔ ہنری پنجم

جولیس سیزر یہ شیکسپیئر کے ڈرامہ جولیس سیزر کا ترجمہ ہے۔ "شکر" کے بعد مندرجہ ذیل حضرات کی تقریظیں شامل ہیں۔ (۱) حیدر یار جنگ طباطبائی (۲) سید نوازش علی (۳) پرنسپل غلام محی الدین (۴) محمد مرتضیٰ (۵) سید حسن اور (۶) وحید الدین سلیم۔

تسخیر فرانس سید ہاشمی فرید آبادی نے "مقدمہ" لکھا ہے۔ مترجم کی طرف سے ایک مبسوط تبصرہ ہے۔

یہ شیکسپیئر کے کنگ ہنری ففتھ کا پاکیزہ ترجمہ ہے۔

ناشر۔ کرشن لال

۱۔ کرشن ترنگ

ناصر شمسی دہلوی

۱۔ سحر ہونے تک

سحر ہونے تک اس مجموعہ میں متعدد ڈرامے شامل ہیں جنمیں (۱) اجالے (۲) سحر ہونے تک (۳) حکومت اور (۴) کش مکش قابل ذکر ہیں۔ بعض نشر ہو چکے ہیں۔

ناصری دہلوی۔ سید انصار علی

۱۔ تجمہ نوری

۲۔ سلطے

ناصری کے نشری ڈراموں میں مندرجہ ذیل نے کافی شہرت پائی۔

(۱) آرام (۲) بختاور (۳) بیمہ ایجنٹ (۴) شادی کی اونچ نیچ (۵) طبیب (۶) منکہ ایک وکیل۔

ناطق۔ حافظ محمد بشیر

۱۔ اکھاڑ پچھاڑ

ناکارہ حیدر آبادی

۱۔ خانہ جنگی

نبی خان

۱۔ سچی قربانی

۲۔ معرکہ سومناتھ

ندیم صہبائی فیروز پوری

۱۔ مایا کا رنگ

۲۔ سسی پنوں

۳۔ ہیر والی

۴۔ حور بغداد

نرائن سنگھ

۱۔ سرفروش

سرفروش یہ ڈراما عبدالطیف شاد کا ہے جسے نرائن سنگھ نے اپنے نام سے شائع کیا۔ بھائی دیا سنگھ اینڈ سنز لاہور نے طبع کیا۔

نریندر ناتھ سیٹھ

۱۔ ارادے

نسیم الہ آبادی

۱۔ آدمی

نسیم پیلی بھیتی

۱۔ کشمیر

نسیم پیلی بھیتی نے یہ تماشا راجستھان تھیٹریکل کمپنی آف دہلی کے لیے لکھا تھا اور ۴۹-۱۹۴۸ء میں دہلی میں پہلی بار اسٹیج ہوا۔

نصیر احمد۔ سید۔ بی اے

۱۔ جمہوریت و آمریت

جمہوریت و آمریت

یہ ڈراما تین ایکٹ اور پانچ سین پر مشتمل ہے۔

"تعارف" عبدالمجید سالک نے لکھا ہے۔

نصیر صاحب اپنے "دیباچہ" میں لکھتے ہیں۔ "تین سال ادھر کی بات ہے انگریزی ڈراموں کے ایک مجموعہ میں ایک تمثیل میری نظر سے گذری" ۔۔۔۔ یہ تمثیل ایک انگریزی مصنف کی ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس تمثیل کو خفیف سے تغیر و تبدل کے ساتھ اردو کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ لاہور۔ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۰ء"

پلاٹ: آمریت جمہوریت کے خلاف عدالت میں دعویٰ کرتی ہے۔ مہاراؤ رانا (ایک خود مختار والی ریاست) جمہور پرستوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے۔ اس نے جمہوری لیڈروں افضل خان اور کملا دیوی کو مہاراج پر پستول سے حملہ کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا ہے اور جھوٹے گواہوں کے ذریعے اُن کو موت کا نوالہ بنانا چاہتا ہے۔

ججوں میں نواب مرزا ارشاد بیگ (صدر) اور سردار نرائن سنگھ انصاف کے علمبردار ہیں۔ ڈاکٹر مکرمان جی۔ پروفیسر داور اور اچھر لال مہاراؤ کے ہاتھ کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ فیصلہ کے دن خود مہاراؤ رانا صاحب عدالت میں تشریف لاتے ہیں اور عدالت کو

مجرموں کے خلاف موت کا حکم سنانے کے لئے کہتے ہیں۔ مہاراؤ صاحب گولی کا نشانہ بنتے ہیں۔ ہر طرف سے جمہوریت زندہ باد کے نعرے بلند ہوتے ہیں۔

نظر حشری۔ منظور احمد

۱۔ ابلا کی آہ — ۱۹۳۰ء

۲۔ ویرستی — ۱۹۳۶ء

۳۔ آخری امید — ۱۹۳۸ء

منظور نظر حشری ۱۸۹۹ء میں مہنداوان ضلع عظیم آباد۔ پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نذر احمد صاحب عظیم آباد میں وکالت کرتے تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم مکان پر ہوئی اس کے بعد بکسر ضلع شاہ آباد میں میٹرک تک تعلیم پائی۔ ۱۹۱۲ء میں بعض ناگوار حالات کے باعث کلکتہ گئے اور پوسٹ آفس میں ملازم ہو گئے۔

۱۹۲۶ء میں وہ نیو الفریڈ میں داخل ہوئے۔ جہانگیر جی نے چھ ماہ بعد کمپنی میڈن لمیٹڈ کے ہاتھ فروخت کر دی، اور جہانگیر جی کے ساتھ بمبئی چلے آئے اور یہاں "کھٹاؤ پارسی تھیٹریکل کمپنی" میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۳۲ء تک ملازم رہے۔ اس کے بعد جب کمپنی دہلی میں فیل ہو گئی تو وہ بمبئی چلے آئے۔

اس کے بعد وطن گئے اور وہاں سے کلکتہ گئے اور میڈن میں ملازم ہو گئے۔ اس وقت آغا حشر بھی کمپنی میں ملازم تھے۔ ان کے شاگرد ہو گئے اور وقتاً فوقتاً تین ڈرامے لکھے۔

ابلا کی آہ یہ ڈرامہ شائع ہو چکا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں لکھا۔

ویرستی یہ تماشا رائے بہادر کرنانی (سیٹھ سکھ لال) کی ویرستی میں بروز اتوار ۲۷ ستمبر ۱۹۳۶ء بوقت ۹½ بجے شام کورنتھین تھیٹر میں اسٹیج ہوا اسکے متعلق روزنامہ ہند۔ کلکتہ لکھتا ہے "ہندوستان جنت نشان کی قدیم رسم و

رواج اور شان و شوکت کی تصویر کھینچکر فاضل مصنف نے جس کامیابی سے سچائی حق پرستی دیانتداری اور سلامت روی کا رنگ بھرا ہے وہ انتہائی قابل قدر ہے۔" اس میں عبدالرحمن گاما، منظر حسین، سیتارام۔ رانی پریم لتا۔ انیس خاتون، حیدر باندی، پھول کماری۔ پرلرح رشیدہ اور نور جہاں وغیرہ نے کام کیا۔

آخری اُمید یہ ڈرامہ کجن بائی کی انڈین آرٹسٹ ایسوسی ایشن (کلکتہ) کے لئے ۱۹۳۸ء میں لکھا گیا۔ کلکتہ میں جب یہ ڈراما اسٹیج ہوا تو وزیر اعظم بنگال آغا محمود کاشمیری، اسید محمود طرزی، ڈاکٹر بی سی کرانی، جمیل مظہری، والی کے طارق نورالحق بی اے۔ مظہرالعلیم بی اے۔ خواجہ قدوائی، سالک لکھنوی وغیرہ نے شرکت فرمائی۔

اس میں آغا پیرجان، رضی الدین، فیض (چاپلی) دمن خان منے مرزا۔ غلام حیدر فدا حسین، کجن بائی، اجبانا، گلاب، شانتا دیوی، انیتا دیوی وغیرہ نے کام کیا۔

نعیم الرحمن۔ محمد۔ ایم اے۔ ایم آر اے ایس

۱۔ ناتن

ناتن یہ جرمن ڈراما نویس "لے سنگ" کے "ناتن دروبزے" کا ترجمہ ہے[1] مترجم نے لے سنگ کی سوانح۔ اس کی تصانیف اور طرز تحریر پر چھتیس صفحات کا ایک مضمون لکھا ہے۔

کتاب پر تاریخ اگست ۱۹۲۶ء درج ہے۔

پلاٹ: ایک یہودی تاجر ناتن یہ معلوم کر کے بیحد افسوس کرتا ہے کہ اس کی گود کی ہوئی لڑکی اس کی غیر موجودگی میں مرتے مرتے بچ گئی اور یہ کہ ایک ٹمپکر جس کو صلاح الدین نے آزاد کر دیا تھا اور جو اس کی جان بچانے کا باعث ہوا تھا اب

---

[1] I. G. E. LESSING. NATHAN DER WEISE.

منفرد ہے۔

مقامی بطریق ایک برادر کو ٹمپلر کے پاس بھیجتا ہے تاکہ وہ اس کا خط شاہ فرانس کے پاس لیجائے اور صلاح الدین کے خزانہ پر حملہ کرنے والے دستہ کی سالاری کرے لیکن وہ انکار کر دیتا ہے۔ یہودی تاجر کی لڑکی ریشۓ کی دایہ اُس کو بلانے اور ناتن سے ملانے کے لئے اُس کے پاس جاتی ہے لیکن وہ ملنے سے انکار کرتا اور چلا جاتا ہے۔

ناتن کو ایک راہب کے ذریعے ایک کتاب ملتی ہے جس میں ریشۓ کے متعلق تحریر ہوتا ہے اس کے علاوہ اُس کو چند باتیں ٹمپلر کی زبانی بھی معلوم ہوتی ہیں جس سے اُس کو پتا چلتا ہے کہ ٹمپلر سلطان کے بھائی اسد کا بیٹا اور ریشۓ اس کی بیٹی ہے سب مل کر خوش ہوتے ہیں۔

نگم ـ منشی دیا نرائن

۱۔ انصاف

منشی دیا نرائن نگم ۲۲ مارچ ۱۸۸۲ء کو کانپور کے ایک معزز اور بہرہ آوردہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ وکالت کا پیشہ خاندانی تھا اور پشتہا پشت سے چلا آتا تھا۔ اُن کے دادا منشی شیو سہائے۔ کانپور کے ایک معزز وکیل۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے وائس چیرمین اور وکیل سرکار تھے۔ ان کے پر دادا منشی شیو پرشاد بھی اچھے وکیلوں میں شمار ہوتے تھے۔

وہ ۱۸۹۴ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول کانپور میں داخل ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں انٹرینس پاس کیا۔ اس کے بعد کرائسٹ چرچ کالج کانپور میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۳ء میں بی اے پاس کیا۔

ان کو بچپن سے علم وادب کا شوق تھا۔ بی اے کے بعد کئی سال تک یہ سوچتے

رہے کہ اب کیا کریں۔ آخر "زمانہ" کی ادارت کا مستقل بار منظور کر کے رسالہ کا دفتر بریلی سے کانپور میں منتقل کر لیا اور اس کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ۱۹۱۲ء میں ایک ہفتہ دار اخبار "آزاد" بھی نکالا لیکن وہ نہ چل سکا۔

چالیس سال "زمانہ" کی مسلسل انتھک ادبی خدمت کے بعد پہلی اور دوسری نومبر ۱۹۴۲ء کی شب کو (رات کے دو بجے) جان شیریں جان آفرین کے سپرد کی۔

انصاف

یہ ڈراما جان گالزورذی کے "جسٹس" کا ترجمہ ہے[1] جسے "منشی دیانرائن نگم ایڈیٹر زمانہ کانپور نے ترجمہ کیا اور ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد یوپی نے ۱۹۲۹ء میں شائع کیا۔

پلاٹ: جیمس اپنے بیٹے والٹر کے ساتھ پریکٹس کرتا ہے۔ اس کے دفتر میں ایک کلرک بنام فالڈر جونیر ہے جس سے ملنے کے لئے ایک خاتون بنام رتھ آتی ہے۔ فالڈر اس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتا ہے۔ فالڈر نے اس عورت کی خاطر چند روز قبل اکیاسی پونڈ دھوکہ بازی سے حاصل کئے تھے۔ راز ظاہر ہوتا ہے۔ فالڈر پولیس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ فالڈر کو دو سال سخت کی سزا ملتی ہے۔ جیل سے واپسی پر وہ جیمس کے دفتر میں بھی جاتا اور رتھ سے بھی ملتا ہے۔ جیمس اس کو دوبارہ ملازم رکھ لینے کا وعدہ کرتا ہے اسی وقت سی آئی ڈی کا آفیسر آتا اور اس کو پھر گرفتار کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کھڑکی سے کود کر مر جاتا ہے۔

نور الٰہی و محمد عمر

۱۔ روح سیاست	۱۹۲۲ء
۲۔ قزاق	۱۹۲۳ء
۳۔ ظفر کی موت	۱۹۲۳ء

1. JOHN GALSWORTHY. JUSTICE.

۴- بگڑے دل سنہ ۱۹۲۳ء

۵- تین ٹوپیاں

۶- جان ظرافت

۷- چند ڈرامے

۸- پنچم مدھم

۹- ناٹک ساگر

منشی نور الٰہی اور صاحبزادہ محمد عمر کی مشترکہ خدمات اردو ادب خصوصاً اردو ڈرامہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ یہاں ہر دو شخص کی سوانح عمریاں [1] پیش کی جاتی ہیں۔

نور الٰہی ۔ منشی نور الٰہی پتھر والی حویلی۔ موچی دروازہ لاہور کے سوداگر اور رئیس منشی چراغ الدین کے فرزند اصغر تھے۔ سنہ ۱۸۸۳ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد گورنمنٹ کالج میں داخل ہوئے۔ کرکٹ کے اچھے کھلاڑی ہونے کے باعث مہاراجہ پرتاب سنگھ۔ والئ کشمیر کے منظور نظر ہو گئے۔ پہلے دربار سے وابستہ رہے اس کے بعد محکمہ کسٹم و آبکاری میں ملازم ہو گئے۔ پہلے تحصیلدار بنے پھر ڈپٹی کمشنر ہو گئے۔

۷ر اپریل ۱۹۳۶ء کو لاہور میں انتقال کیا۔

صاحبزادہ محمد عمر کی منشی صاحب سے پہلی ملاقات لاہور کے ایک چشمہ والے کی دوکان پر سنہ ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں دونوں پھر کشمیر میں ملے اور مہاراجہ کے کلب کے لئے ڈرامے لکھے اور اداکاری کے فرائض انجام دیئے۔

محمد عمر ۔ صاحبزادہ محمد عمر کے جد امجد خواجہ فیض اللہ تیراہی رامپور روہیلہ

---

[1] "مصنفین ناٹک ساگر" مصنف حسن شاہ آج کل، دہلی ڈراما نمبر جنوری ۱۹۵۹ء صفحہ ۵۲

دربار میں قلعدار تھے اور حضرت حافظ جمال اللہ نقش بندی کے طالب تھے انہیں کا اثر تھا کہ آپ نے درویشی اختیار کرلی اور مغربی پاکستان کے مشہور پیر خانوادہ چورہ شریف (ضلع اٹک) کے بانی ہوئے۔

صاحبزادہ مرحوم کے والد پیر دیدار شاہ صاحب مہاراجہ انبیر سنگھ (م ۱۸۸۴ء) کے عہد میں جموں تشریف لائے اور وہیں شادی کی سنہ ۱۳۰۱ھ میں صاحبزادہ پیدا ہوئے لیکن بچپن ہی میں مہر مادری اور شفقت پدری سے محروم ہو گئے اور اپنے نانا کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی لیکن ۱۸۹۶ء میں جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو اپنی خالہ کے ساتھ رہنے لگے۔

آپ نے ۱۹۰۰ء میں سری رنبیر گورنمنٹ ہائی اسکول جموں سے میٹرک پاس کیا اور مزید تعلیم کے لئے فورمین کرسچین کالج لاہور میں داخلہ لیا اور انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد بی اے میں داخل ہو گئے۔

اسی زمانہ میں آپ کی ملاقات منشی نور الہٰی صاحب سے ہوئی اور ان کی بھتیجی سے شادی کرنے اور تعلیمی سلسلہ ختم کرنے کے بعد جموں وکشمیر ہائی کورٹ میں مترجم ہو گئے (۱۹۰۰ء) اور "جنرل کلاز ایکٹ" اور "پرتاپ کوڈ" کا ترجمہ کیا۔ منصفی کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۲۹ء میں منصف اور پھر سب جج ہو کر ۱۹۳۶ء میں سبکدوش ہو گئے۔ بعدہٗ وکالت کرتے رہے۔

۴ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو جموں میں انتقال کیا۔

ہر دو حضرات کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [۱]

---

[۱] (۱) کلیات مولیر (۲) سوانح نواب سراج الدولہ۔ (۳) تاریخ ریاست جموں و کشمیر (۴) لینن کی امی (۵) ناٹک کتھا (۱۹۲۹ء)

روح سیاست

یہ ڈراما جان ورنک وائر کے کسی ڈرامہ سے ماخوذ ہے اور ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر سر ہری سنگھ فرماں روائے ریاست جموں و کشمیر کے نام معنون ہے پہلا ایڈیشن ۲۲ء ۱۹۲۲ء میں اور دوسرا ۱۹۳۲ء میں طبع ہوا۔

پلاٹ: لنکن۔ مسز لنکن اور ان کے دوست سٹون اور کتنی ایک وفد کے منتظر ہیں جو ولیم ٹکر ہنری ہانٹڈ، ایلیاس پرائس اور جیمز میکنٹاش پر مشتمل ہے اور لنکن کو صدارت (صدر جمہوریہ ریاستہائے متحدہ امریکہ) کا جلیل القدر عہدہ پیش کرنے والا ہے۔ وفد آتا ہے۔ لنکن چند شرائط کے ساتھ عہدہ قبول کر لیتا ہے۔ کئی سال کی مسلسل محنت اور جانفشانی کے بعد امریکہ کی ریاستیں متحد ہوتی ہیں اور سب کے لئے ایک ہی قانون بنایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جنرل لی کمانڈر انچیف سے ایک خونریز جنگ بھی کرنی پڑتی ہے۔

جب کہ امریکہ اتحاد کی خوشیاں منا رہا تھا لنکن گولی کا نشانہ بنتا ہے۔ اس طرح وہ شخص جس نے امریکہ کو متحد کیا موت کی آغوش میں سو جاتا ہے [۱]

قزاق

یہ ڈرامہ چار ایکٹ اور پندرہ سین پر مشتمل ہے۔ مولف صاحب "عرض حال" کے عنوان سے لکھتے ہیں: "ہم جرمنی کے

---

[۱] "یہ ایک انگریزی ڈرامے کا ترجمہ ہے جس کی انگلستان میں بے حد قدر و منزلت ہوئی" ادبی تبصرے از مولوی عبدالحق صد۲ مترجمین اپنے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں: "یہ کتاب دو جداگانہ ڈراموں (روح سیاست اور جان ظرافت) پر مشتمل ہے جن کے پلاٹ کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں مگر ہر دو ڈرامے ایک ہی وقت میں اسٹیج پر آئیں گے اور ان کے سین یکے بعد دیگرے یا جس طرح اسٹیج کی سہولت اجازت دے دکھلائے جائیں گے۔"

سرمایہ ناز فلسفی شاعر اور ڈراما نگار شیلر کی ایک ازبس دل آویز تصنیف کو بہت سے ناگزیر تصرفات کے ساتھ ہندوستانی مذاق میں سمو کر حاضر کرتے ہیں۔"

کتاب پر تاریخ۔ جموں۔ ۵ار جنوری ۱۹۲۳ء تحریر ہے۔

پلاٹ : نواب جمشید جاہ ثالث کا ولی عہد بری صحبتوں میں پڑ کر ڈاکو بن جاتا اور دولتمندوں کو لوٹ کر غریبوں کا پیٹ بھرتا ہے۔ شیر دل کا چھوٹا بھائی اختر کو وراثت سے محروم کر کے خود تخت حکومت کا مالک بننا چاہتا ہے۔ اس لئے باپ کی طرف سے اس کو لکھتا ہے کہ "میں نے تم کو عاق کیا" اور باپ کو یہ خبر بھیجتا ہے کہ وہ (شیر دل) دکن کی ایک لڑائی میں مارا گیا۔ نواب یہ سن کر بے ہوش ہو جاتا ہے۔ اختر اسے قید کر کے خود حاکم بن جاتا ہے۔

شہنشاہ ہند کے پاس شکایت پہنچتی ہے کہ ڈاکو ملک تاراج کر رہے ہیں۔ وہ خود ایک مغنی کے لباس میں دورہ کرتا۔ شیر دل اور دوسرے ڈاکوؤں سے ملتا۔ ان کی باتوں سے متاثر ہوتا اور ان کو اراکین دولت کے عہدوں پر مامور کر کے ملک کی خدمت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

شیر دل اپنے وطن جاتا اور اپنے باپ کو قید پاتا ہے۔ اختر کو شیر دل کی موجودگی کا پتا چل جاتا ہے اور وہ خودکشی کر لیتا ہے۔ نواب جمشید جاہ ثالث دوبارہ تخت حکومت پر بیٹھتا ہے۔ شیر دل کی شادی جمیلہ سے ہو جاتی ہے۔

ظفر کی موت

یہ مختصر ڈراما پانچ ایکٹ پر مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا نام "بہن کی محبت" بھی ہے۔ بلجیم کے مشہور ڈراما نگار مارس میٹرلنگ کے "اے سسٹرس لو" کا ترجمہ ہے۔ ؎۲

---

2. A SISTER'S LOVE.

مترجم صاحبان "تقریب" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"مسٹر لنک اس ڈراما کو خود اپنا شاہکار کہتا ہے لیکن کسی اور کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اس کی ایک تصنیف کو دوسری پر ترجیح دے۔ یہ ڈراما بہن کی محبت کا حیرت انگیز اور عمیق مطالعہ ہے۔"

کتاب پر تاریخ۔ رام نگر (جموں) ۵ر اگست ۱۹۲۳ء درج ہے اور لالہ رام کشن کے نام معنون ہے۔ اس میں مصنف نے دکھلایا ہے کہ ظفر کی بہن اپنے معصوم بھائی کے لئے کس حد تک قربانی دے سکتی ہے اور اس حد تک پہنچ سکتی ہے جہاں ہر شے ایک روشنی میں مدغم ہو جاتی ہے اور سب پر ابدی تاریکی غالب آ جاتی ہے۔

بگڑے دل

یہ ڈراما پانچ ایکٹ اور پچیس سین پر مشتمل ہے۔ فرانس کے مشہور مزاحیہ نگار مولیر کی کمیڈی "مس انتھروپ" کا اردو قالب ہے۔

مولف و مترجم صاحبان "تعارف" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"یہ کومیڈی مولیر کی بہترین تصنیف ہے۔ حسن زبان، انداز بیان، اشعار نگاری اور تخیل کی بلند پروازی کے لحاظ سے اس کومیڈی کا جواب ادبیات عالم میں ناپید ہے۔ یہ کمیڈی شاہی تھیٹر پیرس میں ۴ر جون ۱۶۶۶ء کو پہلی بار تمثیل ہوئی۔ مولیر نے دلشاد کا اور اس کی بیوی نے اخرہی کا پارٹ کیا۔ اس ترجمہ میں ہم نے برائے نام تصرف سے کام لیا ہے اور صرف اُن باتوں کو نظر انداز کیا ہے جن کا مطالعہ ہندوستانیوں کے لئے چنداں دلچسپ نہیں۔"

کتاب پر تاریخ رام نگر (جموں) ۶ر اگست ۱۹۲۳ء درج ہے اور مظفر خاں کے نام معنون ہے۔

پلاٹ : دلشاد اختری کا خواہاں ہے اور اختری بھی دلشاد سے محبت کرتی ہے اور دونوں ایک اچھے دوست کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک شخص مقصود نام —— وہ بھی اختری سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف سلیمہ دلشاد پر فدا ہے جو خاموش قسم کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہے۔

اشرف اور ندرت اختری سے ملتے ہیں۔ اختری ان کی خاطر تواضع کرتی ہے۔ یہ بات دلشاد کو ناگوار گزرتی ہے۔ وہ سچ بولنے کا عادی اور چاپلوسی کا دشمن ہے وہ نہ افضل کا دوست ہے اور نہ اشرف کا اس کو پتا چلتا ہے کہ اختری نے مقصود کو خط لکھا ہے۔ اشرف اور ندرت کہتے ہیں کہ اختری نے ان کو بھی خطوط لکھے ہیں۔ وہ پاگل ہو جاتا اور جنگل کی طرف نکل جاتا ہے۔

تین ٹوپیاں

یہ بھی فرانسیسی زبان کا ایک مذاحیہ شاہکار ہے اور کتاب پر ۴ر مارچ ۱۹۲۵ء درج ہے۔

پلاٹ : رفاقت بیگ سیر و تفریح کے لئے لاہور جاتا اور دریائے راوی کے کنارے چہل قدمی کرتا ہوا ایک ڈوبتے ہوئے شخص (ضامن علی) کو بچاتا ہے۔ جو اسے ممنون ہو کر اپنے گھر لے جاتا ہے رفاقت ضامن کے دوست مولوی ریاض کی بیٹی مہرالنسا سے چھپ کر نکاح کر لیتا ہے۔

ایک دن جبکہ ضامن کی بیوی (نور جہاں) اور بیٹی (حسن آرا) اپنے گھر گئی ہوئی تھیں ضامن ہوٹل سے شراب پی کر آتا، فضل دین سے لڑتا اور اپنی بجائے اس کی ٹوپی لے کر چلا جاتا ہے۔ صبح کو غلطی کا پتا چلتا اور وہ ٹوپی کے ساتھ رفاقت کو فضل دین کے گھر بھیجتا ہے۔ یکے بعد دیگرے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں۔ آخر میں تینوں ٹوپیوں کی تبدیلی کا راز ظاہر ہوتا ہے اور سب ہنستے ہیں۔

کتاب پر تاریخ ۴ر مارچ ۱۹۲۵ء درج ہے۔

جانِ ظرافت

یہ ڈراما مولیر، لیسنگ اور مرزا جعفر ایرانی کے ڈراموں کا ملا جلا خاکہ ہے۔

چند ڈرامے

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل ڈرامے شامل ہیں۔
(۱) اوماوتی (۲) جنونِ ادب (۳) چپ کی داد (۴) پہلی پیشی (تین منظر) (۵) لاگ ڈانٹ (دو منظر) (۶) ہم خانہ آفتاب (۷) جاہلی

کتاب پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی کے نام معنون ہے۔

پنجم مدھم

سرورق پر مصنفین کا نام اس طرح درج ہے۔ محمد عمر (نور الٰہی) اس مجموعہ میں سات ڈرامے شامل ہیں۔ یہ ڈرامے محمد عمر نے لکھے ہیں اور نور الٰہی کے انتقال کے بعد شائع ہوئے۔

"دو ایک باتیں" کے عنوان سے محمد عمر صاحب لکھتے ہیں۔

"چند سال ادھر کی بات ہے کہ میں نے منشی نور الٰہی مرحوم کی برق وش معیت میں ڈراموں کا ایک مجموعہ "ڈرامے چند" کے نام سے شائع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو گیا مگر منشی صاحب کی مرگ بے ہنگام نے نہ تو اس سلسلہ کو جاری رہنے دیا نہ "ڈراما چند" کی مزید اشاعت ممکن ہو سکی۔ اب میں یہ مجموعہ پیش کرتا ہوں جو منشی صاحب کی وفات کے بعد لکھے گئے:"

کتاب نور الٰہی کے نام معنون ہے اور اس پر یہ شعر درج ہے۔

کسی کی یاد میں آنسو بہائے جاتے ہیں　　اس ایک قطرہ میں کشتی چلائے جاتے ہیں

کتاب پر تاریخ ۱۹۴۵ء - بار اول درج ہے۔ اس میں ڈرامے حسب ذیل ہیں۔

(۱) بلی دان۔ یہ جرمن ڈرامہ نگار "لے سنگ" کے ایک ڈرامہ سے ماخوذ ہے۔ یہ ۴ر اپریل ۱۹۳۶ء کو آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر ہوا اور رسالہ "تیج" دہلی ۱۹۴۲ء

میں شائع ہوا۔

(۲) پورس۔ اس کا پلاٹ فرانس کے مشہور ڈراما نویس "رسین" کے ڈرامہ سکندر اعظم سے ماخوذ ہے اور آل انڈیا ریڈیو دہلی سے ۶ / جون ۱۹۳۶ء کو نشر ہوا اور "پیمانہ" لاہور ۱۹۳۷ء میں چھپا۔

(۳) تخت طاؤس

(۴) سایہ۔ یہودی ڈرامہ نگار انسکائی کے انگریزی ترجمہ سے ماخوذ ہے۔

(۵) ظاہر و باطن

(۶) زر پرست۔ یہ ڈراما ۲۶ / جولائی ۱۹۳۷ء کو آل انڈیا ریڈیو پشاور سے نشر ہوا۔

(۷) حادثہ۔ "زبیر" جموں ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا۔

محمد عمر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ان میں حزنیہ بھی، بزمیہ بھی، فطری بھی، غیر فطری بھی، برائے ادب بھی، برائے زندگی بھی، چھوٹے بھی، بڑے بھی، بوڑھے بھی، جوان بھی، ریڈیو پسند بھی، ناپسند بھی"

ناٹک ساگر یہ مفید عام کتاب جو پونے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ ٹکنک ڈرامہ کے بعد یونان۔ روم، اسپین، فرانس، انگلینڈ، جرمنی، آسٹریا، سویڈن، ناروے، روس، ہالینڈ بلجیم، امریکہ، ایران میں ڈرامہ کی درجہ بدرجہ ترقی دکھلائی گئی ہے۔ ہندوستان کے متعدد اسٹیجوں کا بھی ذکر ہے۔ اردو ڈرامہ کی تاریخ پر بھی پچاس صفحات ہیں جن میں ایک تہائی کے قریب اقتباسات ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی نے اس کتاب پر ساڑھے سات سو روپیہ انعام دیا اور حکومت نظام نے ازراہ معارف پروری کتاب کی پانچ

سو جلدیں خریدیں۔

مولوی عبدالحق صاحب اس کتاب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں (ادبی تبصرے صا۵)

"یہ اسی انہماک کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے دنیا بھر کے ڈراموں کی تاریخ لکھ ڈالی جس میں ہر ملک کے مشہور ڈراما نگاروں اور ایکٹروں کے خاص خاص کارنامے۔ ممالک عالم کے اسٹیج کے عروج وزوال کے اسباب اور فن ڈراما کی ارتقائی کیفیت بیان کی ہے۔ اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو اس فن پر ایسی جامع حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ کتاب کیا ہے ایک ساگر ہے جو دلچسپ اور مفید معلومات سے بھرپور ہے"۔

"نورعمر صاحبان قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اردو ادب میں بہت اچھا اضافہ کیا اور ایک ایسے مضمون پر کتاب لکھی جس سے ہماری زبان خالی تھی"۔

ان تالیف وتراجم کے علاوہ "محبت کی بازی" اور "آبیل مجھے مار" کے مسودے منشی نورالٰہی کی بیوہ کے پاس ہیں۔ یہ ڈرامے اسٹیج ہو چکے ہیں۔ ماسوا دو مجموعے بھی ہیں۔

نیاز فتحپوری ۔ نیاز محمد خاں

۱۔ جھانسی کی رانی

۲۔ اصحاب کہف

نیاز محمد خان نام، نیاز تخلص [1] فتحپور۔ یوپی کے رہنے والے۔ ۱۸۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محمد امیر خاں سے حاصل کی جو فارسی کے مستعد

---

[1] تاریخ ادب اردو۔ رام بابو سکسینہ، مترجمہ عسکری

ادیب تھے۔ اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ فتح پور، مدرسہ عالیہ رامپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی۔ انگریزی تعلیم ایف اے تک حاصل کی۔

۱۹۰۲ء میں سب انسپکٹر آف پولس، الہ آباد، ہوئے [۱] "مخزن" اور "نقاد" میں مضامین لکھنے شروع کئے ۱۹۲۲ء میں اپنا رسالہ "نگار" آگرہ سے نکالا۔ کچھ عرصہ بعد اُسے بھوپال لے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں اسے لکھنؤ منتقل کیا۔

آپ کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں [۲]

جھانسی کی رانی | یہ ڈراما فلپ کاکس کے "رانی آف جھانسی" کا ترجمہ ہے جسے ہندوستان کے ادیب جلیل نیاز فتح پوری نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ یہ ڈرامانگار جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر اور نومبر ۱۹۳۵ء میں مسلسل شائع ہوا۔

نیاز صاحب اپنی "تمہید" میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان میں جھانسی کی رانی بڑا مشہور فقرہ ہے لیکن یہ کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مرہٹوں کی تاریخ میں "جھانسی کی رانی" کیا اہمیت رکھتی تھی اور اس نے کس جرأت و ہمت سے کام لے کر اپنے آپ کو وطن پر قربان کر دیا۔

"یہ ڈرامہ ایک انگریز فلپس کاکس کا لکھا ہوا ہے اور یقیناً اس میں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو برطانوی نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں لیکن پھر بھی اس نے بڑی حد تک صداقت سے کام لیا ہے اور "جھانسی کی رانی" کے مردانہ عزائم کا اسے اعتراف

---

[۱] آج کل۔ دہلی۔ ۱۵ر اگست و یکم ستمبر ۱۹۳۶ء "نیاز محمودی" از فضل الحق قریشی

[۲] (۱) انتقادیات حصہ اول (۲) انتقادیات حصہ دوم (۳) ترغیبات جنسی (مسلسل

اس ڈرامے سے نہ صرف ۱۸۵۷ء کے ان واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ جو ہندوستان میں برطانوی راج کے قیام کا باعث ہوئے بلکہ راجاؤں سے ان اندرونی اختلافات کا بھی حال معلوم ہوتا ہے جو ملک کو غیر ملکیوں کے ہاتھ میں دے دینے کا بڑا سبب تھے۔

پلاٹ: راجا گنگا دھر راؤ انتقال سے پہلے انند راؤ کو اپنا متبنیٰ کرتا ہے۔ رانی لکشمی بائی بھی اس کو قبول کرتی ہے۔ لارڈ ڈلہوزی کی حکومت جھانسی کو ختم کرنا چاہتی ہے رانی لکشمی بائی امرا و اراکین ریاست کو جمع کرکے ایک پرجوش تقریر کرتی ہے۔ بندھیلکھنڈ کا پولیٹیکل ایجنٹ میجر ایلس اس سے ملنے آتا ہے اور رانی کو اپنی امداد کا یقین دلاتا ہے۔

لارڈ ڈلہوزی کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر ڈورین، بلیڈے اور جان کو جھانسی کے مستقبل پر بحث کرتے ہیں۔ جان اس کو ختم کرنے کا مخالف ہے اور برطانوی نظام حکومت پر سخت نکتہ چینی کرتا ہے۔

(گذشتہ سے) ۴۔ تلاش راز	۵۔ جذبات بھاشا	۶۔ جمالستان
۷۔ حسن کی عیاریاں	۸۔ شاعر کا انجام	۹۔ شہاب کی سرگزشت
۱۰۔ حکمائے قدیم	۱۱۔ فراست الید	۱۲۔ کیوپڈ اینڈ سائیکی
۱۳۔ گہوارۂ تمدن	۱۴۔ گیتانجلی	۱۵۔ مالہ وما علیہ
۱۶۔ مجموعہ استفسارات	۱۷۔ مذاکرات نیاز و مقالات	۱۸۔ مذہب
۱۹۔ مکتوبات نیاز (کامل)	۲۰۔ نگارستان	۲۱۔ نقاب اٹھ جانے کے بعد
۲۲۔ تاریخ الدولتین	۲۳۔ صحابیات	۲۴۔ صد الھجرا
۲۵۔ قربانگاہ حسن	۲۶۔ السنۂ شرقیہ	۲۷۔ ایک شاعر کا انجام
۲۸۔ مطالعات نیاز	۲۹۔ عرض نغمہ	۳۰۔ من ویزدان

۱۸۵۷ء کا انقلاب شروع ہوتا ہے۔ جھانسی کی رانی کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ جمہور کا ساتھ دے۔ برطانوی فوجیں تانتیا ٹوپی کو شکست دینے کے بعد رانی کی فوجوں کو شکست دیتی ہیں۔ رانی خودکشی کر لیتی ہے۔

اصحاب کہف

یہ پانچ ایکٹ کا ایک حزنیہ ڈراما ہے جسے نیاز فتح پوری نے مصر کے مشہور ادیب اور مصنف توفیق الحکیم کی کتاب "اہل کہف" سے ۱۹۳۶ء میں اردو میں ترجمہ کیا۔ اس تمثیل کی جان وہ حصہ ہے جہاں موضوع محبت پر گفتگو کی گئی ہے۔

نیاز صاحب لکھتے ہیں۔

"اس میں فاضل مصنف نے نہایت لطیف انداز سے اصحاب کہف کی روایت پر عاقلانہ تبصرہ کیا ہے لیکن اس تمثیل کی جان وہ حصہ ہے جہاں موضوع محبت پر گفتگو کی گئی ہے۔ اور اس کی ابدیت کو بالکل اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔"

پلاٹ: بت پرست دقیانوس کے دو وزیر مشلینا اور مرنوش جنہوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا ہے اپنی جان بچا کر جنگل میں بھاگ جاتے ہیں۔ ایک چرواہ "یم لیخا" اپنے کتے "حظمیر" کے ساتھ ان کی معاونت کرتا ہے۔ مرنوش یم لیخا کو بازار بھیجتا ہے۔ پرانے سکے دیکھ کر لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ مشعلیں لے کر غار میں بھی جاتے ہیں۔ بعض ان کو بھوت سمجھ کر بھاگ بھی جاتے ہیں۔

بادشاہ اور اس کی بیٹی پریسکا ان لوگوں کا خیر مقدم کرتی ہے۔ وہ ان کے سوالات پر اور زیادہ متعجب ہوتا ہے۔ پریسکا کا استاد ان کو بتلاتا ہے کہ تین سو سال گزر چکے ہیں۔ یم لیخا کہتا ہے کہ اس کو ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں گزرا۔

مشلینا پریسکا سے محبت کی باتیں کرتا اور اس کو اپنی محبت کا یقین دلاتا ہے لیکن وہ سب باتوں سے انکار کرتی ہے۔ مشلینا ناامید ہو کر چلا جاتا ہے۔ پہلے یم لیخا۔ پھر

مرنوش مرتے ہیں   بھی مرجاتا ہے۔ انتقال کے ایک ماہ بعد پرلیکا اور غالیاس
قبرستان جاتے ہیں۔   آخری سانسیں لیتا اور پرلیکا سے چند باتیں کرنے کے بعد
مرجاتا ہے۔

بادشاہ آتا ہے۔ پرلیکا غار میں چھپ جاتی ہے   اپنے سامنے بند کراتا
اور پھر جاتا ہے۔   پرلیکا کے ساتھ زندہ درگور ہو جاتا ہے۔

نیر لکھنوی

(۱) آئینہ سکندری

(۲) بہو

(۳) خونی شیرنی

ش فراز علی

(۱) زود پشیماں

لالہ پرسرام

(۱) شری رام لیلا ناٹک

(۲) راجہ مور دھوج مہارانی

(۳) کرشن سداما

شری رام لیلا ناٹک یہ ڈراما پانچ ایکٹ اور اکتالیس سین پر مشتمل ہے۔ اس میں کومک (نقل) شامل نہیں ہے۔ آخر میں ایک نظم ہے۔ جس کا عنوان ہے "راماین ہمیں کیا شکھشا دیتی ہے"

کتاب کے سرورق پر کتاب کا نام "شری رام لیلا ناٹک" اور صفحہ اول پر "نصائح پرتاثیر، شری رام ناٹک بے نظیر" اور ابتدائی صفحات پر "مکمل ڈرامہ راماین تحریر ہے۔

اس میں مہاراجہ دسرتھ والیٔ اودھ کے بیٹے رام چندر اور ان کے بھائی بھرت، لکشمن اور شتراگن، مہاراجہ جنک (والی متھیلا) کی صاحبزادی سیتا اور راجہ راون (والیٔ لنکا) کی لڑائیاں درج ہیں۔ یعنی رام کی شادی، بن باس راون سے مقابلہ وغیرہ وغیرہ جو اس سے قبل سیتا بن باس وغیرہ کے عنوانات سے بیان کئے جاچکے ہیں۔

راجہ مور دھوج مہارانی

یہ ڈراما تین ایکٹ اور سولہ سین پر مشتمل ہے۔
اس میں منشی دل کا کومک (نقل) شامل ہے۔

پلاٹ:۔ رتن پور کا راجہ مور دھوج، سادھو سیوا کا علمبردار ہے۔ اس نے اراکین سلطنت اور افسران حکومت کو حکم دیا ہے کہ کسی سادھو کو خالی ہاتھ نہ جانے دیا جائے۔ اس اعلان سے فائدہ اٹھاکر ڈاکوؤں کا ایک گروہ راجہ کے یہاں آتا ہے۔ اور رانی کے زیورات لے جاتا ہے۔ راستہ میں راجہ ملتا اور ان کی خوشامد کرکے ان کو دوبارہ اپنے محل میں لے جاتا ہے۔ ڈاکو اپنی نالائقی پر افسوس کرتے ہیں۔ اور راجہ سے اپنے فعل قبیح کی معافی مانگ کر اصلی سادھو بن جاتے ہیں۔

یمراج رانی کی روح لانے کے لئے اپنا نمائندہ بھیجتا ہے۔ کرشن جی اپنا چکر پھینکتے ہیں، جو یمراج کو رانی تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ یمراج وشنو جی کے پاس جاتا ہے۔ وشنو جی فرماتے ہیں کہ وہ آئندہ اپنے کارندوں کو رتن پور نہ بھیجے۔ یمراج مور دھوج کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ وشنو جی اس کو اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ اسی طرح کرشن جی ارجن کو اپنے ساتھ امتحان کے لئے لے جاتے ہیں۔ وشنو جی لڑکے کا بلدان مانگتے ہیں۔ راجہ اور رانی قبول کرتے ہیں۔ آخر میں وشنو جی ظاہر ہو کر رانی کو دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔

مدبا جے نرائن

(۱) طویلے کی بلا بندر کے سر عرف کر جائے مونچھوں والا اور پکڑا جائے۔ داڑھی والا

(۲) تسخیر

طویلے کی بلا بندر کے سر عرف کر جائے مونچھوں والا اور پکڑا جائے داڑھی والا ۱۹۱۳ء

سرورق پر تحریر ہے "ایک دلچسپ بامذاق ظریفانہ ڈرامہ"

کتاب پر تاریخ۔ بار دوم ۱۹۱۳ء درج ہے۔

پلاٹ: نواب صاحب شہر سے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کا بیٹا عزیز مرزا اپنے استاد بحر العلوم کی نگرانی میں تعلیم پاتا ہے۔ نواب صاحب بغیر اطلاع کے آجاتے ہیں۔ عزیز مرزا بے حد پریشان ہوتا اور اپنے جرم کی پردہ پوشی کی درخواست اپنے استاد سے کرتا ہے مولوی صاحب وعدہ کرتے ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ عزیز مرزا نے شادی کر لی ہے اور رشید مرزا نامی لڑکا بھی ہے۔ نواب صاحب عورت اور بچہ دیکھکر بے حد ناراض ہوتے ہیں۔ آخر میں اپنے بیٹے کی خطا معاف کر دیتے ہیں۔

ورما۔ لالہ موہن لال۔

(۱) درگا داس

وقار احمد سید

(۱) ہنری چہارم ل

وقار عظیم

(۱) اندر سبھا (مرتبہ)

1, Sh. Kespear King Henry IV ل

(۲) خوبصورت بلا۔ (مرتبہ)

(۳) یہودی کی لڑکی "

(۴) اسیر حرص "

(۵) آغا حشر اور ان کے ڈرامے "

ولایت حسین

(۱) پسند خاطر [1]

پسند خاطر یہ شیکسپیئر کے ڈرامہ "ایز یو لائک اٹ" کا سلیس ترجمہ ہے جو ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔ مترجم نے اپنے "دیباچہ" میں ترجمہ کی ضرورت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد "شیکسپیئر" اور ڈراما کے کیرکٹرز اور ان کی خصوصیات پر اٹھارہ صفحات کا ایک طویل مضمون لکھا ہے۔

وہاج الدین

(۱) نکاح بالجبر [2]

ویاکل بشمبھر سہلئے

(۱) جھانسی کی رانی

(۲) چندر گپت

(۳) گوتم بدھ

ہاشمی۔ ڈاکٹر نور الحسن۔ ایم۔ اے (الگ) ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی (علیگ) آنرز لٹ

(۱) بھید [3]

بھید یہ ڈراما برنارڈ شاہ کے "کنڈیڈا" کا ترجمہ ہے۔ جو تین ایکٹ پر مشتمل ہے۔ یہ برنارڈ شاہ کے اشتراکی عقائد کے زمانے کی ایک چیز ہے۔ اس میں ازدواجی زندگی پر اشتراکی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ ضمناً یہ بھی دکھلایا گیا ہے کہ

---

1 Shakes peare You as like it
2 Moliere Forced Marriage
(1) Shaw, George Bernard. Candida.

مذہبی عقائد کے لوگ (پادری) بھی اشتراکیت کس حد تک قبول کر سکتے ہیں۔

پلاٹ: جیمس میور مارل اور اس کی بیوی کنڈیڈا جو برگیس کی بیٹی ہے۔ اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جیمس کا ذریعہ معاش وہ لکچرز ہیں جو وہ مختلف مقامات پر دیتا ہے جیمس اشتراکی خیالات کا حامل ہے۔ اس لئے وہ اپنے ماتحتوں خاص کو الیکزنڈر لیکسی مل اور مس گارنٹ پراز رپاتن سے بھی اچھے اور مساویانہ طریقے سے پیش آتا ہے۔ اسی دوران میں یوجین مارچ بینکس آتا اور کنڈیڈا سے اظہار محبت کرتا ہے۔ میاں بیوی میں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ آخر میں کنڈیڈا صاف صاف کہہ دیتی ہے کہ وہ یوجین کو پسند کرتی ہے۔ اس لئے کہ وہ کمزور فطرت ہے لیکن مختصری الٹ پھیر کے بعد جیمس اپنی غلطی محسوس کرتا ہے۔ کنڈیڈا اس کے گلے سے لگ جاتی ہے۔ یوجین چلا جاتا ہے۔

ہمدم:-

(۱) حشر محشر

(۲) علی بابا چالیس چور

ہمدم۔ ایم۔ ایف

(۱) رام لیلا ناٹک

(۲) دلیر دلشیر

(۳) نگاہ غفلت

(۴) چندراولی

(۵) راجہ ہریشچند

(۶) داؤ پیچ

ہمدم محمد افضل خاں

(۱) بزم فانی

(۲) بھول بھلیاں

(۳) خوبیٔ قسمت

(۴) داؤ پیچ

(۶) دلیر دلشیر

(۶) نازاں

ہرگوبند۔ پنڈت

(۱) مار آستین

یعقوب۔ میاں محمد

(۱) جمنا ؎

جمنا یہ ڈراما جو پانچ ایکٹ اور اٹھارہ سین پر مشتمل ہے بابو کشرودہ چندر چٹرجی کے بنگالی ڈرامہ "جمنا" کا ترجمہ ہے۔

پلاٹ:- دلیور اسٹر کا راجہ ہمیر سنگھ نئی شادی کرتا ہے۔ اس کی بیوی تلسی اپنے سوتیلے بیٹے راج سنگھ پر عاشق ہو جاتی ہے۔ انکار کی صورت میں وہ اس پر عصمت دری کا الزام لگاتی ہے۔ راجہ اس کو گرفتار کرنا چاہتا ہے کہ وہ اپنی بہن راجکماری جودھا بائی کے ساتھ فرار ہو جاتا ہے۔ وہ گجرات کے راجہ کے یہاں قیام کرتا ہوا اپنا نام بھانا اور بہن کا نام جمنا بتلاتا ہے۔

رانی تلسی بائی میدان خالی دیکھکر گجرات کے راجہ کی بیٹی راجکماری کنول بائی کے لئے پیغام بھیجتی ہے۔ اسی وقت مالوہ کا راجہ جہرنگ جس نے سوراشٹر کے راجہ کی بیٹی للتا بائی کو غائب کر کے اس سے شادی کی تھی کنول بائی کے لئے اپنا پیغام بھیجتا

ہے۔ راجہ دیوار اسسٹرے کے راجہ ہمیر سنگھ کا پیغام قبول کر لیتا ہے جب اس کا راجکمار کنول بائی کو لینے کے لئے گجرات جاتا ہے تو مہر کل اس پر حملہ کر کے اس کو گرفتار کر لیتا ہے۔ جے سنگھ کنول۔ سبھانا اور جمنا مل کر مہر کل کو شکست دیتے ہیں۔

مہر کل کی بجائے اس کا بھائی تورمان تخت حکومت پر بیٹھتا ہے۔ جے سنگھ کی شادی جمنا (جودھ بائی) اور راج سنگھ) بھانا کی کنول سے ہو جاتی ہے۔ جے سنگھ گجرات کے تخت پر اور راج سنگھ دیوار سٹر کے تخت پر بیٹھتا ہے۔

یلدرم۔ سید سجاد حیدر۔ بی اے (علیگ)

۱۔ پرانا خواب

۲۔ جلال الدین خوارزم شاہ

۳۔ جنگ و جدال

سجاد حیدر، نام۔ یلدرم تخلص نہٹور ضلع بجنور میں ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے[1] ان کے لکڑ دادا سید حسن ترمذی وسط ایشیا سے ہندوستان آئے تھے[2] اس خاندان کی ایک خاتون سیدہ ام مریم تھیں جن کی بیٹی یلدرم کی ماں تھیں۔ ۱۸۵۷ء میں ان کے دادا امیر احمد خاں نے انگریزوں کی مخالفت کی اس لئے جاگیریں ضبط ہو گئیں۔ زوال آیا اور نئی پود کو انگریزی سیکھنی اور انگریزی ملازمتیں کرنی پڑیں۔ ان کے والد خان بہادر سید جلال الدین حیدر شاہ شہر بنارس کے حاکم اور چچا خان بہادر ڈاکٹر سید کرار حیدر یو پی میں سول سرجن تھے۔

سید سجاد حیدر نے اپنے بھائی کے ساتھ علیگڑھ میں تعلیم پائی۔ ۱۹۰۱ء میں بی اے کیا اور سارے صوبہ میں سیکنڈ آئے۔ لا کلاس میں داخلہ لیا۔ مولانا محمد علی اور چودھری نعمت اللہ ان کے کلاس فیلو تھے اسی زمانے میں ان کو ترکی سے دلچسپی ہو گئی۔ اور وہ ترکی زبان سیکھنے لگے۔ ابھی ایل۔ ایل بی میں پڑھ ہی رہے تھے کہ برطانوی فارن آفس سے کسی نے یونیورسٹی کے انگریز پروفیسر کو لکھا کہ

---

[1] سرمایہ اردو۔ حافظ محمود شیرانی ۱۹۴۲ء۔ ص ۳۱۴

[2] سید سجاد حیدر یلدرم از قرۃ العین حیدر۔ نقوش شخصیات نمبر جلد اول ص ۱۳۰

بغداد کے برطانوی قونصل خانہ میں ایک ترکی زبان کے تر   کی ضرورت ہے۔ پروفیسر
نے ان سے ذکر کیا اور وہ جانے پر رضا مند ہو گئے۔ تین سال کے قیام کے بعد جب واپس
آئے تو ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر متعین کئے گئے ۱۹۱۲ء میں شادی کی۔ ۱۹۲۰ء میں
جب ایم اے۔ او کالج یونیورسٹی بنا تو ان کو پہلا رجسٹرار مقرر کیا گیا۔ اسی زمانہ میں آپ
کو مہاراجہ محمود آباد۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں۔ نواب سر مزمل اللہ خاں اور ڈاکٹر
سر ضیاالدین کے ساتھ کام کرنے کا اتفاق ہوا۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں ؎۳ جلال الدین خوارزم شاہ کا ترجمہ
میری درخواست پر کیا اور اس کا بڑا حصہ "سہیل" میں شائع ہوا۔ سید صاحب خود
نہیں لکھتے تھے۔ بلکہ بولتے جاتے تھے۔ اور دوسرا لکھتا جاتا تھا۔ شاذ و نادر کبھی ترمیم
کرتے تھے۔ وہ شاعر بھی تھے۔ ان کی سب سے پہلی تصنیف "مرزا پھویا" بتلائی جاتی ہے۔

سید صاحب ۱۹۲۸ء میں واپس بلائے گئے اور جزائر انڈومان و نکوبار میں
ریونیو کلکٹر کی حیثیت سے مقرر کر کے پورٹ بلیر   بھیج دیئے گئے۔ پورٹ بلیر سے ۳۱ جولائی
۱۹۳۰ء کو لکھتے ہیں ؎۴ دو برس کے لئے جلاوطنی اختیار کر لی ہے۔ ۱۶ نومبر ۱۹۳۱ء
کو گورکھپور سے جلیل احمد قدوائی کو اطلاع دیتے ہیں کہ "میں یہاں پہنچ تو گیا ہوں"
واپسی پر غازی پور اور اٹاوہ کے ضلعوں میں   رہے ۱۹۳۵ء میں خرابی صحت
کے باعث وقت سے پہلے ہی ریٹائر ہو گئے

سید صاحب نے ممالک ا   ترکی وغیرہ کی کئی مرتبہ سیاحت کی تھی۔ اردو
ادب کا تورنگ آج مقبول ہے۔ سید صاحب اس کے بانیوں میں سے تھے۔ انہوں نے
پہلی مرتبہ اردو زبان کو ترکی انشاء کے آب و رنگ سے روشناس کرایا۔ یہ   ہے کہ

؎۳ آج کل۔ دہلی ۱۵ دسمبر ۱۹۴۶ء یلدرم کی یاد میں۔ از۔ رشید احمد صدیقی
؎۴ ہمایوں۔ لاہور۔ جولائی ۱۹۴۳ء

ان کی شہرت کا ابتدائی سبب وہ ترجمے ہیں۔ جو ترکی اور انگریزی زبان سے انہوں نے کئے اور کے ابتدائی دور میں شائع ہو کر مقبول ہوئے۔ لیکن ان کے طبعزاد مضامین بھی خاصی ادبی وقعت رکھتے ہیں۔ جن میں دو تین مضامین۔ ان کی ذہانت خوش طبعی اور طبیعت کی اپج کا بہترین نمونہ ہیں۔ سید صاحب کئی کتابوں کے مترجم اور مولف ہیں۔ جن میں "خیالستان" سب سے زیادہ مقبول و مشہور کتاب ہے۔ اس میں ان کے طبعزاد اور مترجمہ مضامین شامل ہیں۔

۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء کو رات کے دو بجے انتقال کیا۔ اور عیش باغ (لکھنؤ) میں دفن ہوئے۔

سید صاحب "ثالث بالخیر" کے دیباچہ میں "التماس مترجم" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"میری تمنا یہ تھی کہ کسی طرح ترکوں کے ترجمہ ہوں۔ اس سے نہ صرف ہمارے ناولوں کے لٹریچر میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا۔ بلکہ ترکوں کی سوشل زندگی کا اصلی بھی ہمیں نظر آئے گا۔ ترکوں کی سوشل زندگی تصویر کی میں اردو میں اس لئے ضرورت سمجھتا تھا کہ ہماری سوسائٹی اور طرز معاشرت میں انقلاب پیش آ رہا ہے۔ وہ انہیں بھی پیش آچکا ہے۔ اس وجہ سے ہمیں اس نقشے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس منزل سے وہ کس طرح گذرے۔ اور اب کہاں ہیں۔ ترجمہ اکھڑا اکھڑا معلوم ہوگا مگر ترکوں کا طرز ادا مجھے کچھ ایسا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور مغربی اور ایشیائی طرز تحریر کا ایک ایسا معقول میل ہے کہ میں نے لفظی ترجمہ کی کوشش کی ہے۔ گفتگو انوکھی تو ضرور ہے۔ لیکن سنئے تو سہی ؎ غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد۔"

سید صاحب کی دیگر تصانیف فٹ نوٹ میں درج ہیں۔ [1] نذرانے حسب ذیل

---

[1] آسیب الفت (۲) احتسابات (۳) ثالث بالخیر (۴) خیالستان (۵) زہرہ (۶) حکایات لیلیٰ مجنوں (۷) ہما خانم (۸) مرزا پھویا (۹) مطوب حسیناں (۱۰) شملہ کالکا ریلوے پر ایک نظارہ (نیرنگ خیال۔ جولائی ۱۹۲۶ء)

ہیں۔

(۱) پرانا خواب — سنہ ۱۹۳۰ء

(۲) جلال الدین خوارزم شاہ — سنہ ۱۹۲۵ء

(۳) جنگ و جدل — سنہ ۱۹۳۳ء

جلال الدین خوارزم شاہ

یہ ڈراما نامق کمال بک کے ترکی ڈرامے جلال الدین خوارزم شاہ کا خوبصورت ترجمہ ہے۔

سرورق پر تاریخ ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء درج ہے۔

پلاٹ: جلال الدین تاتاریوں سے شکست کھا کر ایک دور دراز [illegible] میں پناہ لیتا ہے۔ جلال الدین اور اس کے باپ علاؤالدین میں سخت بحث ہوتی ہے۔ جلال اپنے باپ کو شکست کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ امیر اورخاں آتا اور تاتاریوں کے مظالم بیان کرتا ہے۔ علاؤالدین یہ سن کر بیہوش ہوتا۔ اور مر جاتا ہے۔

ایک خونریز جنگ کے بعد جلال الدین بادشاہ بن جاتا ہے۔ تاتاری نوے ہزار فوج کے ساتھ ملک پر حملہ کرتے ہیں۔ جلال الدین اٹھارہ سو چیدہ سپاہ سے مدافعت کرتا اور تاتاریوں کو شکست دیتا ہے۔ چنگیز خاں یہ سن کر بہت برافروختہ ہوتا۔ اور میدان جنگ کی کمان اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ جلال الدین شکست کھاتا اور بمشکل اپنی جان بچا کر بھاگتا ہے۔ ملکہ منیرہ اور شاہزادہ قطب الدین دریا میں ڈوب کر جان دیدیتے ہیں۔

جلال الدین دوبارہ کمر ہمت ہے ---- اور خونی جنگ کے بعد تبریز فتح کر لیتا ہے۔ وہ براق حاجب اور جابر کو بھی شکست دیتا۔ اور ان کے قلعوں کو مسمار کر دیتا ہے۔ لیکن تاتاری سیلاب کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ جلال الدین آخری دم

تک ان کا مقابلہ کرتا اور اپنے خون سے یہ لکھتا ہے کہ تاتاری آخری وقت میں مسلمان ہو جائیں گے۔

پرانا خواب یہ ڈراما تین ایکٹ اور تیئیس ۲۳ سین پر مشتمل ہے۔ ترکی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کے صفحۂ اوّل پر تاریخ سنہ ۱۹۳۰ء درج ہے۔

پلاٹ: کمال نعمت اپنی خالہ زاد بہن شگوفہ سے محبت کرتا ہے۔ لیکن اس کی شادی شریف بک سے ہو جاتی ہے۔ جو دولت عثمانیہ کا ڈپٹی انسپکٹر جنرل آف پولیس ہے۔ وہ ایک عرصہ بعد کمال سے ملتی ہے۔ جو اس کو اپنے گھر بلاتا ہے۔ اور وہ جاتی ہے۔

کمال کی چچی جو ایک نیچے درجہ کی عورت ہے۔ گرفتاری کے خوف سے بچتی بچاتی۔ کمال کے گھر پہنچتی اور اس کی بہن معلا سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس کی مدد کرے۔ شگو اپنے منگیتر ضیاء کی مدد سے ایک بحری جہاز کے ذریعے اس کو کسی دور دراز مقام پر بھیج دیتا ہے۔

اسی وقت یہ خبر پھیل جاتی ہے کہ کمال کی مہمان بہیرہ ہے۔ مقامی پولس کمال سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بہیرہ کو اس کے حوالے کر دے۔ لیکن وہ انکار کرتا ہے کمال کا دوست معین فوراً شریف کو طلب کرتا ہے۔ شریف آتا ہے۔ معلا بھی اس کے ساتھ آتی ہے۔ اور شریف سے سارا ماجرا بیان کرتی ہے۔ شریف مقامی پولس آفس جاتا ہے۔ اتنے میں معلا بھی شگوفہ کو اپنے منگیتر ضیاء کے ہمراہ اس کے گھر بھیج دیتی ہے۔

جنگ و جدل یہ ڈراما جو پانچ ایکٹ پر مشتمل ہے۔ کسی ترکی ڈرامہ کا ترجمہ ہے۔ کتاب کے سرورق پہ تاریخ سنہ ۱۹۳۳ء

درج ہے۔

پلاٹ: سبیحہ خانم اپنے بچوں —— نعیم (عمر ۳۹ سال) اس کی بیوی بہیجہ (عمر ۲۲ سال) بیٹی فرخندہ (عمر ۳۵ سال) داماد ممدوح (عمر ۳۸ سال) اور بیٹی نسیمہ (عمر ۱۸ سال) کے ساتھ رہتی ہے۔ سبیحہ کے بھانجے مجدی۔ (عمر ۳۲ سال) کے آنے کی اطلاع ہوتی ہے۔ ممدوح اس کو لینے کے لئے جاتا ہے۔

نسیمہ جس کو مصوری کا شوق ہے۔ مجدی سے محبت کرتی ہے —— مگر مجدی اور بہیجہ میں عہد و پیمان ہو جاتے ہیں۔ اور مجدی علیحدہ رہنے لگتا ہے بہیجہ مجدی سے ملنے کے لئے جاتی ہے —— اسی وقت پہلے نسیمہ پھر فرخندہ اور ممدوح اور آخر میں نعیم آتے ہیں۔ اور اشارتاً اس کی شادی نسیمہ سے کرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ سب کے جانے کے بعد مجدی متصل کمرہ کا تالا کھولتا ہے۔ بہیجہ باہر آتی ہے۔

ایک دن جب کہ مجدی بہیجہ کو پیار کر رہا تھا۔ نسیمہ آجاتی اور نعیم سے کہہ دیتی ہے۔ نعیم اس کو پستول سے ڈراتا ہے۔ نسیمہ مجدی کو اطلاع دیتی ہے کہ وہ بہیجہ سے ملنے کے لئے نہ جائے۔ نعیم یہ حال دیکھ کر مجدی کی شادی نسیمہ سے کر دیتا ہے۔

یوسف حسن۔ حکیم محمد

(۱) پرواز خیال

(۲) فرزند توحید

(۳) پروانہ

(۴) تین جادو

پرواز خیال اس مجموعے میں مندرجہ ذیل مکالمے اور چار مختصر ڈرامہ جو ترجمہ ہیں شامل ہیں۔

(۱) کاٹھ کی دو پتلیاں — مصنفہ پال ایلڈرج

(۲) بارش کا پہلا قطرہ — طبعزاد

(۳) دو فرشتے — ″

(۴) پورٹ وائن — ترجمہ

(۵) ایجنٹ — مصنفہ پال بالورے

(۶) عورت کی عدالت

(۷) دکاندار

کتاب کے شروع میں پروفیسر تاثیر کا مختصر دیباچہ ہے۔

یوسف ظفر

(۱) اندھا

(۲) ایک رات

(۳) سکندر

(۴) سنگ تراش

(۵) شہوار

(۶) مصنف کی موت

(۷) ہمدردی

انجمن ترقی اردو پاکستان